حسب ضابطہ رجسٹری شدہ
وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا
طبِ روحانی و جسمانی اردو
یعنی
مجرباتِ امام غزالی مرحوم
ملک غلام محمد اینڈ سنز تاجرانِ کتب لاہور کشمیری بازار
(القلاب سٹیم پریس لاہور)
تعداد
قیمت

طبِّ روحانی و جسمانی مصنفہ امام غزالیؒ

مجرّباتِ امام غزالیؒ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقالۂ اولے طب میں اور اس میں پانچ باب ہیں۔ بابِ اوّل تشریحِ ابدان۔ اور خلقِ انسان کی کیفیت میں۔ اور اس میں تین فصلیں ہیں۔ فصلِ اوّل پیدائش انسان کی کیفیت میں خدا تعالٰے فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ۔ جاننا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالٰے نے انسان کو پانی اور مٹی سے پیدا کیا ہے۔ ان میں ایک تو بعید ہے۔ اور وہ مٹی اور پانی ہے۔ اور دوسری قریب ہے۔ اور وہ نطفہ ہے۔ اور حقیقت میں انسانی مادہ فعل و انفعال ہے۔ جن سے روح اور جسم کا امر پورا ہوتا ہے۔ اور مٹی مادہ بعیدہ ہے۔ کیونکہ مٹی تو اغذیہ کے پیدا ہونے کی جگہ ہے۔ اور پانی انہیں پرورش کرنے والا ہے۔ جب نباتات اُگتی ہیں۔ تو وہ حیوان کی غذائیں بنتی ہیں۔ اور پھر وہ حیوان انسان کی غذا بنتے ہیں۔ پھر غذا کے لطیف ترین اجزاء سے خدائے تعالٰے نطفہ بناتا ہے۔ جو مادہ قریبہ ہے اور صورتِ انسانیہ کو قبول کرتا ہے۔ نطفہ حاصل کرنے کی بہ ترتیب وجودِ انسانی کے بعد متحقق ہوتی ہے۔ اور انسانِ اوّل جسے آدم کہتے ہیں۔ ان کا نہ تو باپ تھا۔ اور نہ ماں۔ اور نہ ہی اُن کے پہلے کوئی انسان تھا۔ کہ غذا اُس کی صلب میں نطفہ ہوتی اور آدم کی صورت اس سے بنتی۔ اِس لئے آدم کی ابتدائے آفرینش مٹی سے ہوئی۔ چنانچہ خدائے تعالٰے فرماتا ہے۔ مِنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔ یعنے اللہ تعالٰے نے پہلے

دو قوتیں فعل و انفعال پیدا کیں۔ اور قوت حیوانیہ کو صورت انسانیہ کو قبول کرنے کے قابل بنایا۔ اور وہ ایک معتدل مزاج پاکیزہ مٹی تھی۔ اور نفس منفعل کے نور کو قبول کرنے والی تھی۔ اور نطق و کلام کو اس میں فاعل بنایا۔ پس جب فعل و انفعال جمع ہوئے۔ تو مادہ حیوانیہ نے صورت انسانیہ کو قبول کر لیا۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ نے فرشتوں کو اس کی خبر دی ہے۔ کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ یعنے میں نفس انسانی کا قاصد زمین حیوانی کیطرف بھیجونگا۔ تاکہ وہ مٹی انسان بنجائے۔ اور حیوان بادشاہ بنجائے۔ اور میں اُسے موجودات کا خلیفہ بناؤں گا۔ اور اُسے نطق و معرفت سے مکرم کروں گا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ پس جب اللہ کے قول نے اس میں اثر کیا۔ تو وہ زندہ و ناطق ہو گیا۔ خدائے تعالیٰ نے اُسے اپنی معرفت سے مشرف کیا۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ پھر نوع انسانی کو توالد و تناسل کی وساطت سے باقی رہنے والا بنایا۔ اور نہایت پاکیزہ غذاؤں کو ان کی خوراک بنایا۔ اور ان میں سے لطیف تر کو نطفہ بنایا۔ تاکہ مادہ صورت انسانی کو قبول کرنے والا بن جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کے قول خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ سے مراد آدم علیہ السلام ہے۔ اور ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ان کی اولاد اور ذریت ہے۔ کہ جن کو اس نے اس نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ جو صلبوں سے رحموں میں آتا ہے۔ اور نوع انسانی کو باقی رکھنے میں سُنّۃ اللہ اسی پر جاری ہے۔ پس انسان کا مادہ قریبہ نطفہ ہے۔ اور وہ ایک نہایت ہی لطیف خون ہوتا ہے۔ جو تمام اطراف سے جمع ہوتا ہے۔ اور صورتِ انسانی کو قبول کرنے کے لائق ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے اس کے لئے ایک جائے قرار اور جائے اجرا، اور پوشیدگی اور ہبوط کی جگہ بنائی ہے۔ یعنی وہ لطافت اور صفائی کے بعد اعضا سے پیٹھ کی طرف جاتا ہے۔ پھر گردہ سے ہوتا ہوا مثانہ میں پہنچکر منی بنجاتا ہے۔ لیکن ابھی وہ پختہ منی نہیں بنتا۔ پھر اس سے ایک بخار اُٹھتا ہے جس سے عضو تناسل کی رگیں بھر جاتی ہیں۔ اور وہ حرکت کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ پھر قوّت حرکت و حرارت کے باعث وہ خون پک کر انزال کے وقت سفید اور گاڑھا بن جاتا ہے۔ اور اس میں سے رُوح کی بُو آتی ہے۔ پھر خدائے تعالیٰ اُس کے لئے ایک جائے نزول مقرر کرتا ہے۔ اور وہ رحم ہے۔ اور رحم

ایک آلہ سنکوسہ ہے۔ جو عورتوں کے لئے بمنزلہ مردوں کے عضو تناسل کے ہے۔
پھر وہ نطفہ اعمادِ منی سے نکلکر رحم میں جا پہنچتا ہے۔ مرد کی طرح عورت کی بھی
منی ہوتی ہے۔ پس وہ دونوں جب رحم میں جمع ہوتی ہیں۔ تو دودھ کی طرح بن جاتی
ہیں۔ اور وہاں کچھ دیر قرار پکڑنے کے بعد جم جاتی ہیں۔ اور مرد کی منی بمنزلہ نفخ کے
ہوتی ہے۔ اور عورت کی منی بمنزلہ دودھ کے ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالے خون حیض
کو اس منجمد چیز کی غذا بناتا ہے۔ پھر مضغہ بناتا ہے۔ پھر اسے گوشت کا ایک لوتھڑا
بناتا ہے۔ جس پر کہ بشری علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ پھر اللہ تعالے اس پارہ گوشت کو
تقسیم کرتا ہے۔ اور اس کے پٹھوں اور ہڈیوں کو مضبوط کرتا ہے۔ اور ہڈیوں کو نسوں
اور پٹھوں سے باندھتا ہے۔ اور پھر اس میں رگوں کا جال پھیلا دیتا ہے۔ اور خونِ
خالص سے اس پر گوشت پیدا کر دیتا ہے۔ اور گوشت کے بچاؤ کے لئے اس پر کھال پیدا
کر دیتا ہے۔ اور پھر ہر مہینہ کے لئے اس کے واسطے اپنے فرشتوں سے ایک فرشتہ
مقرر کر دیتا ہے۔ اور کواکبِ سبع میں سے ایک ستارہ اس کی خدمت کرتا ہے۔
چنانچہ پہلے مہینے میں زحل خادم ہوتا ہے۔ اور دوسرے میں مشتری۔ علےٰ ہٰذا القیاس
ساتویں ماہ میں قمر کی باری آتی ہے۔ اور تمام آلات و اعضا کامل و تمام ہو جاتے ہیں۔
اور اس کے شروع میں اسے نور شمس پہنچتا ہے۔ پس اس کے ہاتھ اور پاؤں لمبے ہوتے
ہیں۔ اور تمام حواس ظاہر ہو جاتے ہیں۔ پس اگر وہ اس وقت پیدا ہو جائے۔
تو قوتِ قمر سے زندہ رہتا ہے۔ پھر آٹھویں مہینے میں زحل کی نوبت آتی ہے۔ اور
چونکہ اس کا حال اخفا ہے۔ پس اگر بچہ پیدا ہو جائے۔ تو تھوڑا عرصہ ہی زندہ رہتا
ہے۔ نویں مہینے میں قوت مشتری سے ولادت وقوع میں آتی ہے۔ پس اس
اندھیرے میں اس پر فلک القمر کے نو چکر آتے ہیں۔ پھر رحم اس کے اٹھانے کی
طاقت نہیں لاتا۔ تو اسے فضا میں ڈال دیتا ہے۔ اور اسے دنیا کی ہوا لگتی ہے
اور ستارے روح حیوانی کی پرورش میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور ملائکہ نفس انسانی
کی تربیت میں لگ جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ طفولیت کے زمانہ کو قطع کرتا ہوا جوان بنتا
ہے۔ پھر ادھیڑ۔ پھر بوڑھا۔ اور پیر فرتوت ہو کر مر جاتا ہے۔ اور موت بدن
کے لئے ہوتی ہے +

پس انسان کی ابتدائی حالت تو مٹی اور پانی تھی۔ بعد ازاں وہ نطفہ بنا۔ پھر رحم
میں پہنچکر علقہ اور پھر مضغہ بنا۔ پھر ہڈیاں اور رگیں پیدا ہوئیں۔ پھر ان پر گوشت

وکھال پہنائی گئی - پھر وہ زمین پر پیدا ہوا - اور اس کے جسم میں انسانیت آئی - اِسی لئے خدا اپنے آپ کی تعریف کرتا ہوا فرماتا ہے - فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ -

پس یہ سات مرتبہ ہیں - جن میں نطفہ پر سات تغیرات آتے ہیں - حتّٰی کہ وہ جنین بنتا ہے - اور پھر اسی طرح روح پر سات تغیرات آتے ہیں - حتّٰی کہ پھر اس کا بعد اور جسم کے مرجانے سے جنین بنجاتا ہے - پس جب جنین رحم سے نکلتا ہے تو نہائیت خوشگوار زندگی بسر کرتا ہے - اور جب روح کی ولادت کا وقت آتا ہے - تو وہ بدن سے نکل جاتی ہے - اور نہائیت خوشگوار زندگی بسر کرتی ہے - روح کے بعد سات تغیرات ہیں - نمو اول (۲) حیوٰۃ ثانیہ (۳) قوت شباب (۴) اعتدال العمر (۵) کہولت (۶) شیخوخت - اور ساتواں طور نوع موت اور ایام اجل ہیں ؂

بعض لوگوں کا خیال ہے - کہ رحم سے نکلتے وقت بچہ پیدا ہوتا ہے - اور دُنیا سے نکلنے کے وقت مرجاتا ہے - مگر حقیقت میں رحم سے باہر نکل کر انسان سو جاتا ہے اور دُنیا سے نکلنے پر بیدار ہوتا ہے - چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے - الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا - کہ لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مرتے ہیں - تو بیدار ہوتے ہیں ؂

جب نطفہ رحم میں کامل ہوجائے - اور آفات سے بچا رہے - اور اس کے اعضاء و اجزاء کامل ہوجائیں - تو وہ جنین صحیح و کامل ہوتا ہے - اور نیکیوں کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے - اور اگر اس کے برخلاف ہو - تو وہ حقیر مریض اور ضعیف ہوتا ہے - اور برائیوں اور گناہوں کو قبول کرتا ہے - اور یہی حال روح کا ہوتا ہے - جب کہ وہ موت کے وقت رحم قالب سے پیدا ہوتا یعنے نکل جاتا ہے کہ اگر اس نے اپنی عمر معارف و علام عقلیہ کی طلب میں خرچ کی ہوتی ہے - اور نفس کو نہائیت پاکیزہ روحانی غذاؤں سے پرورش کیا ہوتا ہے - تو وہ بدن سے جُدا ہونے کے بعد نیک بخت اور صحیح و مقبول ہوتا ہے - اور اگر اس نے اپنی عمر طلب لذات میں بسر کی ہوتی ہے - اور صرف خبیثات کھا کر گذران کی ہوتی ہے - تو وہ موت کے بعد شقی و مریض اور مردود و ناقص بنتا ہے - کیونکہ انسان کی موت اسی پر ہوتی ہے جس پر اس نے زندگی بسر کی ہوتی ہے - اور جس حالت پر مرا ہو - اسی پر

اس کا حشر ہوتا ہے۔

اور اعضار جب رحم میں آفات سے صحیح و سالم رہیں۔ تو وہ دُنیا میں بھی صحیح و سالم رہتے ہیں۔ مگر شاذ و نادر طور پر کسی پرستاروں کی نحوست کے باعث عارض آفات ومصائب آپڑتی ہیں۔ لیکن اغلب بات یہی ہے۔ کہ جب جنین آفات ظاہرہ اور نقص اعضار سے بچ رہتا ہے۔ تو وہ اپنی تمام عمر صحیح و سالم زندگی میں بسر کرتا ہے یہی حال روح کا ہے۔ کہ جب وہ دُنیا اور ابدان میں رہ کر معاصی اور جہل وغیرہ اکاذیب سے بچ رہتا ہے۔ تو بدن سے تولد ہونے یعنی نکل جانے کے بعد تمام عقوبات و آفات اور رذائل سے محفوظ رہتا ہے۔ مگر یہ بھی ممکن ہے۔ کہ کسی روح کو بدن سے مفارقت کے وقت یا اس کے بعد کوئی ایسا عارض مانع پیش آجائے جو اُسے سلامتی سے روکے۔ اور آفات میں سے کسی آفت کے ساتھ اُسے عذاب دیا جائے۔ اور یہ خدا کے بغض کے باعث ہوتا ہے۔ اور یا سابقہ تقدیر کے باعث ہوتا ہے۔ جو اس روح کو مقصور ذاتی یا تقصیر عرضی کے باعث ہلاک کر دیتی ہے۔ اور خدائے تعالےٰ جو کچھ چاہتا ہے۔ کرتا ہے۔ اور اس کی طرف رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صحیح روایت میں اشارہ فرمایا ہے۔ اور وہ یہ کہ عبداللہ بن مسعود رضہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم سے صادق مصدوق رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں ہر ایک کی پیدائش اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک رہتی ہے۔ اس کے بعد وہ علقہ بنتا ہے۔ اور بعد ازاں مضغہ۔ پھر اللہ تعالےٰ ایک فرشتے کو چار باتیں فرما کر بھیجتا ہے۔ یعنی فرماتا ہے۔ کہ اسکا رزق۔ عمل اور عمر اور بدبخت و نیک بخت ہونا لکھ لے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ پھر وہ اس کا رزق و عمل اور عمر اور بدبخت اور نیک بخت ہونا لکھ لیتا ہے۔ اور پھر اس میں روح پھونک دیتا ہے۔ اور بیشک تم سے کوئی اہل جنت کے عمل کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اسمیں اور جنت میں صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ مگر پھر اس پر تقدیر کا لکھا سبقت کر جاتا ہے۔ اور اس کا خاتمہ دوزخیوں کے کاموں پر ہوتا ہے۔ بس وہ اسمیں جا داخل ہوتا ہے۔ اور تم میں سے ایک دوزخیوں کے کام کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اس میں اور دوزخ میں صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ مگر اسکا خاتمہ اگر اہلِ جنت کے کاموں پر ہوتا ہے۔ تو وہ اُسمیں جا داخل ہوتا ہے۔" اور یہ حدیث نہایت عجیب اور کثیر الفوائد ہے۔ اسمیں رزق و عمر کے مقدر ہونے کا مذکور ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ جب انسان کو پیدا کرتا ہے۔ تو اسی

تقدیر پر ہی اس کی حفاظت واہمال کی ترتیب ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ احیاءِ انسان سے پہلے اس کے احوال مقدر کر چھوڑتا ہے۔ تاکہ تیاری مہمات کے بعد اس کی حیرت بڑھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے روح کی طرف نفخ سے اشارہ کیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے نفخ سے مراد اسکا قول وامر ہے +

اللہ تعالےٰ نے تمام موجودات کو مختلف اسباب سے پیدا کیا ہے۔ اور روح انسانی کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے۔ چنانچہ آدم علیہ السّلام کی بابت فرماتا ہے۔ سَوَّیْتُہٗ یعنے میں نے اس کے قالب کو بنایا۔ اور اسے قابل و مستعد بنایا اس کے بعد فرمایا ہے۔ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ یہاں روح انسانی کو اپنی صفات اور کمال ذات کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اس اضافت ونسبت سے یہ فائدہ ہے کہ عاقل کو یہ بات معلوم ہو جائے۔ کہ بدن سے مفارقت کے بعد روح انسانی کو موت نہیں۔ پھر یہ روح رحم بدن کے تابع ہوتی ہے۔ یعنی اگر اس نے صالحانہ زندگی بسر کی ہے۔ تو موت کے وقت بھی وہ سعید وصالح رہتی ہے۔ اور اگر جاہلانہ اور مشرکانہ زندگی گذاری ہو۔ تو موت کے بعد وہ بدبخت ہوتی ہے۔ اور طرح طرح کے عذاب چکھتی ہے۔ اور یہ موت صرف روح کا جسم سے جدا ہو جانے کا نام ہے۔ اللہ تعالےٰ آدم کی پیدائش میں فرشتوں پر فخر ومباہات کرتا ہے کیونکہ اس میں نہایت عجیب صنائع ولطائف کا اظہار کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کی پیدائش کے سات ادوار ہیں۔ پہلے وہ سُلالہ ہوتا ہے۔ پھر نطفہ۔ بعد ازاں علقہ پھر مضغہ۔ پھر ہڈیاں بنتی ہیں۔ پھر گوشت وچمڑا۔ اور اس کے بعد ایک دُوسری خلقت پیدا ہوتی ہے۔ اور ان اقسام سبعہ میں سے ہر ایک قسم سبعہ سیارہ میں سے ایک سیارہ کے مقابل ہُوا کرتی ہے۔ قرآن مجید میں بھی زمین و آسمان کے پیدا کرنے یعنے روحوں کو ظاہر کرنے اور ترکیب اجساد میں سات لطائف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ ان ربکم اللذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام۔ اور یہ گویا شروع سلالہ سے لیکر آخر لحم یعنے گوشت تک ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ لقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما۔ ثم استوی علی العرش۔ یعنے روح ناطق شخص وکالبد سے مل گئی۔ اور خدائے تعالےٰ کا قول

ثم انشأناہ خلقاً آخر۔ پھر صورتِ انسانی کے اتمام پر خدائے تعالےٰ نے اپنی تعریف کی ہے۔ پس فرمایا ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ اور انسان کے ذکر اور اپنی ذات پر تعریف کرنے سے گویا کنایۃً اپنی تعریف و معرفت انسان پر واجب کردی ہے۔ کیونکہ جب اس نے اس صورت کو بنانے پر اپنا ثنا کی۔ تو اس صورت پر بھی اپنے مصور کی ثنا و معرفت اور اپنی عبودیت کا اقرار ضروری ہے۔ پس جو شخص اپنی عبودیت اور اس کی معرفت میں مشغول ہوا۔ تو اُس نے وہ عہد پورا کر دیا۔ اور جس نے اپنی عمر یونہی ضائع کردی۔ تو وہ قیامت کے دن بڑی حسرتیں اور دردناک عذاب دیکھیگا +

پھر خدائے تعالےٰ نے ان مراتب سبعہ کے ذکر سے روح ناطقہ کے مرتبے بھی بتلا دیئے ہیں۔ کیونکہ نفس کو جب قوت گویائی آتی ہے۔ تو وہ بمنزلہ سلالہ کے ہوتا ہے۔ اور جب اپنے صانع کو پہچان لیتا ہے۔ تو نطفہ ہوتا ہے۔ اور جب اس کی عبادت کرنے لگ جاتا ہے۔ تو علقہ ہو جاتا ہے۔ اور جب غیر خدا سے اعراض کر لیتا ہے۔ تو بمنزلہ مضغہ کے بنجاتا ہے۔ اور جب خدائے تعالےٰ کی حکمت کی باریکیوں پر مطلع ہو جاتا ہے۔ تو وہ بمنزلہ ہڈی کے بن جاتا ہے۔ اور جب اخلاقِ حمیدہ سے تربیت پاتا ہے۔ تو گویا اُسپر گوشت آجاتا ہے۔ اور جب معرفت عقلیہ اس پر غالب ہو جاتی ہے۔ اور اس کا جوہر نورانی کامل ہو جاتا ہے۔ تو اس کی نشأۃ ثانیہ شروع ہوتی ہے۔ اور اس وقت وہ رحم بشریہ سے پیدا ہو کر فضاءِ ملائکہ میں جا داخل ہوتا ہے۔ اور اس وقت اسے خالص و خوشگوار دودھ ہی پرورش کرتا ہے اور وہ علم تحقیق ہے۔ کیونکہ طفل کو کثیف غذائیں ہضم نہیں ہو سکتیں۔ اور ضروری ہے۔ کہ یہ حالت دنیاوی زندگی میں ہی حاصل ہو جائے۔ تاکہ کمال سعادت حاصل ہو۔ پس طالب دو ولادتوں کا محتاج ہے۔ ایک تو جسم کے پورا ہونے کے بعد ماں کے رحم سے۔ اور اس وقت اسے محض دودھ کی غذا ہی چاہیئے۔ اور دوسری ولادت اس وقت ہوتی ہے جبکہ روح عقل سے کامل ہو کر طبیعت کے رحم سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس وقت اسے لبن تحقیق کی ضرورت پڑتی ہے جو قرآن کے پستانوں سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ قد علم کل اناس مشربھم۔ اور اسی کی طرف مسیح الخلق اور کلمۃ الحق عیسےٰ بن مریم نے اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ کہ جو دو دفعہ پیدا نہ ہو۔ وہ ملکوت

سمٰوات میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور جو انسان موت بدن سے پہلے طبیعت کے رحم اور شہوات کی ماں سے پیدا نہ ہو۔ وہ آخرت میں کوئی قدر و منزلت حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ دُنیا تو آخرت کی کھیتی ہے۔ ع

من تزرع الشوك لم يحصد العنب ؎

جو کانٹے بوتا ہے۔ وہ انگور حاصل نہیں کر سکتا۔ درحقیقت خلقت آدم علیہ السلام تو بمنزلہ سلالہ کے ہے۔ اور نطفہ بمنزلہ دعوت نوح علیہ السلام کے ہے۔ اور علقہ رویت ابراہیم علیہ السلام کے مثل ہے۔ اور مضغہ موسےٰ علیہ السلام کے استمارہ کی طرح ہے اور ہڈیاں زہد عیسےٰ علیہ السلام کی مانند ہیں۔ اور گوشت و چمڑا بمنزلہ قبیلہ عرب کے ہے۔ اور نشاۃ ثانیہ محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں جن سے کہ صورت انسانیہ پوری ہوئی۔ اسی لئے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ لولاك لما خلقت الافلاك ولما خلقت النّار (یعنے اگر تم موجود نہ ہوتے۔ تو میں آسمان اور جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔)

جاننا چاہیئے۔ کہ انسان جب اپنی پیدائش کی کیفیت پہچان لیتا ہے۔ اور تحصیل مہمات میں مشغول ہو جاتا ہے۔ تو عذاب الیم سے نجات پا جاتا ہے۔ اور جب وہ رحم بدن سے تولد ہوتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ اسے مُہر لگی ہوئی شراب سے شراباً طہوراً پلاتا ہے۔ اسلئے تمہیں لذات طبعی میں منہمک ہونے اور شہوات نفسانی کو پورا کرنے سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے تمہاری روح نارِ جہنم میں جلائی جائیگی۔ اور سب سے بڑی بدبختی دیدار خدا تعالےٰ سے محروم رہنا ہے! اور سب سے بڑی سعادت اُسکی رضامندی اور لقاء کا حاصل کرنا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالےٰ کے لقاء سے فیضیاب ہوگا۔ اور اسکو باقی سمجھتا ہوگا۔ تو وہ نہایت لذیذ اور منعمانہ زندگی بسر کریگا۔ اور ابد الآباد تک جنت میں دائمی و غیر منقطع نعمت عیش و فرحان رہیگا ؎ اور قسم قسم کے میووں سے بہرہ یاب ہوگا۔ اور گونا گوں فرش و فروش پر بیٹھیگا۔ اسلئے موت سے پہلے شہوات نفسانی سے دور ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ انسانی شرف اسی میں ہے۔ کہ وہ روحانی تجلیات۔ اور ترقی [illegible] مغلوب و نابود ہو جائے ؎

فصل دوسری تشریح بدن میں

خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۔ واضح رہے کہ خدائے تعالےٰ نے اپنی کمال قدرت وحکمت سے انسان کو اس عالم کبیر کا ایک نمونہ پیدا کیا ہے۔ اور اس کے دو حصے کئے ہیں۔ ایک تو نفس ظاہر لطیف۔ اور دوسرا جسم مکدر اور کثیف۔ اور ان دونوں کے مابین روح حیوانی کو واسطہ اور وسیلہ بنایا ہے جو ان دونوں کی مصلحتوں کی خدائے تعالےٰ کے علم اور ارادے سے حفاظت کرتا ہے۔ پھر جسم دو عمودوں پر قائم ہے۔ جو اسے اٹھائے رکھتے ہیں۔ اور وہ دونوں پاؤں ہیں۔ اور اس کے دو بازو بھی ہیں جنہیں حسب مرضی پھیلاتا اور بند کرتا ہے۔ اور وہ دونوں ہاتھ ہیں۔ علاوہ ازیں خدائے تعالےٰ نے اسے حواس بھی عطا کئے ہیں۔ اور وہ حواس خمسہ ہیں۔ اور یہ جسم ایک معمور گھر کی طرح ہے جس میں اخلاط اربعہ ہیں۔ جو ارکان اربعہ سے [illegible] ہے۔ پہلی خلط بلغم ہے۔ اور وہ ناپختہ خون ہوتا ہے۔ اور دوسری خلط خون ہے۔ اور وہ پختہ بلغم ہوتا ہے۔ تیسری خلط صفرا ہے۔ اور وہ خون کی جھاگ ہوتی ہے۔ اور چوتھی خلط سودا ہے۔ اور وہ خون کا تلچھٹ ہے۔ جسم کے تمام اعضا انہی اخلاط اربعہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور ہر عضو کو ایک خاص شغل ہوا ہے۔ اور ہڈیوں کو بدن کے ستون بنایا ہے۔ اور پٹھوں کو ان میں بنایا گیا ہے۔ جو ان سب کی حفاظت کرتی ہیں۔ اور رگیں خون کے بہنے کی جگہیں اور بدن کی نہریں قرار دی گئی ہیں۔ اور ہڈیوں کے جوڑوں کو عضلات سے ترکیب دیا گیا ہے۔ پٹھوں سے انہیں مقید اور رگوں سے انہیں برابر کیا گیا ہے۔ پھر بدن کو گوشت سے۔ اور گوشت کو کھال سے پوشیدہ کیا گیا ہے۔ اور ان اخلاط کے فضلات سے جو گوشت اور کھال میں پوشیدہ ہیں بال پیدا کئے گئے ہیں۔ اور یہ اخلاط اربعہ مختلف مقداروں سے ان طبقات میں رکھی گئی ہیں۔ چنانچہ خون گوشت میں تناسب ہے۔ اور بلغم دماغ پر اور سودا ہڈیوں پر۔ اور صفرا اعصاب پر غالب ہے۔ بدن کا ٹھہراؤ انہی چار اصول پر

مبنی ہے +

پھر بدن کی دو قسمیں ہیں - ایک تو ظاہر ہے - اور وہ پیٹھ ہے - اور اسی سے پہلو اور پیٹھ کی ہڈیاں شروع ہوتی ہیں - اور دوسری پیٹ ہے - اور وہ ایک چمڑا ہے - جو جو گوشت کو گھیرے ہوئے ہے - اور اس کے اندر امعاء اور دوسرے اعضاء ہیں - سر میں حواس دماغیہ ہیں - اور اس کی چوٹی بلند پہاڑ اور تخت شاہی ہے - خدائیتعالےٰ نے بدن میں بارہ چھید اور سات اعضاء پیدا کئے ہیں - جنکا مجموعہ یہ ظاہر بدن ہے +

اب اندر کا حال سُنئے - کہ معدہ تو بمنزلہ ہنڈیا کے ہے - کہ بھوک کے وقت جو غذائیں باہر سے اس میں داخل ہوتی ہیں - وہ انہیں پکاتا ہے - اور دل ایک صنوبری شکل کا ٹکڑہ گوشت ہے - جو منبعِ روح اور چراغ حیات اور ان بخارات لطیفہ کا شیشہ ہے جو اخلاط اربعہ سے پیدا ہوتے ہیں - اور پھیپھڑا سانس لینے کا آلہ ہے اور سینہ دل کے رہنے کی جگہ ہے - اور اس کے لئے کئی پردے اور برتن ہیں - کہتے ہیں کہ دل میں صاف خون کے بارہ قطرے ہوتے ہیں - اور یہی زندگی کا مرکز - اور اس کے درمیان ایک قطرہ ہے - جو روح کا مرکز ہے - جسے سویدا قلب کہتے ہیں - اور جگر جس پر کہ بیشمار چھوٹی چھوٹی رگیں ہیں - ان سے پختہ اور لطیف خون تمام اطراف کی طرف جاتا ہے +

دل سے دماغ کی طرف دو بڑی نہریں - اور اسی طرح ہاتھوں اور پاؤں کی طرف کئی شریانیں ہیں - اور حرام مغز ایک بہت بڑا پٹھا ہے - جو دماغ سے شروع ہو کر پیٹھ کے آخیر تک چلا جاتا ہے - اور اس کے لئے کئی ارواح ہیں جن سے کہ اعصاب متولد ہوتے ہیں - طحال (تلی) کے پاس سے سوداء کا چشمہ ہے - اور پتہ کے پاس مادہ صفراویہ ہے - اور امعاء مثانہ اور قضیب کیطرف راستے ہیں +

اور گُردے قوت شہوانیہ کو حرکت میں لانے کے لئے آلے ہیں - مثانہ فضلات مائیہ کا خزانہ ہے - جیسے کہ امعاء میں غذا کا فضلہ جمع ہوتا ہے - اور ان پر قیود حیوانیہ متعین ہیں - جنکا محل ارادہ طبیعت ہے - ضرورت کے وقت فضلات باہر نکلجاتے ہیں - اور جس میں صلاح بدن ہوتی ہے - وہ باقی رہتا ہے - پھر جب معدہ طعام سے خالی ہوجاتا ہے - تو اسمیں تھوڑا سا صفراء آگرتا ہے - جس سے بھوک کی تحریک پیدا ہوتی ہے - اور غذا کی حاجت پڑتی ہے - تاکہ تحلیل شدہ غذا کے قائم مقام

بنے ✦

اعضاء ظاہری میں سے آنکھیں ہیں۔ جن کے لئے گوشے اور پلکیں ہیں۔ جو حدقہ کا حجاب ہیں۔ اور بھویں آنکھوں کے لئے روک ہیں۔ کہ انہیں ہر تکلیف سے بچاتی ہیں۔ ہاتھ بڑی بڑی ہڈیوں سے پیدا کئے گئے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک حسب ضرورت نصف بھی حرکت کر سکتا ہے۔ اور پورا بھی۔ پھر ہر ہاتھ کی پانچ پانچ انگلیاں ہیں۔ جو بمنزلہ رعیت کے ہیں۔ اور ان میں ایک انگلی ایسی ہے جو بمنزلہ حاکم کے ہے۔ اور باقیوں کے سروں تک پہنچ سکتی ہے۔ پاؤں کی بھی پانچ پانچ انگلیاں ہیں۔ کہ جن میں سے اگر ایک کم ہو جائے۔ یا ایک زیادہ ہو جائے۔ تو حد کفایت سے نکل جاتا ہے۔ اور اس شخص کو ضرر پہنچتا ہے۔ اور اس سے زیادہ ہونے میں کوئی فائدہ نہیں۔ اور اس عدد سے کمی میں بھی بے شمار نقصان ہیں ✦

پھر ہر وقت بدن کی حالت بدلتی رہتی ہے۔ اور اس میں ایسی چیز ظاہر ہوتی ہے جو اس میں پہلے نہ تھی۔ جیسے بچہ بڑا ہوتا ہے۔ تو اس کے اطراف بدن پر بال اُگ آتے ہیں۔ اور یہ وہ ابخرات ہوتے ہیں جو مصلحت بدن سے بچ رہتے ہیں۔ طبیعت انہیں کھال کے مسامات سے باہر نکال دیتی ہے۔ تو وہ ہوا کے لگنے سے جم جاتے ہیں۔ اور بال بنجاتے ہیں۔ اور وہ بدن کے لئے بمنزلہ نباتات کے ہیں۔ جو زمین کی سطح پر اُگتی ہے۔ شروع میں تو یہ بال غلبہ جوانی اور سودا کے باعث سیاہ ہوتے ہیں۔ پھر غلبہ بلغم اور حالت کہولت کے باعث ان میں سفیدی آجاتی ہے۔ اور کبھی کبھی ان ردی ابخرات کی کثرت سے جو تفکرات اور ہموم سے پیدا ہوتے ہیں یا کثرت جماع سے بھی قبل از وقت سفید ہو جاتے ہیں۔ بڑھاپے سے اعصاب و اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ اور بدن کے مجاری کھل جاتے ہیں۔ اور یہ حالت گویا پیغام موت ہوتا ہے ✦

آلہ تناسل کی بناوٹ اعصاب و عروق سے ہے۔ جنکی جڑ جیسی جگر۔ دل اور دماغ سے متصل ہیں۔ یعنی تمام اعضائے رئیسہ سے مربوط ہیں۔ نیز یہ عضو منی اور نطفہ کی گذرگاہ بنایا گیا ہے۔ یعنی جب انسان اس امر میں فکر کرتا ہے۔ تو قوت شہوانیہ میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اور مزاج گرم ہو کر حرارت بڑھتی ہے اور ابخرات شہوانیہ اُٹھکر آلہ میں ہیجان پیدا کرتے ہیں۔ تب وہ منی آلہ کا قصد کرتی ہے۔ اور عروق اُس کے بخارات سے پُر ہو جاتی ہیں۔ اور کامل نعوظ پیدا ہوتا ہے

اور اس طرح نطفہ رحم میں جا پہنچتا ہے۔ اور اسے ہوا اس تک نہیں کرتی۔ کیونکہ وہ تین اندھیروں یعنی پردوں میں ہوتا ہے۔ اور طبیعت اپنی خواہش کو پورا کرکے فراغت حاصل کرتی ہے۔ اور اس قانون قدرت کی مراد پوری ہوتی ہے جس پر پیدائش انسانی کی بنا ہے جس سے کوئی پیدا ہوتا ہے۔ اور کوئی مرتا ہے۔ لیقضی اللہ امراً کان مفعولا +

اب تم ان احوال بدنیہ میں غور کرو۔ اور اپنے جسم کی کیفیات میں تامل کرو۔ اور اسکی مضرتوں اور منفعتوں اور تمام اعضاء وآلات میں فکر کرو۔ کیونکہ ہر عضو کے لئے ایک آفت وفائدہ اور ہر جزو میں نفع وضرر ہے۔ اور طبیب کو خدائے تعالےٰ کی حکمت کے حقائق ودقائق معلوم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ تو صرف اخلاط اربعہ کے احوال میں غور کرتا ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں۔ کہ خدائے تعالےٰ نے اس شہر کو دو عمودوں پر کیوں کھڑا کیا ہے۔ اور اس میں کس کس کو بسایا ہے۔ اسلئے تم غور کرو۔ اور عمارت بدن کی اصلاح میں مشغول ہو۔ کیونکہ تجھ پر تیرے نفس کا حق ہے۔ لذات بدنیہ پر قناعت نہ کرو۔ بلکہ بدن کی حفاظت تم پر اسلئے لازم ہے۔ کہ نفس کی اصلاح کرو۔ مصلحت بدن کے لئے نفس کی رعایت لازم نہیں۔ کیونکہ بدن تو فنا ہو جائیگا۔ خواہ تم اسکی کتنی ہی حفاظت کرو۔ اور نفس کبھی نہیں مریگا۔ خواہ تم اسکی اصلاح سے اعراض ہی کرو +

واضح رہے۔ کہ خون ... فاسد سے بہتر ہے۔ کیونکہ خون فاسد کی سوائے اسکے اور کوئی اصلاح نہیں۔ کہ اسے بذریعہ فصد بدن سے خارج کر دیا جائے۔ ان اخلاط اربعہ میں اگر ایک زیادہ ہو جائے۔ تو مزاج بگڑ جاتا ہے۔ کیونکہ مزاج کی مصلحت ان اخلاط کے اعتدال سے ہی ہے۔ اور خلط فاسد کی اصلاح یا تو فصد کھولنے سے ہوتی ہے۔ یا اسہال سے یا قے سے +

تمہیں ہمارے اس بیان میں غور کرنا چاہئے۔ اور اگر مرض غلبہ پا جائے۔ تو اسکی تسکین میں مشغول ہونا چاہئے۔ اور اگر اسکی تسکین نہ ہو سکے۔ تو اسے دل سے باہر نکال پھینکنا چاہئے۔ کیونکہ جسطرح ردی خلط سے بدن فاسد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نفس ردی سے نفس فاسد ہو جاتا ہے۔ اور فساد نفس فساد بدن سے بہت برا ہے۔ اور آفت دین آفت بدن سے بہت بری ہے۔ پس غلبہ خون کے وقت فصد کھلوانی چاہئے اور غلبہ حرص وہوا کے وقت میانہ روی اختیار کرنی چاہئے۔ اور فضلات کی زیادتی

کے وقت اسہال لینے چاہئیں۔ اور ان امور سے نزول ہونے سے پہلے بچنا چاہئے۔ کیونکہ علاج میں تاخیر کرنے سے بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور معرفت نفس میں بیشمار فوائد ہیں۔ پس تمہیں ضروری ہے۔ کہ اپنی اور اپنے نفس کی آفت میں غور کرو۔ تاکہ تمہیں خدا کی حقیقت اور اس کے اسماء کا بطلان معلوم ہو جائے +

مذکورہ بالا اعضاء میں سے ہر عضو کے لئے ایک ہیئت و صورت اور مادہ ہے جس سے اسکی ترکیب ہے۔ پس اس کی حقیقت کو معلوم کرلو۔ جو کوشش کرتا ہے وہ حاصل کرلیتا ہے۔ اور جہال و ملحدوں کے اقوال پر فریفتہ نہ ہو جاؤ۔ کہ ان سے مزاج فاسد ہو جائیگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ فاسد مزاج والا علاج قبول نہیں کرتا +

تیسری فصل ہیئات اعضاء کی کیفیت میں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى الَّذِي خَلَقَ فَسَوّٰى واضح ہو۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کا ہر عضو و آلہ ایک لطیف ہیئت پر بنایا ہے۔ اور اس میں کئی حکمتیں مخفی رکھی ہیں۔ کیونکہ وہ سب سے بڑا جاننے والا اور سب سے بڑا حاکم ہے۔ تم اس عالم اسباب میں دیکھتے ہو کہ معمار جب کسی کا مکان بنانا چاہتا ہے۔ تو وہ اس کی بنیادوں ستونوں اور دیواروں وغیرہ کو جتنی ارکان نہایت مستحکم اور مضبوط بناتا ہے۔ خدائے تعالےٰ نے بدن انسانی کی تقویم و ترکیب کی بابت فرمایا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۔ پس اس نے ہر ایک عضو اور آلہ کو ایک مناسب اور موزوں شکل عنایت کی ہے۔ تاکہ اس اعلےٰ اور عمدہ شہر کی بنیاد مضبوط اور مستحکم ہو۔ اب ہم مختصر طور سے ان آلات و اعضاء کی ہیئات بیان کرتے ہیں +

پہلا آلہ دماغ ہے جس کے کئی ایک پردے ہیں۔ جنہیں بطون کہتے ہیں۔ ان میں سے دو تو دماغ کے شروع میں ہیں۔ اور ایک اس کے وسط میں۔ اور ایک اخیر میں اس شکل کے موافق ⌶ ۔ اور ان مجاری کے پاس بہت سی ایسی اشیاء ہیں۔ جنہیں بعض اوقات بند کرلیتا ہے۔ اور بعض اوقات کھول لیتا ہے۔ اس میں دو ایسی غدودیں ہیں جو پستان کی گھنڈی کے مشابہ ہیں۔ نیز دماغ میں دو جھلیاں

ہیں۔ ایک تو نہایت سخت ہے۔ اور دوسری نرم۔ نرم جھلی تو دماغ سے ملصق ہے اور سخت جھلی کھوپری کی ہڈی سے ملی ہوئی ہے۔ اور دماغ سے بھی کئی جگہ ملصق ہے پھر اس سخت جھلی میں دو جگہ کثرت سے سوراخ ہیں۔ جس کی تفصیل کتب طب میں موجود ہے +

آنکھ سات طبقوں اور تین رطوبتوں سے مرکب ہے۔ پہلا طبقہ صلبیہ ہے جو ایک سخت جھلی ہے۔ اس کے بعد طبقہ مشیمہ ہے۔ جو مشیمہ یعنی بچہ دان کے مشابہ ہے۔ اس کے بعد ایک اور جھلی ہے۔ جس کو طبقہ شبکیہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد طبقہ عنکبوتیہ ہے۔ بعد ازاں طبقہ عنبیہ ہے۔ اسے ایک کثیف و صاف وشفاف جسم ڈھانکے ہوئے ہے۔ جو سفید سینگ کے باریک پتر سے کے مشابہ ہے۔ اسے طبقہ قرنیہ کہتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ بلوری برتن کے ساتھ کوئی رنگ دار چیز لگادیں۔ تو بلور کی اس جگہ سے وہی رنگ ظاہر ہوگا۔ اس کے اوپر پھر ایک سفید رنگ کا سخت جسم ہے۔ جسے ملتحمہ کہتے ہیں۔ اور یہی آنکھوں کی سفیدی ہے۔ رطوبتوں میں سے پہلی رطوبت زجاجیہ ہے۔ اور دوسری جلدیہ ہے۔ اور تیسری بیضیہ ہے۔ اور انڈوں کی سفیدی کی طرح ایک سیال چیز ہے +
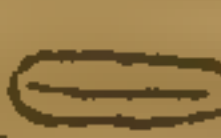
ناک کا اوپر کا حصہ دو قسموں میں منقسم ہے۔ جن میں سے ایک تو حلق کے اندر چلا جاتا ہے۔ اور دوسرا اس ہڈی تک پہنچتا ہے۔ جو دماغ کے اگلے حصہ میں بمنزلہ پونی کے رکھی ہوئی ہے۔ یہ حصہ سونگھنے کے کام آتا ہے۔ اور دوسرا سانس لینے کے +

کان سننے کا آلہ ہے۔ اور ایک سخت ہڈی میں رکھا ہوتا ہے۔ جسے عظم حجری کہتے ہیں۔ اور یہ ایک گھونگے کے شکل کی تھیلی ہے۔ جس میں سے آواز گذرتی ہوئی قصبہ خامسہ تک جا پہنچتی ہے۔ جو دماغ میں لگا ہوا ہوتا ہے۔ اور جہاں قوت سامع ہے +

زبان ایک نرم اور سفید گوشت ہے۔ جس میں بیشمار باریک رگیں۔ شریانیں اور پٹھے ہیں۔ اس کے نیچے جڑ کے پاس دو بوٹیاں سی ہیں۔ جن سے لعاب پیدا ہوکر اطراف منہ میں پھیلتا ہے۔ اس جگہ کا نام مولد اللعاب ہے +

حلق۔ منہ کے اخیر میں دو راستے ہیں + جو زبان کے زیادہ قریب ہے۔ اُسے

نرخرہ یا حلقوم کہتے ہیں + اور دوسرا راستہ اس کے پیچھے گدّی کے زیادہ قریب ہے جسے مری کہتے ہیں۔ کھانا پینا اسی سے معدہ میں جاتا ہے + حلقوم کے اوپر ایک ڈٹ سا لگا ہوا ہے۔ جو نگلنے کے وقت بند ہو جاتا ہے۔ تاکہ کھانے پینے کی کوئی چیز اس میں داخل نہ ہو۔ اور اگر اس میں کوئی چیز داخل ہو جائے۔ تو سانس کی نلی میں ایک دغدغہ سا پیدا ہو کر نہایت تکلیف دِہ حالت پیدا ہوتی ہے۔ یہ اس حالت کے مشابہ ہوتی ہے جو چھینکوں کے پے درپے آنے جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر جب سانس باہر آتا ہے۔ تو وہ چیز بھی ساتھ ہی باہر نکل آتی ہے۔ اور یہہ ہیئت نہایت ہی عجیب واقع ہوئی ہے۔ کیونکہ پھیپھڑا آلہ سانس ہے۔ نہ کہ آلہ غذا۔ اسلئے احتیاط اسی میں ہے۔ کہ یہ راستہ کھانے پینے کے وقت بند ہو جایا کرے۔ اور سانس کے وقت کھل جایا کرے +

نرخرے۔ پھیپھڑے۔ سینے اور اس کے حجاب وعضلات سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہ آواز تنفس کے ساتھ حلقوم میں پہنچکر ایک جسم سے جاملتی ہے۔ جو لسان مزمار کے مشابہ ہے۔ اور بعد ازاں زبان۔ ہونٹوں اور دانتوں کی مدد سے حروف پیدا ہوتے ہیں +

واضح ہو۔ کہ ہنسلی سے لیکر کمر تک پیٹ کے اندر دو بڑے بڑے جوف ہیں ان میں سے ایک تو اوپر ہے جس میں پھیپھڑا اور دل ہے۔ اور دوسرا اس سے نیچے ہے۔ جس میں معدہ۔ امعاء۔ جگر۔ طحال۔ پتہ۔ مثانہ۔ گُردے۔ اور رحم ہیں۔ ان دونوں جوفوں کو ایک شئے جُدا کرتی ہے۔ جسے حجاب کہتے ہیں۔ پھر اوپر والے جوف کی دو قسمیں ہیں۔ جن کے درمیان ایک اور حجاب ہے۔ اور ان تینوں جوفوں کی صورت اس طرح ہے۔ [شکل] ۔ اوپر والے تمام جوف کا نام صدر یعنے سینہ ہے۔ بہرحال پھیپھڑے کے دو حصّے ہیں۔ نصف حصّہ سینہ کے دائیں جوف میں ہے۔ اور نصف حصّہ بائیں جوف میں ہے۔

نرخرہ گول اور کرکری (کُرکُری) ہڈیوں سے مرکب ہے۔ مگر بالکل گول نہیں ہے۔ بلکہ دائرہ کے دو ثلث حصہ کی طرح ہیں۔ اور اوپر ایک نرم جھلی منڈھی ہوئی ہے جو ایک خط مستقیم کی سی ہے۔ جیسے یہ شکل [شکل] ہے +

دل کی شکل صنوبری ہے۔ جسکا مخروطی سر بائیں کے نیچے کی طرف لٹکا ہوا ہے۔ اور اسکی جڑھ یعنے موٹا حصہ اوپر کیطرف ہے۔ اور اسپر ایک موٹی جھلی کا غلاف

ہے۔ جواسے گھیرے ہوئے ہے۔ دل سینہ کے وسط میں ہے۔ مگر اسکا مخروطی سر
بائیں جانب مائل ہے۔ اور اس کی بائیں جانب سے ایک بڑی شریان شہ رگ کے پاس
پیدا ہوتی ہے۔ دل کے اندر دو بڑے خانے ہیں۔ ایک دائیں جانب ہے اور دوسرا
بائیں طرف ہے۔ اور اسکی جڑھ میں غضروف کے مشابہ ایک چیز لگی ہوئی ہے۔ گویا کہ وہ
تمام دل کا قاعدہ ہے۔ اور دائیں بطن سے بائیں بطن کیطرف راستے ہیں۔ پھر دائیں خانہ
میں دو منہ ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جس میں وہ رگیں داخل ہوتی ہیں۔ جو جگر
سے آتی ہیں۔ اور انہیں رگوں کے ذریعہ دل کے دائیں خانہ میں جگر سے خون آتا ہے
اور دوسرے منہ میں وہ رگ داخل ہوتی ہے۔ جو پھیپھڑے کی طرف جاتی ہے۔
اور ایک غیر متحرک رگ ہے۔ جسے اہل تشریح عرق شریانی کہتے ہیں۔ کیونکہ شریان
ہمیشہ باقی رگوں سے موٹی ہوتی ہے۔ دل کے بائیں خانہ میں بھی دو منہ ہیں۔ ایک
تو اس بڑی شریان کا منہ ہے جس سے ہاتھوں کی تمام شریانیں پیدا ہوتی ہیں۔
اور دوسرا منہ اس شریان کا ہے۔ جو پھیپھڑے سے آتی ہے۔ اور اسی کے ذریعہ
پھیپھڑے سے قلب میں ہوا آتی ہے +

مری اور معدہ۔ ہم پہلے بتلا آئے ہیں۔ کہ منہ میں دو راستے ہیں۔ ایک تو
سانس کا جو پھیپھڑے کو گیا ہے۔ جسے نرخرہ کہتے ہیں۔ اور دوسرا کھانے پینے
کا جو معدہ تک پہنچتا ہے۔ اور اسے مری کہتے ہیں۔ یہ حلق سے لیکر معدے تک
جا پہنچی ہے۔ جہاں اس سے ایک مٹکے کی شکل کا تھیلی سا آ ملتا ہے۔ وہی معدہ
ہے جب اس میں کھانا پہنچتا ہے۔ تو معدہ کا منہ بند ہو جاتا ہے۔ اور طعام اور
پانی اس سے باہر نہیں نکل سکتا۔ حتیٰ کہ ہضم ہو جاتا ہے۔ یا بدہضمی ہو جاتی ہے
پھر اسکا نچلا حصہ کھل جاتا ہے۔ اور جو کچھ فضلہ معدہ میں ہوتا ہے۔ وہ امعاء
میں جا پہنچتا ہے +

امعا یعنی انتڑیوں کی حالت

انتڑیوں کے کئی طبقے ہیں۔ اور طبقہ داخلی پر لزوجات ہیں جو بمنزلہ ترصیص کے
ہیں۔ انتڑیاں کل چھ ہیں۔ تین باریک جو اوپر کی طرف ہیں۔ اور تین موٹی جو نیچے
کی طرف ہیں۔ باریک انتڑیوں میں سے جو معدے کے نچلے حصہ سے متصل ہے

اسے اثنا عشری کہتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ والی کا نام صائم ہے۔ اور جو اس کے بعد ہے۔ اسکا نام وتنیق ہے۔ اور اس کے نیچے والی کا نام اعور ہے۔ اور یہ ایک کشادہ انتڑی ہے۔ پھر اس کے ساتھ قولون ہے۔ اور اس کے پاس امعاء مستقیم اس امعاء کے پاس ہی دُبر ہے۔ اور اس پر ایک عضلہ ہے۔ جو پاخانہ کو نکلنے سے روکتا ہے۔ حتیٰ کہ طبیعت اسے مطلع کرتی ہے ❖

جگر - جگر دائیں طرف پیٹھ کی اوپر کی پسلیوں کے نیچے لگا ہُوا ہے۔ شکل اس کی ہلالی ہے۔ اِس کا پچھلا حصّہ جگر کی پسلیوں سے متصل ہے۔ اور درمیانی حصّہ معدے سے ملا ہوا ہے۔ اور نچلا حصّہ کولہے سے ملا ہوا ہے۔ جگر بہت سے رباطات سے بندھا ہُوا ہے جو اس جھلّی سے پیدا ہوتے ہیں جو اس کے اوپر لپٹی ہوئی ہے۔ جگر کے اندر سے ایک نلی نکلتی ہے۔ جسے باب الکبد کہتے ہیں بصورت تو اسکی رگ کی سی ہے۔ مگر اس میں خون نہیں ہوتا۔ پھر ان اقسام کے آگے اور بہت سی قسمیں ہیں۔ بعض کے ذریعہ تو معدے اور اثنا عشری سے پانی آتا ہے۔ اور بہت سی امعاء صائم کی طرف جاتی ہیں۔ اور پھر اور امعاء میں سے ہوتی ہوئیں امعاء مستقیم تک جا پہنچتی ہیں۔ اور انہیں کے ذریعے جگر کیطرف غذا آتی ہے ❖

طحال - طحال یعنی تلی کی شکل مستطیل ہے۔ اور وہ بائیں جانب رباطات سے بندھی ہوئی ہے۔ جو اس کے اوپر کی جھلّی سے متصل ہیں۔ طحال ایک طرف سے معدہ کو ملی ہوئی ہے۔ اور اس میں سے دو رگیں نکلتی ہیں۔ جن میں سے ایک قعر جگر میں جا ملتی ہے۔ اور دوسری فم (منہ) معدہ سے جا متصل ہوتی ہے ❖

پتّہ - پتّہ جگر سے متصل ہے۔ اور اس کے دو راستے ہیں۔ ایک تو قعر قلب سے جا ملتا ہے۔ اور دوسرا شاخ در شاخ ہو کر اوپر کی انتڑیوں اور معدہ کے نچلے حصّہ سے جا ملتا ہے ❖

گُردے - گُردے جگر کے قریب دونوں پہلوؤں میں لگے ہوئے ہیں۔ اور دایاں گُردہ ذرا اوپر رکھا گیا ہے۔ اور ان دونوں کی دو گردنیں ہیں۔ ایک تو اس بڑی رگ سے جا ملتی ہے جو جگر سے آتی ہے۔ اور دوسری نیچے کو جا کر مثانہ سے جا ملتی ہے۔ اور یہ دونوں مجرائے بول ہیں۔ اور انہیں حالبین کہتے

ہیں +

مثانہ ۔ مثانہ پیشاب جمع ہونے کی جگہ ہے ۔ اور اس کا مقام دُبر اور عانہ کے درمیان ہے ۔ اور یہ دو طبقوں سے مرکب ہے ۔ اور اس کے منہ پر ایک پٹھا ہے ۔ جو اسے بند کر دیتا ہے ۔ اور بول کو باہر نکلنے سے روکتا ہے ۔ اور بوقت ضرورت کُھل جاتا ہے ۔ جیسے کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں ۔ چونکہ قضیب اور خصیتین کا مجملاً سا بیان پہلے ہو چکا ہے ۔ اس لئے ہم اس کی مکرر تشریح نہیں کرتے ۔ اور ہر ایک عضو کی بڑی طویل تشریح ہے ۔ جسے حکماء متقدمین نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے ۔ اور ہم نے یہ تھوڑا سا بیان صنعتِ الٰہی کے اظہار کے لئے کیا ہے ۔ تاکہ تم اپنی خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنے دِل میں غور کرو ۔ اور معلوم کر لو کہ خدا تعالےٰ نے تمہیں بے فائدہ پیدا نہیں کیا ۔ چنانچہ فرمایا ہے ۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝ کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا ۔ کہ وہ ایک چیز کو جو ہیئاتِ مذکورہ سے مرکب ہو ۔ پیدا کرے ۔ اور پھر اس کی بنیاد کو منہدم کر کے اس کے نشانات مٹا دے ۔ اور اسکا کوئی مرجع اور بازگشت نہ ہو ۔ پس اس سے اسے حکماء کی حکمت کے لئے ہی نہیں بنایا ۔ بلکہ کسی اور کام کے لئے اسے پیدا کیا ہے ۔ اور اپنی قدرت کو ظاہر کر کے تم پر ایک کلمہ لازم کیا ہے ۔ اور اس دار غرور میں بندوں کو چند یوم تک مہلت دی ہے ۔ بعد ازاں انہیں ماریگا ۔ اور پھر سب کو قبروں سے اُٹھائیگا ۔ اور دلوں کی باتیں ظاہر کی جائینگی ۔ اور ایک منادی جس کی آواز سچی ہوگی ۔ آواز دیگا ۔ کہ ثُمَّ رُدُّوا اِلَی اللّٰہِ مَوْلٰھُمُ الْحَقِّ ۔ پس نہیں لازم ہے ۔ کہ خدائے تعالےٰ کی اس ہزار حکمت سے بنی ہوئی چیز کو اپنی خواہش کی پیروی میں ویسے ہی نہ پھینک دو ۔ اور اپنی جہالت ولائے سے خدا تعالےٰ کی ربوبیت سے منکر نہ بنجاؤ ۔ اور اس بات کو اچھی طرح سے جان لو کہ شریعت کے تمام ارکان سے ہر ایک رُکن انسان کے لئے ایسا ہی ضروری ہے جیسے اعضاء میں سے ہر ایک عضو ضروری ہے ۔ دیکھو اگر تمہارے جگر یا طحال یا دل یا دماغ میں خلل آجائے ۔ تو اس سے تمہاری زندگی منغص ہو جائیگی ۔ اور تم اس بیماری کے ازالہ میں سخت کوشش کروگے ۔ اسی طرح لازم ہے ۔ کہ اگر ارکان شریعت میں سے کوئی رُکن تم سے فوت ہو جائے ۔ تو اس کے تدارک میں تصحیح بدن سے بھی زیادہ کوشش کرو

کیونکہ شریعت طریقہ آخرت ہے۔ اور آخرت ہی دار القرار ہے۔ دیکھو۔ تو خدائے تعالے نے تمہارے دماغ و دل اور جگر وغیرہ کو کس طرح پیدا کیا ہے۔ اور اسکے مجاری میں طعام کو کس طرح جاری کیا ہے۔ اور اعضاء رئیسہ میں غذا کو کس طرح تقسیم کیا ہے۔ تاکہ تجھ میں قوت پیدا ہو۔ اور تمہارا روح باقی رہے۔ اور اس تھوڑی سی مدت میں تیرا نفس اس آلہ سفیرہ کے ذریعہ علم و معرفت سے کامل ہو جائے۔ پس تمہیں مدت سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔ اور اگر تجھ سے حقوق اللہ میں سے کوئی حق فوت ہو جائے۔ تو اسے ادا کئے بغیر اس کا تدارک مشکل ہے اور کسی رکن کا فوت ہونا موت سے بڑھکر ہے۔ پس اپنے اعضا کی حقیقت میں غور کرو۔ اور ارکان شریعت سے انہیں طلب کرو۔ کیونکہ اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں +

دوسرا باب

ہڈیوں رگوں اور پٹھوں کی تشریح میں جسمیں چار فصلیں ہیں

پہلی فصل پٹھوں کی تعداد اور انکی وضع کی کیفیت میں

واضح ہو۔ کہ اللہ تعالے نے بدن انسانی میں ہڈیوں اور جوڑوں کے درمیان عضلات پیدا کئے ہیں۔ عضلات۔ گوشت۔ پٹھوں اور رباطات سے مرکب ہیں اور یہی حرکات ارادیہ کا آلہ ہیں۔ اور حسب ضرورت اور مواقع انکی شکلیں مختلف ہیں۔ عضلات ہڈی کی حفاظت کرتے ہیں۔ حتٰی کہ وہ ہڈی کی نچلی طرف تک جا پہنچتے ہیں۔ اور اوتار کے ذریعہ جسم کو حرکت دیتے ہیں۔ پس جو پٹھہ بڑے عضو کو حرکت دیتا ہے۔ وہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ اور پھر اس سے ایک یا کئی اوتار پیدا ہوتے ہیں جو اس عضو سے جا ملتے ہیں جس کو یہ عضو حرکت دیتا ہے اور بعض جگہ بہت سے عضلات ایک بڑی ہڈی کو گھیرے ہوتے ہیں۔ وہ عضلات جو اوپر کی پلکوں کو حرکت دیتے ہیں۔ وہ بہت ہی چھوٹے ہیں۔ اور ان کو کوئی وتر نہیں ہے۔ ہر وہ عضو جو حرکت ارادی کرتا ہے۔ اس کے لئے ایک ایسا عضو ہوتا ہے۔ جس کے

ذریعے اس کو حرکت ہوتی ہے +
بدن میں سے جن اعضاء کے لئے ارادی حرکت ہے۔ وہ یہ ہیں۔ پیشانی کی حرکت۔ آنکھوں کی حرکت۔ رخساروں کی حرکت۔ ناک کی دونوں طرفوں کی حرکت۔ ہونٹوں کی حرکت۔ زبان کی حرکت۔ حنجرہ کی حرکت۔ جبڑے کی حرکت۔ سر کی حرکت۔ گردن کی حرکت ہتھیلی کی حرکت۔ بازو کے جوڑ کی حرکت کلائی کے جوڑ کی حرکت۔ پہونچے کی حرکت۔ انگلیوں کی حرکت۔ پوروں کی حرکت۔ تنفس کے لئے سینہ کی حرکت۔ قضیب کی حرکت پیشاب روکنے اور خارج کرنے کے واسطے مثانہ کی حرکت۔ پاخانہ کو روکنے کے لئے امعاء مستقیم کے دونوں طرفوں کی حرکت۔ ران کے جوڑ کی حرکت سینڈلی کے جوڑ کی حرکت۔ پاؤں کی حرکت۔ پاؤں کی انگلیوں کی حرکت۔ ان میں سے ہر حرکت کے لئے ایک عضلہ ہے۔ جو ہڈیوں کی وضع اور شکل میں موافق ہے۔ اور انہی کے ذریعہ یہہ حرکات ہوتی ہیں +
بیان اس اجمال کا یہ ہے۔ کہ چہرے میں پینتالیس (۴۵) عضو ہیں جن میں چوبیس (۲۴) آنکھوں اور پلکوں کو حرکت دیتے ہیں۔ اور بارہ (۱۲) جبڑوں کو اور نو (۹) چہرے کے باقی اعضاء کو +
سر اور گردن کو حرکت دینے والے تینتیس (۳۳) عضلات ہیں۔ جن میں سے نو (۹) زبان کو حرکت دیتے ہیں + اور بتیس (۳۲) حلق اور حنجرہ کو حرکت دیتے ہیں + سات سات عضلات ہر شانہ کو حرکت دیتے ہیں۔ اور تیرہ عضلات ہر بازو کی حرکت کے لئے ہیں۔ اور چار (۴) عضلات خاص بازو پر ہیں۔ اور سترہ (۱۷) عضلات ہر کلائی میں ہیں۔ اور اٹھارہ (۱۸) عضلات ہر کند ھے میں ہیں۔ اور ایک سو سات (۱۰۷) عضلات سینہ کی حرکت کے لئے ہیں اور اڑتالیس (۴۸) عضلات پیٹھ کی حرکت کے لئے ہیں۔ اور آٹھ عضلات پیٹ پر ہیں۔ اور چار عضلات آلۂ تناسل کو حرکت دیتے ہیں۔ اور اسی طرح چار خصیتین کی حرکت کے لئے ہیں۔ ایک عضلہ فم مثانہ کو ضبط کئے ہوئے ہے۔ اور چار عضلات مقعد کو ضبط کرتے ہیں۔ چھبتیس (۲۶) عضلات پنڈلیوں کو حرکت دیتے ہیں۔ اور انکا مقام رانیں ہیں۔ اور اٹھائیس (۲۸) عضلات قدم کو حرکت دیتے ہیں۔ اور بائیس پاؤں کی انگلیوں کو ہلاتے ہیں۔ اور ران کا مقام

قدم پر ہے ؛
پس جالینوس کی رائے کے موافق بدن میں، کل پانچسو انتیس عضلات ہیں۔ ہر ایک عضلہ گویا خدا کی طرف سے بندے کے لئے ایک قیب ہے۔ جو اسے جہالت سے معرفت کی طرف کھینچ رہا ہے۔ اور گمراہی سے ہدایت کی طرف لے جارہا ہے خدائے تعالےٰ نے عضلات پیدا کر کے جسم کی دیواروں کی بنیادوں کو نہائیت مستحکم اور مضبوط کیا ہے۔ اور انہیں حرکات ارادیہ کا سبب بنایا ہے۔ تاکہ ہر عضو ایک طرف حرکت کر سکے۔ بغیر اس کے کہ تمام بدن میں حرکت پیدا ہو۔
اور اے طالب صادق! ہم تجھے آگاہ کئے دیتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے عمل کے لطائف صرف بعض قلوب میں جاری کئے ہیں۔ کیونکہ بعض قلوب کو تو عضلات زآات عالم بصیرت کی طرف حرکت کرنے سے روکتے ہیں۔ اور بعض کو ادراکات کے عضلات عالم بصیرت کی طرف حرکت دیتے ہیں۔ پس حرکات بدنیہ تو عضلات سے ہوتی ہیں۔ اور حرکات روح خطرات سے۔ اور بندوں کی حرکات عالم عبودیت میں اوامر و نواہی سے جو شارع علیہ السلام کے حکم سے صادر ہوتے ہیں۔ پس خدائے تعالےٰ کا ہر ایک امر اور نواہی قالب ثواب و عذاب میں بمنزلہ ایک عضلہ کے ہے۔ اور انہی عضلات کے ذریعہ صالحین و فاسقین کے قلوب میں حرکات پیدا ہوتی ہیں۔ پس تمہیں اپنے عضلات میں غور کرنا چاہیئے۔ یہ بھی معلوم رہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں تمہاری مصلحتوں کے لئے پیدا کیا ہے۔ پس جس طرح وہ تمہارے دل کے مصالح کی حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح تمہیں اس کے اوامر کی بجاآوری سے حفاظت کرنی چاہیئے۔ اور اگر تمہارا قدم راہ حق سے پھسل جائیگا۔ تو تمہارے عضلات میں سے ہر ایک عضلہ عذاب کی قیود میں سے ایک قید بن جائیگا۔ اور جب خدائے تعالےٰ کو کسی ظالم بندے کی ذلت و خواری منظور ہوتی ہے۔ تو اسے اس کے نفس کے ذریعہ ہی عذاب دیتا ہے۔ پس تمہیں اپنے عضلات کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ اور اکاذیب و فضولیات میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالےٰ ظاہری و پوشیدہ حرکات سے بخوبی واقف ہے۔ اور وہی گناہوں کو نیکیوں سے مٹاتا ہے ؛

دُوسری فصل ہڈیوں کی تشریح میں

واضح رہے۔ کہ کھوپری کی طبعی شکل مستدیر ہے۔ مگر پوری گول نہیں۔ اس میں بہت سے سوراخ ہیں۔ جن سے بہت سے اعصاب نکلتے ہیں۔ اور کئی عروق وشرائین ان میں داخل ہوتی ہیں۔ کھوپری اگلی اور پچھلی طرف سے اُبھری ہوئی ہے اس میں سب سے بڑا سوراخ وہ ہے جو گُدّی کی طرف ہے۔ اور حرام مغز کا مخرج ہے۔ کھوپری بہت سے قطعات سے مرکب ہے۔ اوپر کا جبڑا بھی اسی سے پیوست ہے۔ اور اس میں رخسارے۔ کان اور اوپر کے دانت ہیں۔ اور یہ بھی بہت سے قطعات سے مرکب ہے۔ پھر نچلا جبڑا ہے جس میں نچلے دانت اور ٹھوڑی کی ہڈی ہے۔ دانتوں کے علاوہ یہ دو اور بڑی ہڈیوں سے مرکب ہے۔ اور کاسہ سر اور جبڑے کے مابین ایک بڑی ہڈی پیدا کی گئی ہے۔ جسے وتد کہتے ہیں۔ پس اگر احتیاط سے شمار کیا جائے۔ تو تمام کاسہ سر دانتوں کے علاوہ تیئس ہڈیوں سے مرکب ہے جس میں سے چھ تو کھوپری میں ہیں۔ اور چودہ اوپر کے جبڑے کے لئے۔ اور دو نچلے جبڑے میں۔ اور ایک وہ جسے وتد کہتے ہیں۔ ہر ایک جبڑے سولہ سولہ دانت ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک جبڑے میں دو ثنیہ ہوتے ہیں۔ اور دو رباعیہ۔ اور دو کچلیاں۔ اور دو ڈاڑھیں۔ اور پانچ ڈاڑھیں دائیں جانب ہوتی ہیں۔ اور پانچ بائیں طرف ہوتی ہیں۔ بعض وقت ڈاڑھیں چار بھی ہوا کرتی ہیں۔ ڈاڑھوں کے اصول اوپر کے جبڑے میں تو تین تین ہوتے ہیں۔ اور نچلے جبڑے میں دو دو اور باقی دانتوں کا ایک ایک۔ پس سر کی تمام ہڈیاں پچپن ہوئیں۔ سر کے اس بڑے سوراخ سے جو حرام مغز کا مخرج ہے۔ گردن کے مُہرے ملتے ہیں۔ جو سات ہیں۔ اور ان کے بعد حنجرہ کی ہڈی ہے۔ اور بعد ازاں پیٹھ کے مُہرے ہیں۔ اور وہ بھی سات گنے جاتے ہیں۔ حنجرہ کی ہڈی کو جس کی صورت ۸ یہ ہے۔ یونانی زبان میں لام کہتے ہیں۔ دریائی ہڈی کو بعض اہل تشریح غضروف کہتے ہیں۔ اور چھوٹی ہڈیوں کو سمسانیہ کہتے ہیں۔ یہ ہڈیاں بدن کی بنیادیں ہیں۔ اور بمنزلہ اس لکڑی کے ہیں جو بنیادوں کی برابری کام آتی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنی لطیف حکمت سے اس عجیب ہیکل کو بنایا ہے اور اسے ہڈیوں کے اجزاء سے نہایت عجیب کیفیت سے مرکب فرمایا ہے۔ منہ

اس لئے کہ وہ اس کے بنانے کی طرف محتاج نہ تھا۔ یا اسے اپنی صفت دکھانا مقصود تھی۔ بلکہ وہ جواد اور کریم ہے۔ جسے اپنے فضل و کرم سے ایجاد کرنا چاہتا ہے۔ اسے اس کے مناسب حال صورت و وجود عطا فرماتا ہے۔ اور بندوں کا اپنے اوامر و نواہی سے امتحان لینے اور آزمانے کے لئے کچھ عرصہ تک انہیں اس دار الغرور میں مہلت دیتا ہے۔ اس نے شرع اور سنت کے ذریعے کئی احکام طاعت بندوں پر واجب و لازم کئے ہیں۔ اور ہر ایک جوڑ و عضو پر ایک صدقہ ہے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ علٰی کل سلالۃ من ابن ادم صدقۃ۔ اور یہ صدقہ خدا تعالےٰ کی عبادت یا مسلمانوں کی معاونت میں حرکت کرنا ہے۔ پس جو شخص اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعظیم کرنے اور اس کی مخلوق پر شفقت کرنے سے ہڈیوں کا صدقہ ادا کریگا۔ تو بعد از مردن اس کی ہڈیاں بوسیدہ نہ ہونگی۔ اور جو شخص خدا تعالےٰ کے ذکر سے اعراض کریگا تو اس کی ہر ایک ہڈی اس کے لئے بمنزلہ ایک قید اور عذاب کے بنجائیگی۔ خدا تعالےٰ جس طرح اس کو اپنے فضل و جود سے بنایا ہے۔ اسی طرح اپنی عزت و جبروت سے اسے منہدم بھی کریگا۔ کیونکہ وہ جبار اور منتقم ہے۔ زندوں کو مارتا ہے۔ اور ہڈیوں کو بوسیدہ کرتا ہے اور اجزاء کو جدا جدا کر دیتا ہے۔ اور یہ اسلئے کہ تمام لوگوں کو اسکا اس عالم سے غنی اور بے نیاز ہونا معلوم ہو جائے۔ مگر وہ اپنی موجودات کو حقیقتہً فنا نہیں کرتا۔ بلکہ اس معنے کر کے کہ وہ موجودات کی صورت تبدیل کر کے ایک نئے قالب میں نہیں ڈھال دیتا ہے۔ تاکہ ممکنات موجودہ کا فنا ہونا صادق ہو جائے۔ پھر ہر ایک عضو بلکہ ہر ایک ذرے کو ایسی صورت میں پیدا کریگا۔ جو اس کے لائق و شایاں ہوگی۔ خدائے تعالےٰ نے اپنے پاک کلام میں منکرین حشر کی مذمت کی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا ۝ یعنے جس طرح اس نے تمہیں پہلی مرتبہ زندہ کیا ہے۔ اسی طرح دوسری مرتبہ بھی زندہ کریگا۔ پس جان لو۔ کہ اللہ تعالےٰ ہڈیوں کو انکے بوسیدہ ہو جانے کے بعد زندہ کریگا۔ پس تمہیں لازم ہے۔ کہ عرفان کی ہڈی کو جہالت کے قہر سے نہ توڑو۔ اور اللہ تعالےٰ کے ذکر اور اسکی طلب میں مشغول رہو۔ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

تیسری فصل اعصاب کی تشریح کے بیان میں

جاننا چاہئے۔ کہ خداوند تعالےٰ نے پٹھوں کو بہ ضبوط۔ پیکدار۔ اور ہڈیوں کی بیرونی طرف کا محافظ پیدا کیا ہے۔ اور انکے ذریعے بدن کے تمام اعضاء کو آپس میں باندھ دیا ہے۔ تمام اعصاب یا تو دماغ سے نکلتے ہیں۔ یا حرام مغز سے نکلتے ہیں۔ جو دماغ سے نکلکر عصعص یعنی سرین کی ہڈی تک جا پہنچتا ہے۔ حرام مغز کے ہر ایک مُہرے کو جائے التقا سے دو پٹھے نکلتے ہیں۔ جن میں سے ایک تو دائیں جانب چلا جاتا ہے۔ اور دُوسرا بائیں طرف۔ اور یہی سلسلہ اخیر تک چلا جاتا ہے۔ دماغ سے سات جوڑے یعنے چودہ (۱۴) اعصاب نکلتے ہیں۔ پہلا جوڑا تو مقدم دماغ سے نکل کر گردن کیطرف آتا ہے۔ اور انہی سے حس بصر پیدا ہوتی ہے دوسرا جوڑا زوج اوّل کی جائے پیدائش سے بعد پیدا ہوتا ہے۔ اور زوج ثالث زوج ثانی کے بعد نکلتا ہے۔ جہاں کہ دماغ کا بطن مقدم ختم ہوتا ہے۔ اور زوج رابعہ سے جا ملتا ہے۔ جو اس کے بعد ہے۔ پھر اس سے علیحدہ ہوکر چار اقسام میں منقسم ہو جاتا ہے۔ اور زوج رابعہ کا منشاء زوج ثالث کے منشاء کے بعد ہے زوج خامس کے بعد حصے سے تو حس سمع حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض حصے سے اس عضلہ کی حرکت پیدا ہوتی ہے۔ جو رخسارے کو حرکت دیتا ہے۔ زوج سادس کا بعض حصہ تو حلق اور زبان کی طرف چلا جاتا ہے۔ اور بعض حصہ اس عضلہ کیطرف چلا جاتا ہے۔ جس کے اخیر میں کندھا ہے۔ اور زوج سابع مؤخر دماغ سے اس جگہ شروع ہوتا ہے۔ جہاں سے حرام مغز پیدا ہوتا ہے۔ اور زبان اور حنجرہ کے عُضلہ میں پھیل جاتا ہے۔ نخاع سے اکتیس (۳۱) زوج عصبات کے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ایک عصبیہ فرد ہے جسکا کوئی مقابل نہیں ہے۔ سات زوج عصبات تو گردن کے مُہرے سے نکلتے ہیں۔ اور بارہ زوج عصبات پشت کے ان مُہروں سے نکلتے ہیں۔ جو سینہ کے مقابل ہیں۔ اور پانچ زوج عصبات پشت کے زیریں حصے سے نکلتے ہیں۔ اور تین سرین کی ہڈی سے اور تین عظم عصعص سے۔ پس تمام ازواج عصبات جو دماغ اور نخاع یعنی حرام مغز سے نکلتے ہیں۔ اڑتیس زوج ہیں اور ایک فرد ہے جسکا کوئی مقابل نہیں +

شکل کا ہے۔ اور جو طرف باہر سے محدب ہے۔ وہ اندر کی جانب سے مقعر ہے۔
پس جگر کے محدب سے ایک بڑی رگ پیدا ہوئی ہے۔ اور تھوڑی ہی دُور چل کر
اس کی دو شاخیں ہوگئی ہیں۔ ایک جو اُن میں سے بڑی ہے۔ وہ بدن کے نچلے
حصّہ کی طرف جاتی ہے۔ تاکہ اعضائے زیرین کو خون پہنچائے۔ اور دُوسری شاخ
اوپر کی طرف گئی ہے۔ تاکہ اعضائے عالیہ کو خون پہنچائے۔ اور یہ دُوسری قسم
حجاب صدر کے پاس سے ہوکر گذری ہے۔ اور وہیں اُسکی دو قسمیں ہوگئی ہیں۔
جو حجاب میں سے گذر کر پھر بہت سی چھوٹی چھوٹی رگوں میں منقسم ہوگئی ہیں۔ اور
غلاف قلب سے جا ملی ہیں۔ پھر اِن میں سے ایک بڑی شاخ نکل کر قلب کے دائیں
کان سے جا ملتی ہے۔ اور وہاں اس کی تین قسمیں ہو جاتی ہیں۔ ایک شاخ تو دل کے
دائیں تجویف میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور دُوسری دِل کے گِرد گھومتی ہے۔ اور
تیسری سینہ کی نچلی طرف سے جا ملتی ہے۔ قلب سے گذر کر یہ رگ سیدھی
ترقوتین کے مقابل پہنچتی ہے۔ اور وہاں اسکی کئی چھوٹی چھوٹی شاخیں ہو جاتی ہیں۔
اور بغل کے مقابل جا کر اس سے ایک بڑی شاخ نکلتی ہے۔ جو ہاتھ کی طرف آتی
ہے۔ باسلیق اسی کو کہتے ہیں۔ پھر جب یہ رگ ترقوہ کے درمیانی حِصّہ کے مقابل
پہنچتی ہے۔ تو وہاں اسکی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک تو دائیں طرف کو جاتی ہے
اور دوسری بائیں طرف کو۔ اور پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو شاخیں ہو جاتی
ہیں۔ ایک شاخ تو شانہ پر سے گذر کر پچھلی طرف سے ہاتھ میں آتی ہے۔ اسے
قیفال کہتے ہیں۔ اور دوسری قسم سے ایک شاخ تو گردن کیطرف جا کر کھوپری میں
جا داخل ہوتی ہے۔ اور اعضائے دماغیہ کو خون پہنچاتی ہے۔ اور گردن سے گذرتے
وقت بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخوں میں پھیل جاتی ہے۔ دُوسری ظاہری حِصّہ میں
اوپر کو چڑھتی ہوئی۔ چہرے۔ سر۔ گردن اور ناک میں پہنچکر خون پہنچاتی ہے۔ عرق
کتفی بازو میں سے گذرتے وقت بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخوں میں منقسم ہو جاتی ہے
اور بازو کے اوپر کے حِصّہ کو خون پہنچاتی ہے۔ اور عرق الابطی سے ایک شاخ بازو
کے اندرونی حِصّہ کا تسقیہ کرتی ہے۔ جب بغل اور شانہ کی دونوں رگیں کہنی کے
جوڑ کے پاس پہنچتی ہیں۔ تو آپس میں مل جاتی ہیں۔ اور ان میں سے ایک شاخ پیدا
ہوتی ہے جس کا نام اکحل ہے۔ اور ایک قِسم کلائی کے اوپر کی طرف پہنچے میں
پہنچتی ہے۔ اسکا نام حبل الذراع ہے۔ اور بغل کی رگ میں سے ایک قِسم

کلائی اندر سے ہوکر پہنچے کی نچلی طرف پہنچتی ہے۔ اور انہیں سے ایک شاخ خنصر اور بنصر کے بیچ میں جاتی ہے۔ اس کا نام اُسیلم ہے +

وُہ رگ جو بدن کے نچلے حصّہ کی طرف جاتی ہے۔ اس میں سے ایک شاخ گُردوں اور اُن کے بیرونی پردوں کی طرف گئی ہے۔ اور پھر اسکی دو بڑی شاخیں ہوگئی ہیں جو گُردوں کے جوف میں داخل ہوتی ہیں۔ اور دو شاخیں خصیوں جاتی ہیں۔ اور مُہرہ پُشت کے پاس سے دو رگیں نکلکر دونوں اطراف میں جاتی ہیں۔ اور رحم مثانہ وغیرہ اعضائے ذریبہ کو خون پہنچاتی ہیں پھر اس رگ میں سے ایک شاخ دائیں پاؤں کی طرف جاتی ہے۔ اور دُوسری بائیں پاؤں کی طرف جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اس میں سے اور بھی شاخیں نکلتی ہیں۔ جو رانوں کو خون پلاتی ہیں۔ پھر جب یہ شاخ گھٹنے کے جوڑ پر پہنچتی ہے۔ تو وہاں اسکی تین شاخیں ہو جاتی ہیں۔ اور ایک شاخ تو پنڈلی کے اجزار کو سیراب کرنے کے لئے چلی جاتی ہے۔ اسے مابض کہتے ہیں۔ اور ایک شاخ پنڈلی کی اندرونی جانب سے گذرتی ہوئی ٹخنے کی اندرونی جانب آ ظاہر ہوتی ہے۔ اسکا نام صافن ہے۔ اور دوسری قسم پنڈلی کی بیرونی طرف سے ٹخنے کی بیرونی طرف میں جا نکلتی ہے۔ اسے عرق النساء کہتے ہیں۔ پاؤں پر پہنچکر ان کی کئی شاخیں ہو جاتی ہیں۔ پس جو خنصر اور بنصر کی طرف ہے۔ وہ تو عرق النسا کی شاخ ہے۔ اور جو انگوٹھے کی طرف ہے۔ وہ صافن کی شاخ ہے +

شرائین کے نکلنے کا مقام دل کی بائیں تجویف ہے۔ ان میں سے ایک جو چھوٹی ہے وہ پھیپھڑے میں پہنچکر کئی حِصّوں میں منقسم ہو جاتی ہے۔ ایک شریان سب سے بڑی ہے۔ جس کی دو شاخیں ہوجاتی ہیں۔ ایک تو دل کے دائیں تجویف میں جاتی ہے اور یہ چھوٹی ہے۔ اور دُوسری دل کے گرد پھرتی ہے۔ علاوہ ازیں دو اور شریانیں ہیں۔ جن سے ایک تو بدن کے نچلے حِصّہ کی طرف جاتی ہے۔ اور دوسری اوپر کی طرف۔ اوپر جانیوالی شاخ کی پھر دو قسمیں ہوگئی ہیں۔ ایک شاخ تو بغل کے مقابل جا پہنچی ہے۔ اور وہاں اس میں سے ایک شاخ نکل کر بغل کی رگوں کے ساتھ مِلکر کہنی تک آئی ہے۔ اور یہاں سے اوپر چڑھ گئی ہے۔ اور اکثر آدمیوں کے ابدان میں یہاں سے یہ رگ ظاہر ہو جاتی ہے۔ پھر یہ رگ بغل کی رگ سے ملی ہوئی کہنی کے پاس نیچے اُترتی ہے۔ اور پھر بدن کے اندر گھس کر ایک شاخ کلائی کے جوڑ کے پاس ظاہر ہوتی ہے۔ اور جب کلائی سے آگے پہنچتی ہے۔ تو پہنچے کے پاس اس کی دو شاخیں ہو جاتی

ہیں۔ ایک تو پنجے کی اوپر طرف سے گذرتی ہے۔ اور دوسری پنجے کی نچلی طرف سے گذرتی ہے۔ اور وہ چھوٹی ہے۔ پھر ہتھیلی میں آن کر یہ شریانیں متفرق ہو جاتی ہیں۔ پھر یہ قسم اعلیٰ دو قسموں میں منقسم ہو جاتی ہے۔ اور پھر ہر ایک شاخ کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔ جن میں سے ایک دواج سے گذر کر کھوپڑی کے اوپر تک پہنچتی ہے۔ اور جب اس کے اندر داخل ہوتی ہے۔ تو ایک عجیب تقسیم میں منقسم ہو جاتی ہے۔ یعنے دماغ کے نیچے جال کی طرح بچھ جاتی ہے۔ اطبا اسے شبکیہ کہتے ہیں۔ پھر جب وہاں سے واپس ہوتی ہے۔ تو اس سے دو مساوی شاخیں نکلتی ہیں۔ اور دماغ کی دو حصوں میں جا داخل ہوتی ہیں۔ اور اس شریان کی دوسری شاخ جو چھوٹی ہے۔ وہ چہرے اور سر کی جانب چڑھ جاتی ہے۔ اور اس کا بعض حصہ کان کے پیچھے جا نکلتا ہے۔ وہ شریان جو دل سے نکلکر بدن کے نچلے حصہ کی طرف جاتی ہے۔ وہ مہرہائے پشت کے دائیں بائیں پھیل جاتی ہے۔ اور اس میں سے ایک شاخ تو پھیپھڑے کی طرف جاتی ہے۔ اور ایک شاخ اس عضلہ کی طرف جاتی ہے۔ جو پسلیوں کے بیچ میں ہے۔ اور دو شاخیں حجاب کی طرف آتی ہیں۔ اور وہاں سے معدے۔ جگر۔ طحال اور رحم کی طرف آتی ہیں۔ ایک شاخ نکلکر بیرونی عضلہ کے پاس پہنچتی ہے۔ پھر مہرہائے پشت کے نیچے آکر اس سے دو شاخیں اور نکلتی ہیں۔ جن میں سے ہر ایک پاؤں کیطرف جاتی ہے۔ اور وہاں پہنچکر باقی عروق کی طرح انکی بھی کئی شاخیں ہو جاتی ہیں۔ یہہ دونوں عروق اندر گھسی ہوئی ہیں۔ مگر ایڑی کے پاس ٹخنے کے پیچے ان سے بعض ظاہر بھی ہو جاتی ہیں۔ اور پاؤں کی پشت پر بھی ظاہر ہوتی ہیں ٭

عروق اور شرائین کی یہ مختصر سی تشریح ہے۔ جن کی تفصیل کتب اطبا میں موجود ہے پس اللہ تعالےٰ نے ان عروق و شرائین کو دل کی زمین میں اس طرح پیدا کیا ہے جیسے زمین میں چھوٹی اور بڑی نہریں ہیں۔ اور ان میں خون پانی کی طرح بہتا ہے۔ پس اگر یہ پانی صاف و شفاف ہوگا۔ اعضا کی ٹہنیاں اور اطراف کی شاخیں نہایت اچھی نشو و نما پائینگی۔ اور اگر یہ پانی گدلا ہو جائیگا۔ تو سوائے اسکے اخراج کے اور کوئی چارہ نہ ہوگا۔ ورنہ بدن کی زمین اس کے بہنے سے منہدم ہو جائیگی۔ یہ خون جو عروق میں جا رہی ہے۔ جب زیادہ ہو جاتا ہے۔ تو اسکے بخارات سے قوائے شہوانیہ و غضبیہ پیدا ہوتی ہیں۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ الشیطان یجری فی بنی آدم مجری الدم۔ پھر جیسے کہ عروق بدن کی نہریں ہیں۔ اور خون انکا

پانی ہے۔ اسی طرح خواطر نفس کی نہریں ہیں۔ کہ ان میں موادِ حق کا صاف پانی بہتا ہے جس کی مدد سے زمین فکر میں بصیرت کا درخت پیدا ہوتا ہے۔ اسلئے خون کے اعتدال سے خواطر کے اعتدال کیطرف زیادہ توجہ لازم ہے۔ کیونکہ خون فاسد تو بدن کو ہی فاسد کرے گا۔ اور اس کی اصلاح بجز خارج کرنے کے اور کچھ نہیں۔ اسی طرح فکر فاسد جس پر کدورت غالب آگئی ہو۔ اور وہ خدائے تعالےٰ کی ذات اور اسکی کیفیت میں فکر کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ نفس کو فاسد کر دیتا ہے۔ اور اسکا علاج یہی ہے کہ صمیمِ قلب سے اس کی جڑھوں کو اُکھاڑ دیا جائے اور ٹہنیوں کو کاٹ دیا جائے۔ غلبۂ فکر کا فساد غلبۂ خون کے فساد سے زیادہ ہے۔ خون کثیف غذاؤں سے فاسد ہوتا ہے۔ اور فکر انسانی جہال کی جھوٹی باتوں اور گمراہی کے قولوں سے فاسد ہوتا ہے۔ اِسلئے خدائے تعالےٰ نے خبائث کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۔ حلال اشیا کھانے کے لئے فرمایا ہے۔ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ۔ یعنے کلماتِ حق اور اقوال صادق سنو۔ یعنے وہ کلام موزون جسے عقل و شرع قبول کرلیوے۔ کیونکہ جہال اور ملحدین کے اقوال فکر اور خاطر کو فاسد کر دیتے ہیں۔ اور واردات غیب کو اس سے روک دیتے ہیں۔ اور جوہر نفس اور ذاتِ قلب کو ضرر پہنچاتے ہیں ؎

فکر خواطر کے اندر اس طرح جاری ہوتا ہے جس طرح کہ رگوں میں خون جاری ہے، پس جب کوئی باطل کاٹ کسی کے دل تک پہنچتا ہے۔ تو دل کا جوہر فاسد ہو جاتا ہے۔ اور اس کا علاج یہی ہے کہ دل سے اسے خارج کیا جائے۔ حکما کہتے ہیں کہ طبیب کا فصاد ہونا ضروری ہے۔ کہ جب وہ بیمار میں خون کا غلبہ دیکھے۔ تو فوراً فصد کھول دے۔ اِسلئے اس کے پاس نشتر وغیرہ سامان فصد اور فصد کی جگہ کی اصلاح کرنے والی ادویہ ہونی چاہئیں۔ اور بعد از فصد باقی ماندہ خون مسکنہ و ملطف ادویہ سے تسکین دینی چاہئے۔ کیونکہ جب خون فاسد ہوتا ہے۔ تو اس خون میں قوت فساد باقی رہتی ہے۔ جو ذریعہ فصد نہیں نکلتا۔ البتہ فصد سے اس کا فساد کم ہو جاتا ہے۔ اسلئے بیمار ان تسکین سے اسکا علاج کرنا چاہئے ؎

اسی نکتہ کے باعث عاقل، دانا مرشد اپنے مرید کو سخت ریاضت اور شدت

کا حکم فرماتے ہیں۔ اور خاطر کو تردّدات سے بچانے اور فکر کو انحراف عن الحق سے محفوظ رکھنے کے لئے وساوس بشریہ اور ہواجس شیطانیہ کو دل سے نکالنے کی تاکید کیا کرتے ہیں۔ اور دُنیا اور اس کے فضولیات کی محبت کو مجاری فکر سے برطرف کرنیکا حکم فرماتے ہیں۔ تاکہ یہ بات بمنزلہ خون فاسد کے ہو جائے۔ جس کو تنقیہ سے خارج کیا جاتا ہے۔ اور پھر ذکر الٰہی کی مداومت کا حکم دیتے ہیں۔ کہ بمنزلہ خون فاسد کی تسکین ہو جائے۔ جو رگوں میں باقی رہ گیا ہے +

پھر جب کثرتِ ذکر سے اس کے خون میں تسکین پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کا وقت عمدہ ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت اسے عالمِ غیب میں تفکر کی اجازت دی جاتی ہے۔ اور عالم شہادت میں اعتبار کرنے کی رخصت عطا ہوتی ہے۔ کیونکہ جب فصد و تنقیہ سے مرض دُور ہو جاتا ہے۔ اور بحران کے دن ختم ہو جاتے ہیں۔ تو پھر اسے بغیر افراط و تفریط کے تتبع لذات اور ارتکاب مطالب کی رخصت دی جاتی ہے پس اے طالبِ صادق ہماری اس طب میں غور کرو۔ اور جان لو۔ کہ فکر کا فساد بہت بڑا ہے۔ اور اس کا فساد سوء مزاج سے پیدا ہوتا ہے۔ اور سوء مزاجی کثیف و خبیث کھانے سے پیدا ہوتی ہے۔ جو طبیعت کے ناموافق ہوتا ہے۔ اسلئے لازم ہے۔ کہ فضول باتوں سے دل کو فارغ کر دینا چاہئے جس طرح کہ فصد سے خون فاسد خارج کیا جاتا ہے +

دماغ اور سر کی حرارت کے وقت قیفل کی فصد کھول دینے کا حکم کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ بھی تمہیں حواس کو محرمات سے بچانے اور اپنے گناہوں پر ہمیشہ رونے کا حکم فرماتا ہے۔ کیونکہ رونا بمنزلہ قیفال روح کے ہے۔ پھر تمام بدن کے تنقیہ کے لئے اکحل کے فصد کھولنے کی ضرورت ہے۔ جو نہر بدن ہے۔ اسی طرح شریعت حُبِ دنیا کو دل سے نکالنے کا حکم دیتی ہے۔ جو تمام ان گناہوں کی سردار ہے جو دل سے سرزد ہوتے ہیں۔ جو نہر بدن ہے۔ اور حرص کے خون کو توکل و قناعت کی نشتر سے نکال ڈالو۔ اور خواطر ردیہ اور اخلاق خبیثہ کو مسکّن ادویہ سے اپنے نفس سے دُور کرو۔ جیسے کہ تسلیم۔ اور رضا بالقضاء۔ اور یقین اور احکام خداوندی پر نظر رکھنا۔ اور اس کے اوامر کو بجا لانا +

واضح ہو۔ کہ عروق و شرائین مع اپنی اقسام کے اطبّاء کے نزدیک قریباً تین سو ساٹھ ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے آسمان پیدا کر کے اُس کے بُرجوں کو

تین سو ساٹھ حصوں میں منقسم کیا ہے۔ اور احکام الٰہی آسمانی درجوں سے جاری ہوتے ہیں۔ اور خون تیری رگوں کی نہروں میں جاری ہوتا ہے۔ خون کا منبع دل ہے جس سے بواسطہ عروق و شرائین تمام بدن میں جاتا ہے۔ چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نظر الٰہی کے ساتھ ان نفحات کو تسکین ہونے کی خبر دی ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔ انّ اللہ تعالیٰ ینظر الیٰ قلب کلّ مؤمن فی کلّ یوم ثلٰثمائۃ وستّین نظرۃً فی کلّ نظرۃ یُبدی ویعیدُ۔ اور یہ محض اسلئے کہ وہ اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ اللہ تعالےٰ کی نظر نہ ہی متعدد ہے۔ اور نہ ہی منقطع ہوتی ہے۔ اور نہ متصل ہوتی ہے۔ البتہ وہ آسمان کے درجوں کے مشابہ ہے۔ کیونکہ فلک کے درجات فوائد اور تاثیرات کے لحاظ سے منقسم ہیں اور منجمین کے ذہنوں میں انکے انقسام کے وہمی خطوط موجود ہیں۔ کیونکہ فی الحقیقت مدار فلک انقسام و تجزیہ کے قابل نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی نظر کے فوائد تیرے دل میں تیرے خون کے ساتھ منقسم ہیں۔ جو تیری رگوں میں جاری ہے۔ پس اس نظر کا فائدہ خون کے ساتھ ہر رگ کے ذریعے تمام اعضاء کی طرف پہنچتا ہے۔ اور نظر الٰہی کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دل کو زندہ کرتا اور روح کو مدد پہنچاتا ہے۔ اور اسباب مذکورہ اور آلات مشہورہ سے جوہر نفس کو کامل کرتا ہے۔ خدائے تعالےٰ نے تیرے قالب کو بے فائدہ اور بے کار پیدا نہیں کیا ہے۔ بلکہ اسے ایک حکمتِ عظیم کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور بدن انسانی میں اتنے ہی عروق و عضلات اور اعصاب رکھے ہیں۔ جو عدد میں آسمان کے ستاروں کے موافق یا ان سے بھی زیادہ ہیں۔ ہڈیوں کو بدن کا ستون بنایا ہے۔ اور تجھ سے اپنی عبودیت کا مطالبہ کیا ہے۔ اور معبد ربوبیت میں تجھے مفاصل سے مقید کیا ہے۔ پس اے طالب صادق! خدائے تعالےٰ کی حکمت میں غور کر۔ کہ اس نے روح لطیف کو کیوں اس جسم کثیف میں اعصاب کی قیود اور عروق کے زنجیروں سے مقید کیا ہے۔ اور کسطرح ان تقیدات کو اغیار کے کھولنے سے محفوظ بنایا ہے۔ پس تمہیں اس گرہ لگانے والے کو معلوم کرنا چاہیئے۔ جس نے تیری یہ گرہیں اپنے نام سے لگائی ہیں۔ پس تو بھی بجز اس کے نام کے اور کسی چیز سے انہیں نہ کھول۔ اور اپنے دل کو غلبۂ خون اور قلت خون سے بچا۔ کیونکہ خون کی کمی حرارت غریزی کو بجھا دیتی ہے۔ اور اسکی کثرت حرارتِ اصلیہ کو فاسد کردیتی ہے۔ اور دونوں صورتوں میں دل ہوجاتا ہے

اسلئے جُہال کے اقوال سے پرہیز کرکے اعتدال کو محفوظ رکھو۔ اور اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کی بجا آوری سے اپنی عزت وصحت کو نگاہ رکھو کیونکہ صحت وغنیمت کا جو نفع یہی ایک راستہ ہے۔ باقی سب جھوٹ اور بہتان ہے۔ اور اس سے حسرت اور ندامت پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر تم اس پہلے رستے کو دوست رکھو گے۔ تو جنت میں داخل ہو گے۔ اور وہاں طرح طرح کی بیشمار نعمتیں حاصل کرو گے ✦

نبض اور کمیات اور کیفیات میں اور اسمیں تین فصلیں ہیں۔

پہلی فصل نبض کے بیان میں

واضح ہو۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے اس ہیکل جسمانی کو مرکب کیا۔ تو اس کے قالب کی بنیادیں بنائیں۔ اور دل کے تخت پر خلیفۂ روح کو بٹھایا۔ اور اس دل کو زندگانی کا سرچشمہ بنایا۔ اور اس سے حس وحرکت کے قوا ظاہر کیئے۔ پھر واضح رہے۔ کہ باطن خفی ظاہر جلی کے ساتھ پوشیدہ ہے۔ اور ہر ایک دا [illegible] متعلق ہے۔ کیونکہ وہ بمنزلہ امیر کے ہے۔ اور جگر بمنزلہ وزیر ہے۔ اور حواس واطراف اور آلات واعضا [illegible] اور نوکر دل کی مانند ہیں۔ اور اندرون جسم میں ہی خیر وشر اور نفع وضرر اور رنج وصحت۔ اور تغیر واستحالہ اور اسباب گریز اور وقائع مختلفہ کے حوادث پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہ سب کے سب دل وجگر کے ان انفعالات کی طرف راجع ہیں۔ جو اخلاط اربعہ کے احوال کے اختلافات سے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر صحت کی حفاظت کرنے اور مرض کو دفع کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر جو بات وحالت اندرون جسم میں پیدا ہوگی۔ طبیب معالج کے [illegible] اس کو معلوم نہیں کرسکتے۔ اور نہ اس پر مطلع ہو سکتے ہیں۔ اور جب تک تشخیص مرض [illegible] نہ ہو۔ علاج نہیں ہوسکتا۔ پس اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے اندرونی

حال دریافت کرنے کے لئے ظاہر میں دو دلیلیں قائم کی ہیں۔ تاکہ تمام احوال میں طبیب ان کی طرف رجوع کرے۔ اور حقائق افعال کی اُن سے خبر معلوم کرے۔ اور وہ دونوں چیزیں نبض اور قارورہ ہیں۔ قارورہ سے جگر کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اور نبض سے دل کا۔ اور چونکہ دل جگر سے اشرف ہے۔ اسلئے نبض قارورہ سے افضل ہے۔ قارورہ کو تفسرہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ احوال جگر تفسیر کرتا اور اس کے اوصاف وامراض اور اعراض کو بیان کرتا ہے۔ قارورہ کے لئے دلائل اور کمیات اور کیفیات الوان واوضاع وغیرہ بہت ہیں۔ اور حرقت وحدت اور غلظت رقت وغیرہ کیفیات ہیں۔ جن میں سے ہر ایک حالت منصوصہ پر دال ہے۔ اور احوال جگر کو ظاہر کرتی ہے۔ انکی تفصیل بہت طویل ہے۔ جسکو منظور ہو وہ قانون شیخ میں دیکھے +

نبض قلب کی شاہد ہے۔ اور اسکے احوال واعراض کو بتلاتی ہے۔ اور وہ ایک رگ ہے۔ جو دل سے جاری ہو کر تمام بدن میں بہتی ہے۔ اس کی بہت سی شاخیں ہیں جو سب کی سب شریانیں ہیں۔ نبض دل سے نکلکر کئی قسموں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ جن سے دو تو پیروں کی طرف آتی ہیں۔ اور دو دماغ کی طرف چڑھ جاتی ہیں۔ اور دو ہاتھوں کیطرف گئی ہیں۔ علاوہ ازیں اور بہت سی چھوٹی چھوٹی شاخیں ہیں مگر ان سب سے قوی اور ظاہر اور دل کا حال بتلانے والی یہی دو رگیں ہیں۔ جو ہاتھوں کے سروں پر حرکت کرتی ہیں۔ کیونکہ یہ ٹھیک ٹھیک حال بتلاتی ہیں۔ اور ان کا فائدہ ظاہر تر اور ان کی دلالت قوی تر ہے۔ یہ دونوں دل سے نکل کر ہاتھوں کی طرف آتی ہیں۔ یہانتک کہ ہاتھ کے سر پر پہنچتی ہیں۔ جو نبض دیکھنے کا مقام ہے۔ وہاں انکی حرکت کی ضربات رحمت خدا سے ظاہر ہوئی ہیں۔ تاکہ ان کے ذریعہ سے دل کا حال معلوم ہو۔ اور طبیب حالت مرض کو ان سے معلوم کرلے۔ اور طالب سے ان کے ذریعہ دل کی اخبار پوچھی جائیں۔ پس نبض ایک بہتر دلیل ہے اور قوی حجت ہے۔ جو باطن قلب کی خبر دیتی ہے۔ اور قارورہ بہتر شاہد ہے جو جگر کے راز بتلاتا ہے۔ اور جگر محل طبیعت ہے۔ اور دل منبع روح ہے۔ اور نبض وکیل قلب ہے۔ اور قارورہ وکیل جگر ہے۔ اور اللہ تعالے اپنی حکمت لطیف سے چھوٹی سی چیز کے ذریعہ بڑی چیز کی خبر دیتا ہے۔ اور یہ اسکی وحدانیت کی دلیل اور اس کی معرفت کا شاہد ہے۔ کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ

عَرَفَ رَبَّہٗ - جب عارف حالِ نبض میں غور کرتا اور اسکی ضربات و مقدار کو معلوم کر لیتا ہے - اور اس بات سے آگاہ ہو جاتا ہے کہ یہ ضعیف اور کثیف رگ خفیف الحرکت اپنی مختلف حرکات سے کس طرح اپنے منبع کے حالات بتلاتی ہے تو اس پر توحید کا دروازہ کھلجاتا ہے +

واضح ہو - کہ نبض قلب کی دلیل ہے - اور قلب تمام عالم کی نبض ہے - پس جس طرح دل کا حال نبض سے معلوم ہوتا ہے - اسی طرح تمام عالم کا حال دل سے معلوم ہوتا ہے - رئیس الحکماء فرماتے ہیں - کہ قلب بدن کی ایک شریان ہے - اور شریان قلب کا ایک عضو اور اس کا عنوان ہے - اور قلب عالم کا عنوان ہے - پس عالم ظاہر میں نبض دل پر دلالت کرتی ہے - اور عالم حقیقت میں دل تمام مخلوقات پر دلالت کرتا ہے پس وہ تمام کائنات کی نبض ہے - اسی طرح سورہ یٰسین قرآن مجید کی نبض ہے - کیونکہ وہ تمام ان باتوں کی خبر دیتی ہے جو قرآن میں ہیں - اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے یٰسٓ قَلْبُ الْقُرْاٰنِ - اور ایک اور حدیث ہے - انّ فی الجسد لآدمی لمضغۃ اذا صلحت صلح بھا سائر البدن الا وھی القلب - نبض کی حرکات ہیجان قلب کی مانند ہیں - کہ بدن کی تمام حالات سے آگاہ کرتی ہیں - اسی طرح ہیجان قلب احوال ملکوت بتلاتا ہے - نبض کی جگہ دونوں ہاتھوں میں ہے - اور دل کی جگہ (خدائے تبارک وتعالےٰ کی) دونوں انگلیوں میں ہے +

طبیب کے لئے ضروری ہے - کہ نبض دیکھتے وقت ہاتھ کے کنارے پر نبض کی رعایت کرے - اسی طرح طالب صادق کو مراقبہ کے وقت خلوص دل سے خواطر کا تتبع لازم ہے - پس قلب بدن کی نبض ہے - اور خواطر اس کی حرکات کی قسمیں ہیں - اگر یہ تمام اندرونی امور سے آگاہ کرنے والی نبض نہ ہوتی - تو آفات غالب ہو جاتیں - اور امراض واخیہ سے قالب انسانی تباہ و برباد ہو جاتا - اور اسوقت نہ ہی معالج کام آتا - اور نہ ہی طبیب کی طب موثر ہو سکتی پس حکمت الٰہی کو دیکھو - کہ اُس نے کس طرح بدن کے اندر سے ہاتھوں کی طرف دو نہریں جاری کر دی ہیں - اور ان میں وہ خون جاری کیا ہے - جو دل سے پیدا ہوتا ہے - تاکہ دل میں خون اسی طرح جوش زن ہو - جس طرح کہ پانی

سمندر میں جوش زن ہے۔ اور زندگی اسمیں سمندر کے پانی کی طرح موجزن ہو۔ تاکہ اس سے خون میں حرکات پیدا ہوں۔ جس طرح کہ موج سے پانی میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے مقام نبض پر اضطرابات و اختلافات ظاہر ہوں۔ جس طرح کہ سمندر کے تموج سے جزر و مد پیدا ہوتا ہے۔ اور نبض کا یہ قبض و بسط سمندر کے جزر و مد کی مثل ہے۔ یا اسطرح ہے جیسے نبض کا ہاتھ نبض پر ہوتا ہے۔ اور ظاہر باطن کی خبر دیتا ہے۔ اور سب لوگ اس بات کے شاہد ہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ اور وہ ہر ایک چیز پر قادر ہے اور اسی کے قبضہ میں آسمان و زمین کی بادشاہت ہے۔ اور اسی طرف تمام امور رجوع کرتے ہیں پس اسکی عبادت کرو۔ اور اس عبادت پر صبر کرو۔ اور اسی (خدا تعالےٰ) پر ہی بھروسہ کرو۔ وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ۔ اور تیرا پروردگار بندوں پر ظلم نہیں کرتا +

فصل دُوسری

نبض کی کمیات و کیفیات میں

جاننا چاہیئے۔ کہ دل بمنزلہ ایک روشن چراغ کے ہے۔ جس میں حیات کی آگ روشن ہے۔ اس آگ کو ہمیشہ خارجی تسکین کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اگر وہ تسکین منقطع ہو جائے۔ تو شدت حرارت کے باعث دل جل جائے۔ اور یہ تسکین سانس کے ذریعہ ٹھنڈی ہوا اندر کھینچنے سے حاصل ہوتی ہے۔ ہوا کا سانس لینا بمنزلہ پانی کی غذا کے ہے۔ پانی تو طعام کو لطیف اور رقیق بناتا ہے۔ اور اس قابل کر دیتا ہے۔ کہ وہ جگر کی رگوں میں سے گذر سکے۔ اور نیز باطن کو ردی فضلات سے پاک و صاف کرتا ہے۔ اور طبیعت کو تسکین دیتا ہے۔ اور ہوا دل کے سونگھنے اور سینہ کو فضلات نفیسہ سے دھونے اور روح کو ٹھنڈا کرنے۔ اور زندگی کی شدت کو تسکین دینے۔ اور دل کی آگ کو اعتدال پر قائم رکھنے کے واسطے ہے۔ اور روح کی بنا ہے۔ اور جس طرح کہ پانی کے ذریعے طعام معدے سے دل تک پہنچتا ہے۔ اسی طرح سانس کی وساطت سے جو پھیپھڑے میں بذریعہ ہوا پیدا ہوتا ہے۔ تمام شریانوں میں خون حرکت کرتا ہے۔ سانس خون کو رگوں میں ہیجان

بنا دیتا ہے ۔ اور پھر اس سے حرکت انقباض و انبساط پیدا ہوتی ہے ۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے ۔ کہ جو چیز ایک حال سے دوسرے حال کی طرف حرکت کریگی وہ دونوں حرکتوں میں سکون کی بھی محتاج ہوگی ۔ اسی لئے کہا جاتا ہے ۔ کہ قبض وبسط کی دونوں حرکتیں مع ان کے درمیانی سکون کے اوعیہ روح سے ایک حرکت ہے ۔ جو قبض وبسط سے مرکب ہے ۔ اور اسمیں تطر یا توکلی طور سے ہے یا جزوی طور سے ۔ جیسا کہ طبیبوں نے بیان کیا ہے +

طبیب بموجب اپنی اصطلاحات کے نبض کے احوال دس اجناس سے معلوم کرتے ہیں ۔ ان میں سے ایک جنس تو بسط نبض کی مقدار سے ماخوذ ہے اور ایک جنس حرکت کے انگلیوں کو ٹھوکنے کی کیفیت سے ماخوذ ہے ۔ اور ایک جنس ہر حرکت کے زمانے سے لی گئی ہے ۔ اور ایک جنس قوام آلہ سے ماخوذ ہے ۔ اور ایک جنس وہ ہے جو نبض کے خلا و امتلا سے لی جاتی ہے ۔ اور ایک وہ جنس ہے جو نبض کی حرارت و برودت سے لی جاتی ہے ۔ اور ایک جنس وہ ہے جو نبض کے زمان سکون سے ماخوذ ہے ۔ اور ایک جنس نبض کے اختلاف و استوار سے ماخوذ ہے ۔ اور ایک جنس وزن سے ماخوذ ہے ۔ پس وہ جنس جو مقدار نبض سے ماخوذ ہے ۔ وہ اپنی تینوں مقداروں یعنے طول عرض اور عمق سے دلالت کرتی ہے ۔ پس یہ نبض کے نو بسیط حالات ہوئے ۔ یعنی طویل قصیر ۔ معتدل ۔ عریض ۔ ضیق معتدل ۔ منخفض ۔ مشرف ۔

پس طویل تو وہ ہے ۔ جس کے اجزا طول میں زیادہ ہوں ۔ وہ نبضیں جو ان بسائط سے مرکب ہوتی ہیں ۔ ان سے بعض کے نام ہیں ۔ اور بعض کے نام نہیں ہیں ۔ پس جو نبض طول عرض اور ارتفاع میں زائد ہو ۔ اسے عظیم کہتے ہیں ۔ اور جو ان تینوں امور میں ناقص ہو ۔ اسے صغیر کہتے ہیں ۔ اور ان کی درمیانی حالت کا نام معتدل ہے ۔ وہ جنس جو زمان حرکت سے ماخوذ ہے ۔ اسکی تین قسمیں ہیں سریع ۔ بطی اور معتدل ۔ اور وہ جنس جو قرع نبض کی ہیبت سے ماخوذ ہے اسکی بھی تین قسمیں ہیں ۔ قوی ۔ ضعیف اور معتدل ۔ اور جو جنس قوام آلہ سے ماخوذ ہے ۔ اس کی بھی تین قسمیں ہیں ۔ لین ۔ صلب اور معتدل ۔ اور وہ جنس جو نبض کے مشتملہ حال سے ماخوذ ہے ۔ اس کی بھی تین قسمیں ہیں ۔ ممتلی ۔ خالی ۔ اور معتدل ۔ اور وہ جنس جو لمس نبض سے ماخوذ ہے ۔ اسکی بھی تین قسمیں ہیں ۔ حار

بارد مطلوب معتدل - اور وہ جنس جو نبض کے زمانہ سکون سے ماخوذ ہے اسکی بھی تین قسمیں ہیں۔ متواتر - متفاوت اور معتدل - اور وہ جنس جو اسکے استوار و اختلاف سے ماخوذ ہے - تو وہ یا مختلف مستوی ہوگی یا مختلف غیر مستوی ہوگی - اور وہ جنس جو نظام اور غیر نظام سے ماخوذ ہے اسکی دو قسمیں ہیں - مختلف منتظم - اور مختلف غیر منتظم - اور جب تم جنس مستوی اور مختلف سے واقف ہو جاؤ گے - تو دسویں جنس کا حال تمہیں خود معلوم ہو جائیگا +

معلوم رہے کہ نبض میں موسیقاری طبیعت ہے - یعنی جسطرح صناعت موسیقی نغمات کی حدت و ثقل او انخفاض و ارتفاع کی نسبت سے مرکب ہوتی ہے اسی طرح نبض کا حال ہے - کہ اس کے ازمنہ کی نسبت سُرعت اور تواتر میں ایقاعیہ ہے اور اس کے احوال کی نسبت قوت و ضُعف میں نسبت تالیفیہ ہے - پس جس طرح راگ کے ایقاع و مقادیر کے زمانے کبھی متفق ہوتے ہیں - اور کبھی غیر متفق - اسی طرح اختلافاتِ نبض بھی کبھی منتظم ہوتے ہیں - اور کبھی غیر منتظم - نیز حالات نبض کی نسبتیں قوت - ضُعف اور مقداریں کبھی متفق ہوتی ہیں - اور کبھی غیر متفق جنکی تفصیل بہت طویل ہے - اور قانون شیخ میں مذکور ہے - بہر حال وہ جنس جو وزن سے لی جاتی ہے - وہ ازمنہ اربعہ کی نسبتوں کی مقداروں کے لحاظ سے جن سے دو حرکت کے لئے ہیں - اور دو وقوف کے لئے چار اقسام میں منقسم ہے +

نبض مرکب کی اقسام میں سے ایک غزالی ہے - اور یہ وہ نبض ہے - جو جزء واحد میں مختلف ہونے والی حرکت سے پیدا ہوتی ہے - اور ایک نملی ہے - یہ بہت ہی چھوٹی اور سخت تواتر والی نبض ہے - اور ایک متساوی ہے - اور یہ وہ نبض ہے - جو شہوق و عرض اور تقدم و تاخر میں اختلاف اجزاء کے باعث موج کے ساتھ مشابہ ہے - اور ایک قسم کا نام ذنب الفارہ ہے - اور ایک قسم مسلی ہے - اور ایک کا نام ذوالقرعین ہے - اور ایک ذوالفترہ ہے - جو وسط میں واقع ہے - اور اسی کی ایک قسم نبض متشنج اور نبض مرتعش اور نبض ملتوی ہے یہ سب جزئیات نبض کلی کے نیچے مندرج ہیں - جو شخص نبض کلی سے واقف ہے - وہ ان کو بھی جانتا ہے - پھر اجزاء نبض کے اختلاف سے ان کی تدبیروں میں بھی اختلاف ہوا کرتا ہے - در حقیقت نبض تو انقباض و انبساط کا نام ہے

جن کے درمیان دل کا خون شریان میں موجزن ہوتا ہے۔ اکثر طبیب مریضوں کے ظاہری حال کو دیکھکر حقیقت نبض معلوم کرنے سے اعراض کر لیتے ہیں۔ اور اپنے ظاہر علم پر ہی قناعت کر بیٹھتے ہیں۔ اور اپنے علم کے اسرار سے غافل رہتے ہیں۔ اسلئے عاقل کو چاہیئے کہ صرف اس طبیب حاذق کے قول پر ہی اعتماد کرلے جو احوال نبض اور اسکی مقادیر اور اس کے اجزا کی کمیات اور اس کی انواع کی کیفیات سے واقف ہو۔ کیونکہ طب اور شریعت میں خطا کا واقع ہونا اور تمام علام میں خطا واقع ہونے سے بہت سخت اور نقصان دِہ ہے۔ کیونکہ علم طب و شریعت دونوں آپس میں متفاوت ہیں۔ کیونکہ علم شریعت تو علم ادیان وایمان ہے۔ اور علم طب علم ابدان ہے۔ اور ابدان ادیان کے مواضع ہیں۔ اور ادیان موضوعات ہیں۔ اور جب تک مواضع کی حفاظت نہ کی جائے۔ اسوقت تک موضوعات کی حفاظت نہیں ہوسکتی +

فصل تیسری

حقیقت نبض اور اسکے اشارات میں

واضح ہو۔ کہ دِل کا ایک ظاہر ہے۔ اور ایک باطن میں۔ یعنی ایک اسم ہے۔ اور ایک حقیقت۔ پس دل کا ظاہر تو یہی ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جو سینہ میں بائیں جانب رکھا گیا ہے۔ اور وہی زندگی کا منبع اور روح حیوانی کا محل ہے۔ اور اسی سے حس و حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اور حقیقت دل وہ عقل ربانی ہے۔ جو جوہر لافانی موضوع ہے۔ اور وہی اللہ کا خلیفہ ہے۔ اور وہ چیز جو رتبہ انسانیہ سے مخصوص ہے۔ وہ نفس ناطقہ ومطمئنہ ہے۔ اور اسی سے حرص اور ہمت وفکر پیدا ہوتے ہیں۔ اور جیسا کہ ہم اس پارہ گوشت یعنے دل کے لئے نبض پاتے ہیں۔ جس کے ذریعے اس کے حالات پر دلیل لائی جاتی ہے۔ اور اس کے لئے علامات و کمیات ہیں۔ اسی طرح ہم حقیقت قلب کے لئے بھی ایک نبض پاتے ہیں۔ جو حقیقت ایمان پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس کی بھی بحسب اختلاف اوقات۔ کمیات وکیفیات مختلفہ ہیں۔ اور جس طرح بدنی نبض کے حالات وقت اور عمر کی حیثیت سے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ یعنے بچے۔ جوان

ادھیڑ اور بوڑھے کی نبضیں مختلف ہوتی ہیں۔ اسی طرح شہروں۔ ملکوں وغیرہ باتوں کے اختلاف سے بھی نبض میں اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کا ایک خاص حکم ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر جگہ کے باشندوں کی نبض اسجگہ کی آب وہوا کے تابع ہوتی ہے۔ اور نبض سے اسجگہ کی ہوا کا حال معلوم ہوجاتا ہے۔ کیونکہ ہر شہر کی نبض وہاں کی آب وہوا پر دلالت کیا کرتی ہے۔ اسی طرح ذکور واناث کی نبض میں قوت وضعف میں مختلف ہوتی ہے۔ اسی طرح جواہر قلوب اور ضربان نفوس عالم ملکوت میں ادراکاتِ علوم اور استفاضاتِ غیب میں مختلف ہوا کرتے ہیں۔ اور انکا اختلاف اوقات کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ کبھی تو خون محبت کے جوش سے انکی قوت بڑھ جاتی ہے اور کبھی ہیبت اور خوف کی شدت سے ضعف زیادہ ہوجاتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کے ذکر کے وقت ڈرنے والے کے دل کی نبض بھی ڈرنیوالی اور مضطرب ہوتی ہے اور ڈرنے سے مرادِ نیت کا تموج ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے ڈر سے پیدا ہوتا ہے خدا تعالےٰ نے اس ڈر کو صحت ایمان کی دلیل بتایا ہے۔ فرماتا ہے:۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ یعنے مومن وہ لوگ ہیں کہ جنکی ہمت (قصد۔ دل) شدت شوق سے مضطرب ہوتی اور حرکت وتموج میں آتی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا ہے۔ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا اور اس حرکت کا نام حرکت بسط ہے۔ اور وجل (ڈر) کا نام حرکت قبض ہے۔ اور عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۔ قبض وبسط کی دونوں حرکتوں کے مابین سکون الی اللہ کی حالت ہے۔ نبض کا اسم دونوں حرکتوں اور سکونوں پر صادق آتا ہے۔ جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ پس اسجگہ نبض طویل کی جنس دل کے ڈر سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی تین قسمیں ہیں نبض وجل نبض رجا۔ اور نبض توکل۔ پس نبض وجل تعیرہ سریع ہے۔ اور نبض رجا طویل متناہی ہے۔ اور نبض توکل جو ان دونوں کے مابین ہے۔ وہ معتدل ہے۔ نبض وجل بچوں کی نبض پر دلالت کرتی ہے۔ اور نبض رجا ادھیڑوں کی نبض پر۔ اور نبض معتدل جوانوں کی نبض پر دلالت کرتی ہے۔ جو موسم ربیع کے مقابل میں ہیں۔ اور وہ تمام موسموں سے معتدل موسم ہے +

حقیقت نبض۔ دل کا عزم وارادہ ہے۔ اور چونکہ دل متفاوت ہیں۔ اور وہ تفاوت بھی مختلف ہوتا ہے۔ اسلئے نبضیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ اور اسی اختلاف سے نبض مرکب پیدا ہوتی ہے۔ اور وہی اسلام کا قول ہے۔ اور نبض بسیط سے جو تصدیق

قلبی کا نام ہے۔ دس اجناس پیدا ہوتی ہیں۔ جیسے کہ ہم فصل گذشتہ میں ذکر کر آئے ہیں
چنانچہ عزم نبض طویل ہے۔ اور طمع نبض قصیر ہے۔ اور ہمت نبض قوی۔ اور
حرص نبض ضعیف ہے۔ اور عقل کا حس پر غالب ہونا۔ اور علام خفیہ کے حقائق کا
ظاہر ہونا۔ اور توکل جو خوف و رجاء کے درمیان ہے۔ اور تسلیم جو قدر اور جبر کے
وسط میں ہے۔ اور رضاء بالقضاء جو خیر و شر کی دونوں حالتوں کے مابین ہے۔ اور
اسی طرح حرکات کو میزان شرع سے وزن کرو۔ جیسے تم نبض اور حرکات اوتار میں مناسبت
موسیقاریہ کو معلوم کر چکے ہو۔ پس یہ حقیقت باطن قلب میں روح کے سماع سے
لذت حاصل کرنے کے وقت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ ضربات قلب کی حرکت اوتار سے
مناسبت رکھتی ہے۔ اور ادراکات قلب اور نغمات موسیقی میں بوجہ آلہ موسیقی
میں حفظ نقل و شمار اور خواطر قلب میں طول و قصر اور ضعف و قوت کی حفاظت کے
مناسبت ہے۔ حتّٰی کہ ہم ایک دل ایسا بھی پاتے ہیں جو طرفۃ العین سے بھی کم مدت
میں ملکوت میں جا پہنچتا ہے۔ اور بعض دل ایسا بھی ہے جو عمر بھر ایک لمحہ کے لئے بھی
خدائیتعالےٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اور اس سے لذّت نظر حاصل نہیں کرتا۔

اجناس نبض بھی دس ہیں۔ اور اسی طرح خواطر قلب بھی دس ہیں۔ اور ان کے
مرکبات بھی دس ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ اسلام کے دس حصے ہیں۔ جسکو ان میں ایک بھی نہ ملا۔
وہ گھاٹے میں رہا۔ یہ حدیث باب اسلام میں طوالت سے مذکور ہے۔ جس طرح میّت
کی نبض حرکت نہیں کرتی۔ اسی طرح جاہل کے دل میں بھی کبھی خدائیتعالےٰ کا خیال
نہیں گذرتا۔ کیونکہ جہالت موت سے بھی بڑھکر ہے۔ اور خاطر نبض سے بھی زیادہ
تیز ہے۔ اور علم زندگی سے بہتر ہے۔ یعنی یہی زندگی سے بہتر ہے۔ کیونکہ حیوٰۃ انسانی
علم کے بغیر پوری نہیں ہوتی۔ اور روح علم کی نبضیں معرفت کو خاطر کی رگ میں
پہنچا دیتی ہیں۔ کیونکہ خاطر شریان قلب ہے جس میں کہ ارادہ خداوندی جاری
ہوتا ہے۔ اور توفیق خداہی ہے۔ اور معرفت کی صحت اور فکر کی مرض پر اسی سے
دلیل لائی جاتی ہے۔ اور نبض حی کے اختلاف کی طرح اسکی قوت و ضعف بھی مختلف
ہوتے ہیں۔ مگر جاہل دل میں کوئی خاطر نہیں ہوتی۔ جیسے کہ مُردے کی نبض نہیں
ہوتی۔ اور جو کلمہ کہ سامع سنے۔ اور اس میں نفس مطمئنّہ کے لائق معنے نہ دیکھے
تو سمجھ لے۔ کہ وہ کلمہ مُردہ ہے۔ اسکا کھانا حلال نہیں۔ مگر بحالتِ مجبوری۔ چنانچہ

ارشاد ہوتا ہے فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ یعنے حفاظتِ زندگی کے لئے مردار کھانا جائز ہے۔ مگر سیر ہوکر نہیں کھانا چاہئے۔ تمام علوم بمقابلہ علم حقیقت مُردہ ہیں۔ اِسلئے انہیں بقدر ضرورت کھانا چاہئے۔ اور یہ علم اسوقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ نبض معتدل حاصل نہ ہو۔ جو استوی اور تخلف کے درمیان ہے۔ اور یہ نبض تب حاصل ہوتی ہے جبکہ شرک خفی کو معدوم کر دیا جائے جو نبض علی کا محرک ہے۔ اور شرک خفی سے مراد وہ نرد و علم ہے جو ظن اور شک کی دونوں طرفوں میں حاصل ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ شرک خفی میری امت میں چیونٹی کی اس آہٹ سے بھی پوشیدہ تر ہے جو اندھیری رات میں سپاٹ پتھر پر چلنے سے پیدا ہوتی ہے" جب یہ علم حقیقی حاصل ہوجاتا ہے۔ تو دل کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اور اشیاء موجودہ اپنی اصلی ہیئت میں نظر آنے لگتی ہیں۔ اور جہالت کے گڑھے سے نجات و رہائی ملتی ہے۔ پس اے طالب تحقیق حق کو جاننے والے تمہیں ان باتوں میں غور کرنا چاہئے۔ جو ہم نے احوال نبض میں بیان کی ہیں۔ اور نفل و فرض میں تمیز اور طول و عرض میں فکر کرنا چاہئے۔ یہ بھی یاد رہے کہ دل بدن کا امیر اور حاکم ہے۔ اور نبض اسکی ہرکارہ ہے۔ اور صحت جسمانی سے مدعی روح کی صحت ہے۔ اور اعمال صالح اور رذائل جو نبض حقیقی سے صادر ہوتے ہیں۔ اور وہ خود بحر عقل میں علم و معرفت کے تموج سے پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ نبض انقباض و انبساط کی دونوں حالتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ پس تمہیں اس نبض کو طلب کرنا چاہئے +

باب چہارم

امراض اور ادویہ کے بیان میں اور اسمیں دو فصلیں ہیں

پہلی فصل امراض جسمانی اور انکی دواؤں کے بیان میں اور اس فصل کی دو طرفین ہیں

طرف اول علل اور امراض کلیہ کے بیان میں

واضح ہو کہ اللہ تعالٰے نے انسان کو دو مختلف جوہروں سے پیدا کیا ہے

ایک تو جوہر جسمانی ہے۔ جو استحالہ وفساد اور تحلل وتخلل کے قابل ہے۔ اور امراض وآلام کے اعراض وعلل اسپر طاری ہوتے ہیں۔ اور دوسرا جوہر روحانی ہے۔ جو لطیف۔ کامل۔ عاقل اور عالم وناطق ہے۔ اور اسے امراض روحانی عارض ہوتے ہیں۔ جیسے کہ ہم عنقریب ہی انہیں بیان کرینگے۔ امراض جسمانی کی پھر دو قسمیں ہیں۔ بعض تو اندرون جسم میں ہوتی ہیں۔ اور بعض بیرون جسم میں۔ اور بعض اوقات ظاہر وباطن دونوں میں واقع ہوتی ہیں۔ بہرحال وہ امراض جو باطن کی مشارکت سے پیدا ہوتی ہیں ظاہر جسم میں۔ وہ زخم۔ دمل چیچک اور پھوڑے پھنسی وغیرہ ہیں۔ اور وہ امراض جو باطن میں ظاہر کی مشارکت سے پیدا ہوتی ہیں۔ وہ درد جگر اور اعضاء بدن کا درد وغیرہ ہیں۔ اور وہ امراض جو ظاہر وباطن دونوں میں ہوتی ہیں۔ وہ گرم وسرد یعنی صفراوی وبلغمی بخار ہیں۔ اور ہر ایک وہ بخار جس کے شروع میں حرارت محسوس ہو۔ وہ یا تو صفراوی قوت سے پیدا ہوا ہوگا۔ اور یا بلغمی ودموی قوت سے عارض ہوگا۔ مگر ان کی تفسیر کرنا یا انکی اقسام کو حصر کرنا اس کتاب کے موضوع سے خارج ہے۔ کیونکہ میرا مقصد روحانیات کے متعلق کلام کرنا ہے۔ چنانچہ ہم اپنے موقعہ میں حسی باطنی کا بھی ذکر کر دینگے +

معلوم رہے۔ کہ تمام اعضاء امراض کے محل ہیں۔ اور ہر عضو کے لئے ایک خاص مرض ہوتا ہے۔ جن سے ہم پہلے امراض سر کا بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ تمام اعضاء سے اشرف ہے۔ نیز جو بیماری سر میں ہوتی ہے۔ اسکا الم اور خطرہ بہ نسبت دوسرے اعضاء کی امراض کے بہت زیادہ ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ سر کا دکھ درد اس کے اندازے کے موافق ہی ہوگا۔ اور سر ایک ایسا عضو ہے۔ جو اکثر حواس اور قوائے انسانیہ پر مشتمل ہے۔ اور اس کی بیماریاں بہت ہیں۔ ان میں سے بعض جزویہ ہیں۔ اور بعض کلیہ۔ جزویہ تو وہ ہیں۔ جو صرف سر کے بعض حصہ میں ہوں۔ جیسے آنکھ میں کوئی بیماری ہوجائے۔ اور ناک میں نہ ہو۔ یا ناک میں کوئی نقصان آجائے۔ اور آنکھ صحیح وسالم رہے۔ یا اس کے اندر کوئی بیماری پیدا ہوجائے جیسے فکر کا آلہ بیکار ہوجائے۔ یا آلہ ذکر میں کوئی نقص آجائے۔ اور اس کی امراض کلیہ یہ ہیں۔ کہ باطن دماغ میں کوئی ایسی آفت پہنچے جس سے دماغ کے پردوں میں خلل واقعہ ہو کر تمام قوائے اور حواس بیکار ہوجائیں۔ اور یہ حالت صرع یعنے

مرگی سے ہوا کرتی ہے - جو قوے اور حواس کو معطل کر دیتی ہے - چنانچہ بعض دفعہ مرگی زدہ ایسا بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے - کہ اسکا کوئی عضو بھی حرکت نہیں کرتا - یہی حال دیوانہ کا ہوتا ہے - جس کے آلات عقل میں فتور آگیا ہو - جس سے اسکی عقل کا نور زائل ہو جاتا ہے - اور وہ بالکل حیران و سرگردان باقی رہ جاتا ہے - سخت سر درد سے بھی یہی حالت پیش آیا کرتی ہے - کیونکہ ان صورتوں میں روح اپنے امور مہمہ سے اعراض کر لیتی ہے - اور سر حیران ہو کر امور مفوضہ کی بجا آوری سے باز رہتا ہے - سر درد کی کئی قسمیں ہیں - کبھی تو وہ سر کے دائیں نصف حصہ میں ہوتا ہے - اور کبھی بائیں نصف حصہ میں - اور کبھی سارے سر میں ہوتا ہے - اور اسی طرح کبھی تو شدت حرارت کے باعث ہوتا ہے - اور کبھی شدت یبوست سے - انکی تفاصیل کتب طبیہ مذکور ہیں - انکے بعد امراض صدر کا مرتبہ ہے - جیسے کھانسی - نزلہ - ورم صدر - ضیق النفس - پھیپھڑے کی خرابی - خناق اور گلے میں زخم ہو جانا وغیرہ -

اس کے بعد معدہ کے امراض ہیں - جیسے درد شکم - بدہضمی - جو زیادتی حرارت سے پیدا ہوتی ہے - یا زیادتی برودت سے - معدے کے منہ کا کھلیجانا - یا بند ہو جانا - جگر و مثانہ میں درد یا ورم ہونا - عروق کا بند ہو جانا - طحال کا پھول جانا - ضعف دل پیدا ہو جانا - مگر یہ ایک علیحدہ مرض ہے - اور اس کی حرارت و برودت دونوں بذاتہ مضر ہیں - ان سب امراض کی اصل دموی یا صفراوی حرارت ہے - اور اکثر یہ جسم کے اوپر کے حصہ میں صفرا اور خون کے غلبہ سے پیدا ہوتے ہیں - اور وہ امراض جو جسم کے نچلے حصے میں پیدا ہوتے ہیں - وہ اکثر بلغم اور سوداء کی زیادتی سے پیدا ہوتے ہیں - کیونکہ خون جب جوش زن ہوتا ہے تو اوپر کی طرف میلان کرتا ہے - اور جب جل جاتا ہے - تو نچلی طرف مائل ہوتا ہے اور اس سے ناسور اور بواسیر اور دبل اور امعاء کی نچلی طرف اور فرج و ذکر میں زخم پیدا ہو جاتے ہیں - اور ہر ایک مرض کا ایک سبب پیدا ہوا کرتا ہے - اور ہر سبب کی ایک علامت ہوتی ہے - اور ہر بیماری کا علاج ہو سکتا ہے - مگر موت اور بڑھاپے کا کوئی علاج نہیں - اور بدن انسانی ان امراض سے خالی نہیں رہتا - واضح ہو - کہ مرض اس حالت کا نام ہے - جو ہیئت اصلیہ کے خلاف بدن میں پیدا ہو - اور اس کی دو قسمیں ہیں - ایک تو وہ مرض جو اصل فطرت میں ہی داخل

ہوتا ہے۔ جیسے کسی آلہ یا اعضا کا نقصان اور یہ علاج اور طبِ انسانی سے دور نہیں ہوسکتا۔ اور مرض کی دُوسری قسم وہ ہے جس کی ہیئت طبیعت سے خارج ہوتی ہے اور یہ مزاج کے اعتدال طبعی سے خارج ہوتی ہے۔ اور یہ مزاج کے اعتدال طبعی سے نکلکر فاسد ہو جانے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور مثال ان دونوں قسموں کی اس طرح ہے۔ کہ کوئی شخص لنجا یا لنگڑا یا اندھا پیدا ہو۔ تو اسکا مرض علاج سے دفع نہیں ہوگا۔ اور اگر وہ صحیح البدن پیدا ہو۔ اور بعد ازاں اس کے ہاتھ یا سر یا کسی اور حصّہ میں اگر ورد ہو۔ تو وہ علاج سے زائل ہو جاتا ہے۔ وہاں اگر طبیعت کے علم میں خلل آجائے۔ یا مریض کا مزاج ہی اس مرض سے فاسد ہوجائے تو پھر علاج مشکل ہے۔ انسان کے اعضائے رئیسہ تین ہیں۔ دماغ۔ دل اور جگر۔ پس جو مرض ان تینوں اعضاء میں واقعہ ہوگا۔ اسکا فساد بہت سخت ہوگا۔ اور زندگی کے متعلق سب سے بڑی آفت دل کی آفت ہے۔ اور عقل کے متعلق دماغ کی آفت سب سے بڑی ہے۔ کیونکہ دماغ عقل کے لئے ہے۔ جیسے کہ دل زندگی کے لئے ہے۔ اور طبیعت ہمیشہ جگر کے ساتھ مشغول رہتی ہے۔ خصیتین بھی اعضائے رئیسہ سے ہیں۔ بعض طبیبوں کا خیال ہے۔ کہ جو روح حیوانی ان خصیتین میں پیدا ہوتی ہے وہ دل کی روح حیوانی اور جلد کی روح طبعی اور دماغ کی روح نفسانی کے مثل ہوتی ہے۔ بہر حال دل اور دماغ سب اعضا سے اشرف وافضل ہیں۔ اور ان میں ہی مرض جلدی سرایت کرتا ہے۔ درد سر درد قلب سے آسان اور سہل تر ہے۔ اور مرض صرف اسی بات کا نام ہے۔ کہ کوئی عضو اپنی ہیئت مخصوصہ سے نکل جائے۔ اور صحت سے یہ مراد ہے۔ کہ مرض سے پہلے جس ہیئت پر تھا۔ اسپر لوٹ آئے۔ مگر ہمیں یہاں امراض جزویہ کا حصر مقصود نہیں ہے۔ کیونکہ ہر عضو کے لئے ایک مرض مخصوص ہے۔ جس کی تفصیل بہت طویل ہے اسلئے ہم یہاں صرف اقوال کلیہ پر ہی اکتفا کرینگے۔ اور جالینوس کا قول ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ کہ بدن انسانی کی تین حالتیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک تو حالتِ صحت ہے اور یہ وہ حالت ہے جو انسان کے بدن سے اُسکی مزاج اور ترکیب میں مشابہ ہو۔ یعنی تمام افعال اس سے صحیح اور سالم صادر ہوں۔ اور دوسری حالت مرض ہے۔ اور وہ بدن انسانی کی وہ ہیئت ہے۔ جو حالتِ صحت کے برخلاف ہے۔ اور تیسری حالت وہ ہے جو نہ صحت میں داخل ہے۔ اور نہ مرض میں۔ یعنی نہ تو پوری

صحت ہی حاصل ہو۔ اور نہ پوری بیماری ہی ہو۔ جیسے بوڑھوں اور بچوں کے بدنوں کی حالت ہوتی ہے۔ اس کے بعد شیخ الحکماء فرماتے ہیں۔ کہ امراض کی چار قسمیں ہیں۔ امراض خلقیہ۔ امراض مقداریہ۔ اور امراض عددیہ۔ اور امراض وضعیہ۔ پھر امراض خلقیہ کی چار قسمیں ہیں۔ امراض شکل جن میں شکل اپنی طبعی حالت سے بدل جاتی ہے۔ جیسے پہلے ایک عضو سیدھا تھا۔ پھر ٹیڑھا ہو گیا۔ یا پہلے ٹیڑھا تھا۔ پھر سیدھا ہو گیا۔ دوسرے امراض مجازی ہیں۔ انکی پھر تین قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بہت وسیع ہو جائیں۔ جیسے آنکھ کا انتشار (جو پتلی کے پھیلنے سے پیدا ہوتا ہے) یا مجاری بند ہو جائیں۔ جیسے جگر کی رگوں کا بند ہو جانا۔ اور تیسرے امراض اوعیہ و تجویف ہیں۔ اور انکی بھی چار قسمیں ہیں۔ پہلے تو یہ کہ وہ زیادہ وسیع ہو جائیں۔ جیسے خصیتین کا بڑھ جانا۔ یا تنگ ہو جائیں۔ جیسے معدے کا تنگ ہو جانا۔ یا درد صرع سے بطون دماغ کا تنگ ہو جانا۔ یا بند ہو جائیں۔ جیسے سکتہ کے وقت بطون دماغ کا بند ہو جانا۔ یا خالی ہو جائیں جیسے شدت فرح یا شدت رنج سے دل کا خون سے خالی ہو جانا۔ چوتھے امراض مفاتح الاعضاء ہیں۔

بہر حال امراض مقداریہ تو اسکی دو قسمیں ہیں۔ یا تو وہ زیادتی مقدار سے پیدا ہونگی۔ جیسے داء الفیل۔ اور یا نقصانِ مقدار سے پیدا ہونگی۔ جیسے ذبول یعنے لاغرپن۔

اور امراض عددیہ یا تو زیادتی کی جنس سے ہونگی۔ اور پھر اسکی دو صورتیں ہیں یا تو وہ زیادتی طبعی ہوگی۔ جیسے انگلی کا زائد ہونا۔ اور یا غیر طبعی ہوگی۔ جیسے سنگریزہ یا پتھری وغیرہ کا پیدا ہو جانا۔

دوسری قسم کے امراض عددیہ ہیں۔ جو عدد کی کمی سے پیدا ہوتے ہیں۔ خواہ یہ کمی طبعی ہو۔ جیسے بدر انگلیوں کے پیدا ہونا۔ یا غیر طبعی ہو۔ جیسے کسی انگلی کا کٹ جانا۔ اور امراض وضعیہ یہ ہیں جیسے کسی عضو کا اتر جانا۔ یا بغیر اترنے کا اسکا اپنی جگہ سے زائل ہو جانا۔ یا اس کا غیر طبعی طریقہ پر حرکت کرنا۔ جیسے رعشہ وغیرہ یا عضو کا اپنی جگہ کو اس طرح لازم پکڑنا کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکے۔ جیسے مرض تفوس میں جوڑوں کے سخت ہو جانے سے ہوا کرتا ہے۔ یہ تمام امراض جسمانیہ بمقابلہ ان امراض کے نہایت آسان ہیں۔ جو روح اور دل کو جہالت کی جہت سے

مُردہ بنادیتی ہیں - کیونکہ امراض جسمانیہ سے تو صرف جسم ہی تلف ہوتا ہے - مگر امراض روحانیہ سے روح میں خلل آجاتا ہے - جو جسم کے ضائع ہونے سے زیادہ دشوار وگراں ہے - اب ہم سر سے لیکر پاؤں تک جتنے امراض کلیہ ہیں انہیں حروف تہجی کے لحاظ سے بیان کرتے ہیں +

اِستسقاء

اگر درد جگر اور بخار کے بعد پیٹ بڑا ہونے لگے - اور ناف کا سوراخ رقیق اور سفید ہوجائے - اور پیٹ کو حرکت دینے سے چھینکنے کی آواز سُنائی دے - تو اگر اس حالت کے ساتھ قارورہ سُرخ ہو - تو امید صحت کی بہت کم ہے - اور اگر پیٹ خشک ہو - تو حبّ ریوند جو ماذریون سے ملا کر بنائی گئی ہوں - کھلاویں - اور انکی ترکیب یہ ہے - ریوند عصارہ - غافث - تخم کاسنی - ہر ایک تین تین درم - ماربقون ۵ درم ماذریون دس درم - انہیں ہر روز ڈھائی درم ایک ہفتہ تک استعمال کریں + اگر پیٹ میں انحلال ہو - تو قرص انبر باریس کھلائیں - اور شوربا پلائیں + اگر پیٹ میں زیادہ نرمی ہو - تو فقط رُبّ بہی کھلائیں + اور اگر اس بیماری میں قارورہ میں سُرخی نہ ہو - اور نہ ہی حرارت ہو - تو پھر یہ گولیاں کھلائیں - ماذریون ۷ درم - نمک ہندی ایک دانق - ورق الحمام ایک دانق - یہ گولیاں پانی کو جذب کرلینگی - استسقاء کے لئے یہ ضماد نہایت ہی مفید ہے - جَو کا آٹا - سعد - بکری کی پرانی مینگنی - بورہ ارمنی - گِل ارمنی سب ہموزن لیکر پیٹ پر لیپ کریں - اس سے پانی خشک ہوجائیگا - اگر پلکوں اور اطراف میں ورم ہو - اور خصیے بھی سوجے ہوئے ہوں - اور چہرہ اور بدن دُبلا ہوگیا ہو تو یہ استسقاء لحمی ہے - ایسے مریض کو قرص لک ما ءالاصول کے ساتھ دینے چاہئے اور ہر ہفتہ میں ایک بار حبّ ریوند سے مسہل دینا چاہئے - نیز اسے گرم ریت میں لوٹنا اور ریاضت میں مشغول ہونا چاہئے - اور بھوک اور پیاس کو برداشت کرنا چاہئے - اور اگر پیٹ پھولا ہُوا ہو - اور ہاتھ مارنے سے ڈھول کی سی آواز اس میں سے سنائی دے - تو یہ استسقاء طبلی ہے - ایسے مریض کو ہر ایک نفخ پیدا کرنے والی چیز سے پرہیز چاہئے - یعنی ساگ وغیرہ سبزیوں سے پرہیز کرے - اور اسپر پچھنے لگائے جائیں - اور جاورس کا لیپ کیا جائے - اور نفخ کو تحلیل کرنے والی ادویات کھلائی جائیں +

بہق ابیض کا علاج

شاہترہ - مولی کے بیج - ہینگ - کندش - خردل - ان سب ادویات کو پیس کر
تیز سرکہ میں ملا دیں - اور دھوپ میں بیٹھ کر لیپ کریں - اگر اس سے فائدہ ہو جائے -
تو بہتر - ورنہ دو درم اطریفل صغیر - ایک درم تربد - ایک درم ایارج فیقرا - اور
ربع درم شحم حنظل - ان سب ادویات کو مہینے میں چار بار - اور باقی ایام میں صرف اطریفل
۲ درم روزانہ استعمال کرے +

برص

برص کا بھی یہی علاج ہے - جو اوپر بیان ہوا - نیز اسمیں قے کرانی چاہئے - اور
خشک ادویہ کا استعمال چاہیے - اور ذیل کا طلاء لگانا چاہیئے +
زراریح شیطرج - کبیکج سیومرج سب کو ہموزن پیسکر ہینگ کے جوش دیئے ہوئے
پانی میں ملائیں - اور لیپ کریں - اور اس کے استعمال سے پہلے اس جگہ کو موٹے
کپڑے سے خوب رگڑ لیں - موضع مخصوص پر سیاہ سانپ کا خون لگانا بھی مفید
ہے - اور اگر وہ جگہ چھوٹی ہو - تو وہاں داغ دیا جائے - اور پھر اسکا علاج کیا جائے
حتیٰ کہ وہ اچھا ہو جائے - برص کے لئے یہ لیپ مفید ہے - مویزج - ہینگ -
شراب کی تلچھٹ - سُبت - ان ادویات کا کئی دفعہ لیپ کریں - اس علاج سے بیس
روز میں آرام آجاتا ہے +

بہق اسود کا علاج

ایسے شخص کا فصد کھلوانا چاہئے - اور کئی بار افتیموں کے مسہل دیئے جائیں - اور
ذیل کا لیپ لگایا جائے - مولی کے بیج - کندش - اور حمام میں جا کر غسل کیا کرے - اور
مرطب غذائیں کھائے +

تشنج

اگر ایک عضو یا کئی اعضاء سکڑ جائیں اور کھنچے ہوئے معلوم ہوں - تو کہا جاتا ہے
کہ اسے تشنج ہو گیا - تشنج کبھی تو یکبارگی پیدا ہو جایا کرتا ہے - اور بعض وقت آہستہ آہستہ

پیدا ہوتا ہے۔ جو دفعۃً پیدا ہو۔ اسکا علاج تو فالج کے علاج کا سا ہے۔ نیز روغن قسط کی مالش بہت مفید ہے۔ جو تشنج بخار یا دستوں کے بعد آہستہ آہستہ پیدا ہو۔ وہ بہت ردی ہے۔ اور اس سے اچھا ہونا دشوار ہے۔ اور اسکا علاج ماء الشعیر اور مرغ کا شوربا پلانے اور ٹھنڈے میٹھے پانی میں بٹھلانے اور روغن بنفشہ اور روغن کدو کی بدن پر مالش کرنے اور ٹھنڈی غذاؤں کے استعمال سے کیا جاتا ہے +

ثقل سمع

ثقل سمع (یعنے کان کی گرانی) جب کان میں گرانی پیدا ہو جائے۔ تو دیکھنا چاہیئے۔ کہ کان میں میل تو نہیں۔ اگر میل ہو۔ تو اسے صاف کروانا چاہیئے۔ یا تو ہاتھ سے۔ اور یا ادویہ کے ذریعہ۔ اور اگر میل نہ ہو۔ بلکہ کسی مرض یا اور کسی وجہ سے بھاری پن ہو گیا ہے۔ تو پھر ادویات ذیل کا بھپارہ لینا چاہیئے۔ مرزنجوش۔ افسنتین۔ فوتنج۔ جو۔ یعنے ان سب ادویہ کو قمقمہ میں جوش دیکر کان کو اسکے اوپر رکھ دیا جائے۔ تاکہ اسکی بھاپ کان میں پہنچے اور سب طرف سے کپڑا ڈھانک لیں۔ اور اگر اس سے فائدہ نہ ہو۔ تو ادویات ذیل کان میں ڈالیں۔ شحم حنظل ایک درم۔ بورہ ارمنی درم۔ جند بیدستر نصف درم۔ ریوند نصف درم۔ افسنتین نصف۔ فربیون ایک دانق۔ گائے کا پتہ۔ قسط چار درم۔ ان سب ادویہ کو پکا کر روئی بھگو کر کان میں رکھیں۔ اور اگر یہ بیماری۔ تکان۔ روزے۔ بیداری وغیرہ کے باعث پیدا ہو۔ تو اس صورت میں حمام میں نہانا چاہیئے۔ اور عمدہ غذا کھانی اور کانوں میں تیل ڈالنا چاہیئے۔ اور ٹھنڈے پانی سے سر کو دھونا چاہیئے +

ثقل زبان

ثقل زبان یعنی زبان کا بھاری پن۔ اگر صرف زبان میں ہی ثقل ہو۔ اور دوسرے اعضا درست ہوں۔ اور بیمار کو بخار یا کوئی اور گرمی کی بیماری نہ ہو۔ تو نوشادر۔ فلفل زنجبیل۔ خردل۔ عاقرقرحا۔ مویزج۔ بورہ۔ صعتر۔ نمک ہندی۔ کلونجی۔ مرزنجوش خشک۔ تمام ادویات کو لیکر پانی میں جوش دے۔ اور غرغرہ کرے۔ مگر اس پانی کو اندر نگلنے سے بچے۔ اور اگر ثقل زبان کے ساتھ باقی اعضا بھی ثقیل ہوں۔ تو اسکا علاج فالج کے علاج کیطرح کرنا چاہیئے۔ اور اگر ثقل زبان گرمی کے بخار سے پیدا ہو۔ اور کلام مشکل سے پیدا ہو۔ اور چھالے پڑ جائیں۔ تو گردن کے مہروں کو تیل کی مالش کرنی چاہیئے۔ اور

منہ میں بھی کوئی سرد تیل رکھنا چاہیئے +

جوع کلبی

جب کوئی شخص ہر وقت ہی بھوک محسوس کرتا ہو۔ اور ہر چند کھاتا ہو۔ مگر سیر نہ ہوتا ہو۔ تو ایسے شخصکو مرغن غذا کھلانی چاہیئے۔ اور پرانی شراب پلائیں۔ اور اگر وہ بہت کھاتا ہو۔ تو اسے گائے کا گوشت اور ہریسہ اور دودھ چاول کھلائیں۔ اور شراب پلائیں۔ نیز ٹھنڈا پانی پلائیں۔ اور سرد ہوا میں بٹھائیں۔ نیز اس بیماری والا ترش قابض اور تیز چیزوں کے کھانے سے پرہیز کرے۔ اور میٹھی اور مرغن چیزیں کھائے +

حمیات یعنی تپوں کا علاج

بخار کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ بخار ہے۔ جسے طبیب حمٰی یومی کہتے ہیں۔ یہ صرف ایک رات دن ہی رہتا ہے۔ اسکی علامتیں یہ ہیں۔ کہ اسمیں نہ تو لرزہ ہوتا ہے اور نہ پھریریاں آتی ہیں۔ اور اس کے ابتدا میں کوئی نہ کوئی خلاف عادت سبب ضرور ہوا کرتا ہے۔ مثلاً سخت مشقت اٹھانا۔ یا سخت غصہ یا رنج کا پیدا ہونا۔ یا تیز شراب کثرت سے پینا۔ یا دھوپ میں دیر تک بیٹھے رہنا۔ یا گرم ہوا میں دیر تک رہنا۔ یا بدنکو چوٹ اور صدمہ وغیرہ پہنچنا۔ یا بعض اعضا کا اُتر جانا۔ یہ بخار صرف ایک ہی دفعہ آتا ہے۔ اور علاج اسکا یہ ہے کہ میٹھے پانی سے حمام کرے۔ اور درمیانے کمرے میں دروازے کے پاس بیٹھے تاکہ رگوں کے مسامات نہ کھلجائیں۔ اور حرارت بھڑک نہ اُٹھے۔ اور اپنے بدن پر نیم گرم پانی ڈالے۔ اور بعد از غسل تر میوے۔ اور چوزوں کا شوربا نوش کرے۔ اور اگر شراب نوشی کی عادت ہو۔ تو عادت سے کم شراب پی لیوے اور اگر شراب پینے کی عادت نہ ہو۔ تو شکر طبرزد اور گلاب کا جلاب نوش کرے +

حمٰی غبی - یہ وہ بخار ہے جو ایک روز آتا ہے۔ اور ایک روز نہیں آتا۔ اس سے پہلے سخت لرزہ ہوتا ہے۔ اور سردی لگتی ہے۔ اور تھوڑی ہی دیر میں بدن اسقدر گرم ہو جاتا ہے۔ کہ ہاتھ لگانے والے کے ہاتھ کو سوزش معلوم ہوتی ہے۔ اس بخار سے سر درد اور پیاس بھی لگتی ہے۔ اور بسا اوقات غشی اور صفراوی قے بھی ہوتی ہے اور بعض وقت دست آنے لگتے ہیں۔ یہ بخار اکثر گرم خشک مزاج والوں کو ہوا کرتا ہے

اور یا اس شخص کو جو دیر تک جاگے۔ یا مشقت برداشت کرے۔ یا پے در پے بہت سے روزے رکھنے کا عادی ہو۔ یا گرم غذاؤں کا زیادہ استعمال کرے۔ یا گرم ملکوں یا گرمی کے دنوں میں پرانی شراب پئے۔ یہ بخار اکثر بارہ گھنٹے سے زیادہ نہیں رہتا۔ بلکہ اکثر اوقات چار یا آٹھ گھنٹے میں اسکی نوبت ختم ہوجاتی ہے۔ جب علامات پائی جائیں۔ تو سمجھ لیں کہ حمی کا غبی ہے۔ جب تم ایسے بخار والیکو دیکھو۔ اور طبیعت اسکی خشک ہو۔ اور ابھی علامات بخار یعنی سردی وغیرہ لگنے کا وقت بہت دور ہو۔ تو بیس درم ہلیلہ اصفر گرم پانی میں ایک رات دن بھگو دو۔ پھر اسکو چھانکر صاف کرلو۔ اور اس کے ساتھ بیس درم ترنجبین ملاکر اس دن پلا۔ جس دن بخار نہ ہو۔ یا جلاب کے بعد ربع درم سقمونیا انطاکی کھلا دو۔ اور اگر بیمار کمزور ہو۔ اور وقت تنگ ہو۔ تو ہر روز شام کے وقت دس درم تمر ہندی۔ اور بیس دانے آلو بخارہ دو رطل پانی میں پکاؤ۔ اور بعد ازاں اسے ملکر چھان لو۔ اور دس درم مصری ڈالکر مریض کو سوتے وقت پلاؤ۔ اور صبح آب جو پلاؤ۔ اور کھانے کے لئے کھیرے اور ککڑی کا گودا دو +

حمی محرقہ۔ یہ تپ بھی حمی غبی ہی کی قسم ہے۔ مگر اسمیں اس سے بہت زیادہ حرارت ہوتی ہے۔ اور یہ کسی وقت نہیں اُترتا۔ اور اسمیں پسینہ بھی نہیں آتا۔ مگر اُترنے کے وقت۔ اور باقی اعراض حمی غبی کی اشد اور اقوے طور سے پائی جاتی ہیں اس بخار سے زبان سیاہ یا زرد اور کھردری ہوجاتی ہے۔ اسکا علاج وہی ہے جو حمی غبی میں بیان ہوا۔ علاوہ ازیں قرص کافور کھلانے اور آب جو یا عرق کدو کے پلانے سے بھی فائدہ ہوتا ہے۔ تربوز کا پانی بھی بہت مفید ہے +

حمی مطبقہ۔ یہ دموی بخار ہے۔ اور بغیر لرزہ اور پھریری کے چڑھتا ہے۔ اس کے ساتھ چہرہ۔ آنکھ۔ کان اور ناک سُرخ ہوجاتے ہیں۔ اور نہایت گرم اور لمبے لمبے سانس آتے ہیں۔ اس بخار سے پہلے بدن گراں ہوجاتا ہے۔ اور سستی اور تکان۔ زیادتی نیند۔ اور زبان اور پیشانی بھاری ہوجاتی ہے۔ یہ بخار اکثر ایام جوانی اور ربیع میں آیا کرتا ہے۔ اسمیں پہلے فصد کھول کر بہت سا خون نکالنا چاہئے۔ تاکہ بخار کی حرارت کم ہوجائے۔ اور اگر افاقہ نہ ہو۔ حتٰی کہ زبان سیاہ ہوجائے۔ اور تپ محرقہ کے نشانات ظاہر ہوں۔ تب اسی کا علاج کریں۔ اور اس کے ساتھ وہ ادویہ بھی کھلائیں۔ جو تیزی خون کو بجھا دیتی ہیں۔ جیسے رب لیموں۔ ربیاس۔ ترش انگور۔ اور آلو بخارہ۔ تمر ہندی کے پانی میں مصری ڈالکر پلائیں۔ یا ترش

اناروں کو معہ چھلکا کوٹ کر مصری ملا کر پلائیں - جب بخار اُتر جائے - تو گوشت اور میٹھی چیزیں کھلائیں تاکہ برودت کا اثر جاتا رہے +

مذکورہ بالا تپوں کے علاوہ اور بہت قسم کے بخار ہیں - جیسے تپ بلغمی وغیرہ - اور ہم نے تو صرف تھوڑا سا حال تپوں کا لکھدیا ہے تفصیل کے لئے طب کی مبسوط کتابیں ملاحظہ کرنی چاہئیں +

خناق

جب گلے میں تنگی پیدا ہو جائے - تو اسے خناق کہتے ہیں - اسکی زیادتی یا کمی اس تنگی کی کمی زیادتی پر موقوف ہے - یعنے جتنی زیادہ تنگی گلے میں ہوگی - اتنا ہی سخت خناق ہوگا - اگر اس مرض کے ساتھ چہرہ اور آنکھیں سُرخ ہوں - تو پہلے فصد قیفال کھولنا چاہئے - اور بعد ازاں ترش انار کے پانی سے غرغرے کرائیں - یا توت شامی کا رُب کھلائیں - یا سماق کو گلاب میں ملا کر غرغرے کرائیں - اگر بیماری تین دن سے بڑھ جائے - تو زرد انجیر کو پانی میں جوش دیکر غرغرے کرائیں - اور سنقہ اور خیار شنبر کو ماء العسل کے ساتھ ملا کر پلائیں - جس سے مسہل آئینگے - پھر آلو بخارا - آملی - خیار شنبر اور ترنجبین کا مسہل دیں - اور اگر چہرہ میں سُرخی نہ ہو - اور منہ سے بہت سا لعاب جاری ہو - اور علامات رطوبت ظاہر ہوں - تو توقایا کا مسہل دیں - اور ترنجبین عسلی کے ساتھ غرغرہ کرائیں - زبان کی نچلی رگ کا فصد کھولنا خناقوں میں مفید ہوا کرتا ہے گردن پر پچھنے لگوانے بھی مفید ہیں - نیز عسل بلاذر سے گردن پر لیپ کرنا بھی بہت فائدہ مند ہے - بنسرائی - نوشادر - عاقرقرحا - ہینگ - نطرون - فلفل - اور زنجبیل کا سفوف حلق میں لگانا بہت مفید ہے +

دوّار

اگر انسان کو یہ نظر آئے - کہ اسکے اردگرد کی چیزیں گویا گھوم رہی ہیں - اور آنکھوں میں اندھیرا آ جائے - اور گرنے کا وہم ہو - تو ان علامات کے ساتھ چہرہ اور آنکھیں گرم ہو جائیں - اور کان کی پچھلی رگیں پھول جائیں - تو ان رگوں کا فصد کھولنا چاہئے - اور گدی اور پنڈلی پر پچھنے لگوائے جائیں - اور اگر صرف چہرہ ہی سُرخ ہو - تو باسلیق کی فصد کھولیں - اور پنڈلی پر پچھنے لگوائیں - مرض دوار میں سر

پر سرکہ شراب اور روغن گل کی مالش بہت مفید ہے منیز ہلیلہ کے پانی کا مسہل دینا جو صداع میں مذکور ہے۔ فائدہ مند ہے۔ اور اگر دوار کے ساتھ غشی اور کرب ہو۔ مگر چہرے کی سرخی نہ ہو۔ تو شربت نوفایا کا استعمال کرائیں۔ اور سر کو گرم پانی سے دھوئیں +

ذات الجنب

اگر انسان کو پسلیوں کے نیچے درد ہو۔ اور ساتھ ہی خشک کھانسی۔ اور بخار ہو۔ تو اگر وہ درد اوپر کی پسلیوں کے کنارے پر ہو۔ تو تب اسی طرف کے باسلیق کی فصد کھولیں جسطرف درد ہو۔ البتہ اگر بدن میں امتلا بہت ہو۔ تو اس وقت جانبِ مخالف کی فصد کھولیں۔ اور اگر درد پسلیوں کے نیچے حصہ میں پشت کیطرف ہو۔ تو اس مطبوخ کا مسہل دیں جسے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں +

زکام

اگر زکام کے ساتھ خشک کھانسی بہت ہو۔ تو آبِ جو کے ساتھ خمیرہ بنفشہ کھائیں۔ اور ریزش نکلنے لگے۔ تو پھر ہر روز آبِ جو سے پہلے وہ جوشاندہ پلائیں۔ جو زکام میں پلایا جاتا ہے۔ اگر بخار سے آرام آجائے۔ مگر ریزش نہایت سختی سے نکل رہی ہو۔ تو وہ جوشاندہ پلائیں۔ جو ربو کے بیان میں مذکور ہے۔ اگر ریزش سیاہ یا زرد ہو۔ اور دیر تک رہے۔ اور بخار کو تسکین نہ ہو۔ بلکہ سات روز تک چلا جائے۔ تو پھر یہ مرض خوفناک ہے۔ اگر اس کے پہلو میں باہر سے سرخی پیدا ہو۔ اور اسپر ہاتھ لگانے سے درد ہوتا ہو۔ تو اسپر پچھنے لگائیں اور انجیر اور رائی کا لیپ کریں +

رمد

جب آنکھ کی سفیدی سرخ ہو جائے۔ اور آنسو بہنے لگ جائیں۔ اور آنکھ کے گوشوں میں گڈ آجائے۔ تو سمجھ لو۔ کہ آنکھ میں رمد ہو گیا ہے۔ اور جتنی یہ باتیں زیادہ ہونگی۔ اتنا ہی رمد چشم قوی ہوگا۔ اور اگر آنکھ کی سفیدی پھول کر سیاہی چشم پر چڑھ جائے۔ تو اسکا علاج یہ ہے کہ پہلے قیفال کی فصد کھولیں۔ مگر اس ہاتھ کی جو اس آنکھ کے مقابل ہو۔ اور کثرت سے خون نکالیں۔ اور بعد ازاں

طبیلہ اصفر اور ترنجبین اور ماء الفواکہ کا مسہل دیں۔ اور گوشت شراب اور میٹھی اور ثقیل غذا سے پرہیز کرائیں۔ اگر اس سے آرام آجائے۔ تو فبہا ورنہ شیاف ابیض کو عورت کے دودھ میں حل کر کے آنکھ میں ڈالیں۔ رمد چشم میں اشیاء ذیل کا پیشانی اور پلکوں پر لیپ کرنا بھی مفید ہوا کرتا ہے۔ جسکی ترکیب یہ ہے۔ ماميثا۔ ورد۔ اکلیل الملک۔ خشخاش۔ صندل احمر۔ انزروت۔ زعفران ان سب ادویات کی گولیاں بنالیں۔ اور بوقت ضرورت ایک گولی دھنیہ سبز کے پانی یا عرق گلاب میں حل کر کے آنکھ میں لگائیں۔ اور شیاف ابیض بنانے کی ترکیب یہ ہے۔ سفیدہ مغسول دس درہم۔ انزروت تین درم۔ نشاستہ ایک درم۔ کتیرا۔ افیون نصف درم۔ ان سب کو ملاکر شیاف بنایا جائے +

زکام

اگر حمام کے بعد انسان کا بدن کھلا رہے۔ اور اتفاق سے شمالی ہوا چل رہی ہو۔ تو اس سے ناک اور گلے میں کھجلی اور دغدغہ سا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور چھینکیں آنے لگتی ہیں۔ تو ایسی حالت میں چاہیئے۔ کہ کپڑا گرم کر کے سر کے گرد لپیٹ دیں۔ یہانتک کہ اسکی گرمی محسوس ہونے لگے۔ اور شونیز کو دیر تک سونگھیں۔ اور پیاس برداشت کریں اور چت لیٹ کر نہ سوئیں۔ اور غذا کم کردیں۔ اور شراب کو بالکل ترک کردیں۔ اگر اس سے زکام خشک ہوجائے۔ تو فبہا۔ ورنہ قیفال کی فصد کھولیں۔ اور ملین اشیاء کھلا کر طبیعت کو نرم کریں۔ مندرجہ ذیل جوشاندہ زکام اور کھانسی کے لئے مفید ہے۔ لسوڑیاں ۲۰ دانہ۔ زبیب ابیض جس کے دانے نکال ڈالے گئے ہوں دس درم عناب ۲۰ دانہ۔ بنفشہ دس درم۔ اصل السوس یعنی ملٹھی پانچ درہم۔ اور زرد انجیر پانچ درہم۔ ان سب ادویات کو تین رطل یعنے قریبًا ڈیڑھ سیر پانی میں ڈالکر یہانتک پکائیں۔ کہ قریبًا آدھ سیر رہ جائے۔ پھر اس میں ۷ درم خیار شنبر کا گودا۔ اور دس درم ترنجبین ملا کر پیئیں۔ اور اگر فصد اور اسہال سے فائدہ نہ ہو اور زکام سینہ کی طرف گرے۔ اور کھانسی اور بخار سخت ہوجائے۔ تو پھر فصد کھولنی ضروری ہے۔ اور گوشت سے پرہیز کرے۔ اور آب جو اور بنفشہ نوش کریں۔ اور اگر بخار اتر جائے۔ مگر کھانسی بدستور ہو۔ اور ریزش رُکنی شروع ہوجائے۔ تو ہر روز جوشاندہ ذیل کے ساتھ خمیرہ بنفشہ کا استعمال کرائیں۔ یہانتک کہ سینہ صاف ہوجائے۔ اور کھانسی سے آرام آکر آواز صاف ہوجائے۔ ترکیب اس

جوشاندے کی یہ ہے۔ تین اصفرہ ۵ عدد۔ عناب دس عدد۔ لسوڑیاں ۲۰ عدد۔ منقّی سفید دس درم۔ ملٹھی کوفتہ دس درم۔ اب سب ادویات کو اچھی طرح پکاکر چھان لیں۔ اور ہر روز بقدار تین اوقیہ کے خمیرہ بنفشہ کے ہمراہ کھلائیں +

سرسام

اگر کسی شخص کو تپ مطبقہ ہو۔ اور اس کے ساتھ ہی سر میں گرانی اور آنکھوں میں سخت سُرخی۔ اور سر درد ہو۔ اور روشنی بری معلوم ہوتی ہو۔ اور نبض تیز ہو۔ تو یہ سرسام کے نشانات ہیں۔ اور اگر زبان سیاہ یا زرد ہوجائے۔ اور عقل میں خلل آجائے۔ اور ہذیان اور بیداری پیدا ہو جائے۔ تو سمجھ لینا چاہئیے۔ کہ پوری طرح سے سرسام ہو گیا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ان علامات کے پورا ہونے سے پہلے فصد کھولی جائے۔ اور ماءالفواکہ پلاکر طبیعت کو ملین کریں۔ اور دن بھر میں فقط ایک یا دو دفعہ حسب عادت آب جو پلائیں۔ اور سر پر سرکہ شراب اور گلروغن کی مالش کریں۔ اور اگر بیداری بڑھ جائے۔ تو بنفشہ۔ پوست۔ شعیر مقشر بذرالخس۔ اصول تفاح۔ ان سب کو ایک برتن میں جوش دیکر سر کو ایک طشت میں رکھکر اس پانی سے جبکہ وہ ذرا ٹھنڈا ہو جائے دھوئیں۔ یہاں تک کہ بیداری جاتی رہے +

شقاق المقعد

اس کے لئے بطخ کی چربی۔ زوفائے تر۔ اونٹ کی نلی کا مغز۔ اگر یہ نہ ملے تو گائے کی نلی کا مغز سب ادویات کو ہموزن لیکر موم اور روغن سوسن یا روغن نرجس کے ساتھ ملاکر مرہم بنالیں۔ اور جائے مخصوص پر لگائیں۔ اگر حرارت زیادہ ہو تو اس مرہم میں سفیدہ زیادہ کرلیں۔ اور اگر وہ شقاق قبل میں ہوں تو سیسہ کا ایک ٹکڑا بقلۃ الحمقاء یا خس یا اسپغول کے پانی میں اسقدر رگڑیں کہ اسمیں حل ہوجائے اور پانی گاڑھا ہو جائے۔ پھر اسمیں گلروغن ملادیں جس سے وہ منجمد ہو جائیگا۔ یہ مرہم ان زخموں کے لئے بھی مفید ہے جو رحم وغیرہ مقامات میں ہوجاتے ہیں +

صداع

اگر صداع او شقیقہ کے ساتھ چہرے اور آنکھوں میں سُرخی اور گرانی ہو۔ اور

بدن کو بہت گرانی نہ ہو۔ حرارت محسوس ہو۔ اور نبض میں تیزی آجائے۔ تو اس طرف کی قیفال کی فصد کھولیں جس طرف کہ سر درد ہو۔ اور بعد ازاں عرق گلاب۔ گل روغن۔ اور سرکہ۔ گلاب کو ایک شیشی میں ڈالکر اچھی طرح ملالیں۔ بعد ازاں اسے برف میں رکھکر ٹھنڈا کریں۔ اور سر پہ مالش کریں۔ اور گوشت اور شراب ترک کردیں۔ اور زرد پیاز۔ سبزیاں۔ اور ٹھنڈے میوے نوش کریں۔ اور ہلیلہ۔ آلو بخارا۔ تمر ہندی۔ اور سکر طبرزد کا مسہل دیں۔ اگر آرام آجائے۔ تو فبہا۔ ورنہ خطمی کو شراب سے ملاکر سر پر لیپ کریں۔ اور اگر صداع کے ساتھ سرعت نبض اور حرارت ہو۔ مگر چہرے اور آنکھوں میں سرخی نہ ہو۔ تو مسہل سے علاج کرنا چاہئے۔ اور روغن بنفشہ۔ یا روغن کدو شیریں۔ یا روغن نیلوفر۔ یا روغن خلاف کی ناس لیں۔ اور اگر خواب گاڑھا ہوجائے۔ اور صداع دیر پا ہوجائے۔ تو کافور اور افیون ہموزن لیکر روغن خلاف میں حل کر کے مریض کی ناک میں ٹپکاؤ۔ اور اگر صداع کے ساتھ ان علامات میں سے کوئی نہ ہو۔ تو فوقیا کے مسہل دیں۔ اور اسکی ترکیب یہ ہے۔ ایارج فیقرا دس درہم۔ حنظل کا گودا تین درہم۔ سقمونیا تین درہم۔ تربد اور اسطوخودوس میں سے ہر ایک پانچ پانچ درہم۔ ان سب ادویات کی دس خوراکیں بنالیں۔ مسہل کے بعد سر پر روغن بان اور روغن چنبہ کی سر اور پیشانی پر مالش کریں۔ اور صداع حار میں یہ نسخہ استعمال کرنا چاہئے۔ بنداختس۔ شیاف مامیثا۔ صندل سرخ۔ صندل سفید۔ فوفل۔ افیون۔ ان سب ادویات کو سرکہ اور گلاب میں ملاکر سر پر لیپ کریں۔ اور اوپر گلاب اور سرکہ میں ایک کپڑا تر کر کے باندھ دیں۔ جب وہ خشک ہوجائے تو پھر تر کردیں۔ اور اگر دھوپ میں زیادہ دیر کھڑا ہونے سے سر درد ہونے لگے۔ تو اسکا علاج یہ ہے۔ کہ گل روغن اور سرکہ اور شراب کو ٹھنڈا کر کے سر پر لیپ کریں ✦

ضعفِ بصر

اگر ضعفِ ابصارت کے ساتھ غلبۂ رطوبت کے نشانات ظاہر ہوں۔ یعنی بھوک اور ریاضت کے وقت وہ کچھ زائل ہوجاتی ہوں۔ تو ایسے مریض کو پے در پے شربت توتیا پلانا چاہئے۔ اور قے کرانی چاہئے۔ اور سرمہ ذیل آنکھوں میں لگانا چاہئے۔ اور اگر ضعف بدن کے ساتھ بدن میں خشکی ہو۔ تو مریض کو مقوی غذائیں کھلائیں۔ اور سر پر سرد پانی ڈالیں۔ سرمہ کی ترکیب یہ ہے۔ توتیا مغسول مجفف ۲۰ درہم لے کر مرزنجوش تر کو نچوڑیں۔ اور ایک رات پڑا رہنے دیں۔ پھر اسے صاف کر کے توتیا اس کے اندر ڈال

دیں۔ اور خشک ہونے تک پڑا رہنے دیں۔ پھر زنجبیل۔ نلفل۔ دار فلفل۔ ممیرا اور نوشادر ہر ایک دو دو درہم یکر سب کو عرق رازیانج طبری میں حل کر کے خشک کریں پھر پیسکر کام میں لائیں۔ یہ سرمہ اس ضعف البصارت کو نہایت ہی مفید ہے۔ جو رطوبت سے پیدا ہو ❖

طرفہ

طرفہ (یعنے آنکھ میں سرخ دانہ پڑجانا) جب آنکھ میں چوٹ یا کسی اور باعث سرخ دانہ پڑجائے۔ اور اس کے تحلیل کی ضرورت ہو۔ تو ہڑتال سرخ۔ کندر اور مرادشنگ سب کو ہموزن لے کر عرق دھنیا میں حل کر کے آنکھ میں لگائیں۔ اور اگر پھر بھی درد ہو۔ تو انڈے کو گلاروغن کے ساتھ ملا کر بیداری میں آنکھ پر لیپ کریں ❖

ظفرہ

ظفرہ (یعنے آنکھ میں ناخونہ پڑجانا) اگر تم آنکھ کی سفیدی میں ناک کی طرف والے گوشہ سے لیکر سیاہی چشم تک ایک جھلی سی دیکھو۔ تو یہی ناخونہ ہے۔ اگر یہ سیاہی چشم سے گذر کر پتلی تک جا پہنچے۔ تو نہایت نقصان دِہ ہوتا ہے۔ اسکا علاج شیاف اخضر اور شیاف قلقند سے ہو سکتا ہے۔ مگر جب تک رقیق اور پتلا ہو۔ اور اگر موٹا اور سخت ہو جائے۔ تو پھر لسے لوہے کے اوزار سے چھیل کر دور کیا جاتا ہے۔ شیاف اخضر کی ترکیب یہ ہے:۔ زنگار تین درہم۔ قلقطار محرق چھ درہم۔ ہڑتال سرخ ایک درہم۔ سمندر جھاگ ایک درہم۔ نوشادر نصف درہم۔ اشق ایک مثقال۔ ان سب ادویات کو عرق سداب میں حل کر کے چھان لیں۔ یہ شیاف نہایت مقوی اور عجیب ہے۔ شیاف قلقند جو ناخونہ کے لئے نہایت مجرب ہے۔ اس کا نسخہ یہہ ہے۔ روسنحج۔ پانچ درہم۔ زنگار دو درہم۔ نوشادر ایک درہم۔ بورق ایک درہم۔ ہڑتال مصعد ایک درہم۔ ان سب کو پیسکر حل کر لیں۔ اور ایک ہفتہ تک رکھ چھوڑ دیں۔ بعد ازاں استعمال کریں ❖

عسر البول

اگر پیشاب تھوڑا تھوڑا اور رک رک کر آوے۔ اور اس کے ساتھ مثانہ میں انتفاخ اور درد نہ ہو۔ اور نہ ہی پیٹ میں ثقل ہو۔ تو فوراً مدر ادویات استعمال کرنی چاہئیں

ورنہ اس سے استسقاء ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ مقتر بول دوائی کا نسخہ یہ ہے:۔ بذر کرفس۔ مرزنجوش۔ مجیٹھ۔ صمغ ابہل۔ شطر آسیون۔ اسارون۔ ناخنخواہ۔ بذر ابرازیانج۔ سنبل۔ بادام تلخ ہر ایک بیس بیس درہم لیکر بمقدار دس درہم کے جوش دیکر پئیں۔ باذرا ریح جنکے سر اور پر جدا کر دیئے گئے ہوں۔ ایک درہم۔ تین درہم اشق اشق کو شراب میں حل کر کے باقی ادویات اس میں ملا کر گولیاں بنالیں۔ اور ایک درم سے تین درم تک استعمال کریں۔ یہ دوائی نہایت سریع الاثر ہے +

اگر عسر البول گر پڑنے یا عانہ اور شرم گاہ یا اس کے قریب کہیں چوٹ لگ جانے سے پیدا ہو۔ تو باسلیق کی فصد کھولنی چاہئے۔ اور موضع مذکور پر گرم پانی کی دھار قریبًا نصف یوم تک ڈالتے رہیں۔ پھر مریض سے کہیں کہ پیشاب خارج کرنے کی کوشش کرے۔ اگر عسر البول کے ساتھ مثانہ بھی بھرا ہوا ہو۔ اور اس کے بعد پیشاب کے ہمراہ خون آنے لگے۔ تو اس صورت میں مریض کو ایسی دوائیں دینی چاہئیں جن سے تیزی خون اور اسکا جوش جاتا رہے۔ چنانچہ قرواۃ۔ مرزنجوش۔ صمغ۔ اہیل۔ اشق۔ جندبیدستر سب ادویات کو ہموزن لے کر اشق میں حل کر کے گولیاں بنالیں۔ اور دن میں چار مرتبہ جوشاندہ مذکور کے ہمراہ استعمال کریں۔ جس کا ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں +

غدود جو زبان کے نیچے ہو

اگر زبان کے نیچے غدود ہو۔ اور تکلیف دے۔ تو اسے کچھ عرصہ تک نوشادر اور مازو سے مالش کریں۔ اگر فائدہ ہو جائے تو فبہا۔ ورنہ اسے ان ادویات سے مالش کریں۔ جو مسوڑوں کو بھی مفید ہیں۔ ہڑتال سرخ۔ ہڑتال زرد۔ بذر بنفشہ پھٹکڑی۔ سب ادویات کو ہموزن لے کر سرکہ میں ملا کر قرص بنالیں۔ اور بوقت حاجت بقدر ایک دانق لے کر پیس کر غدود پر ملیں جسطرح کہ مسوڑوں پر ملتے ہیں یا مسوڑوں کے لئے گل روغن منہ میں رکھیں۔ اور غدود کے لئے سرکہ اور نمک کی کلی کریں +

فالج

اگر انسان اپنے ایک عضو یا کئی اعضاء کو حرکت نہ دے سکے۔ اور نہ ہی ان سے کسی چیز کو محسوس کر سکے۔ تو ہم کہینگے کہ اسکے اس عضو یا اعضاء میں فالج ہو گیا تو ایسے مریض کو وہ گولیاں کھانی چاہئیں جنکا نسخہ محمد بن زکریا رازی نے اپنی

کتابوں میں لکھا ہے۔ ترکیب اس کی یہ ہے:۔ ایارج فیقرا دس درہم۔ شحم حنظل پانچ درہم۔ قنطوریون۔ دقیق۔ عصارہ قثاء الحمار۔ ہر ایک پانچ درہم۔ فرفیون ڈھائی درہم۔ جند بیدستر۔ فلفل۔ حلتیت۔ جاؤشیر۔ شیطرج ہندی خردل ہر ایک ایک درہم۔ پہلے جتنے گوند ہیں انکو عرق سداب میں حل کریں بعد ازاں باقی ادویات کو ان میں ملا کر گولیاں بنالیں۔ اور یہ سب دس خوراکیں ہیں ایک خوراک کھا کر تین دن کا وقفہ کریں۔ اور ان ایام میں اسے آب نخود۔ زیت اور خردل کھلائیں۔ بعد ازاں ان گولیوں کی دوسری خوراک کھلائیں۔ اسی طرح تین مرتبہ کھلائیں۔ پھر اسے چند دن آرام کرائیں۔ اور گرم قلیوں یا چوزوں کا شوربہ غذا کھلائیں۔ اور بدن پر روغن قسط کی مالش کریں۔ جسکی ترکیب یہ ہے۔ قسط ایک اوقیہ فلفل تین اوقیہ۔ عاقرقرحا تین اوقیہ۔ فرفیون تین اوقیہ۔ جند بیدستر نصف اوقیہ ان سب ادویات کا نصف رطل روغن خیری یا روغن سوسن میں تیار کر استعمال کریں اور اگر فالج چوٹ یا سدہ سے پیدا ہو۔ اور پھر فوراً درد پیدا ہو جائے۔ اور اسی حال پر قائم رہے۔ تو ایسے فالج سے آرام نہ آئیگا۔ اور اگر فالج تھوڑا تھوڑا پیدا ہو۔ تو اس جگہ یہ لیپ زیادہ نہایت مفید ہے۔ آرد حلبہ۔ حب البان۔ حب النخبہ۔ حب الخروع۔ مقل اشق۔ شحم البط۔ موم۔ روغن سوسن۔ ان سب ادویات کو بطور ضماد وہاں لگائیں ✤

نیز نسخہ ذیل فالج۔ لقوہ اور رعشہ کے لئے نہایت مفید ہے۔ زنجبیل۔ عاقرقرحا کلونجی۔ قسط۔ فلفل۔ دار فلفل۔ وج ہر ایک دس دس درم۔ مرزنجوش۔ سداب یابس۔ سکبینج۔ خبطیانا۔ زراوند۔ حب الغار۔ جند بیدستر۔ شاہترہ۔ رائی۔ عسل بلادر۔ ہر ایک پانچ پانچ درم۔ ان سب کو روغن جوز میں ملا کر شہد میں گوندھیں اور بقدر ایک درم کھائیں ✤

قولنج

اگر درد شکم کے ساتھ طبیعت کی بندش اور غشی ہو۔ اور بخار اور حرارت وغیرہ کچھ نہ ہو۔ تو چاہئے کہ بیمار کو ایسی دوا کھلائیں جس سے دست آجائیں۔ اور قے نہ ہو۔ جیسے جوارش مسک اور اس کا نسخہ یہ ہے۔ مصطگی۔ جوزبوا۔ قلفل دار فلفل۔ زنجبیل۔ جوزبوا۔ مسک ہر ایک دس دس درم۔ سقمونیا تازہ۔

جند بید ستر۔ ہر ایک دس دس درم۔ ان سب ادویات کو کوٹ کر چھان لیں۔ پھر شیرہ بھی بقدر ضرورت نکالکر اسکے برابر شہد اسمیں ملاکر آگ پر رکھیں۔ حتٰی کہ جب وہ تھوڑا تھوڑا گاڑھا ہونے لگے۔ تو اسوقت اسمیں سب ادویات مذکورہ بالا ڈال کر قوام تیار کریں۔ اسکی خوراک ایک درم سے ڈھائی درم تک ہے +

اور اگر مریض کو غشی نہ ہو۔ تو حب قولنج استعمال کرائیں۔ جسکی ترکیب یہ ہے:۔ شحم حنظل دس درہم لیکر اسکی گولیاں بنالیں۔ دفع قولنج میں یہ گولیاں نہایت ہی سریع الاثر ہیں +

اور اگر قولنج سخت ہے۔ اور ادویہ مسہلہ سے کچھ فائدہ نہ ہو۔ تو پھر مریض کو یہ شیافہ دینا چاہیئے۔ ایارج فیقرا دس درم۔ سقمونیا ڈھائی درم۔ شحم حنظل ڈھائی درم ان سب ادویات کے لمبے لمبے شیافے بناکر مریض کو دیں۔ اور اگر ان سے مریض کو فائدہ نہ ہو۔ تو پھر اس حقنہ کو استعمال کریں۔ شحم حنظل دس درم۔ آرد باقلا پانچ درم بخور مریم دو درہم۔ عود طیب ایک درہم۔ اور قوتنج اور سداب کی تھوڑی تھوڑی مقدار۔ ان سب ادویات کو تین رطل پانی میں اسقدر پکائیں۔ کہ تہائی رطل رہ جائے۔ پھر اسمیں تین درم قطران۔ اور اسی قدر شہد۔ ایک درم جند بیدستر۔ سکبینج ایک درم۔ جاوشیر ایک درم۔ شیاف ایک مثقال ملائیں۔ اور حقنہ لیں +

اور اگر مریض کو درد کے ساتھ نفخ گرگراہٹ اور اسنداد معلوم ہو۔ تو اسے حب انجار کا استعمال کرانا چاہئے۔ جسکا نسخہ یہ ہے۔ سداب یابس اسکے پتے دس درم نانخواہ۔ کمون۔ شونیز۔ کاشم صغیر۔ کرویا۔ فطراسالیون۔ بادرنجبویہ۔ فلفل۔ دارفلفل۔ فوتنج۔ فراوش۔ حب الغار۔ جند بیدستر۔ ہر ایک دو درہم۔ سکبینج چار درہم۔ ان سب ادویات کو شہد کے ساتھ معجون بنالیں۔ اور دن میں کئی بار بقدر تنقیہ شربت کہنہ ایک اوقیہ یا ماء الاصول کے ساتھ استعمال کرائیں نہایت مفید ہے +

کابوس

اگر انسان کو سوتے وقت یہ معلوم ہو کہ کوئی تیرا بوجھ اسپر گر پڑا ہے۔ تو اس بیماری کا نام کابوس ہے۔ اس کے علاج سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ مرگی کا مقدمہ ہے۔ اگر اس بیماری کے ساتھ چہرہ سرخ ہو۔ و رعوق میں امتلا ہو۔ تو فصد

کی فصد کھولیں ۔ یا پنڈلیوں پر پچھنے لگائیں ۔ اور شراب اور میٹھی اشیاء کا استعمال کم کر دیں ۔ اور جو چیزیں کثرت سے خون پیدا کرتی ہیں ۔ انہیں بھی ترک کر دیں ۔ اور اگر امر اس کے خلاف ہو ۔ تو کئی بار فوقیا کا مسہل دیں ۔ اور ریاضت کرائیں ۔ اور اعضائے سفلیہ پر اچھی طرح مالش کرائیں +

لقوہ

جب انسان کا چہرہ ٹیڑھا ہو جائے ۔ اور اپنی ایک آنکھ بند نہ کر سکے ۔ اور اگر اسے پھونک مارنے کے لئے کہا جائے ۔ تو منہ کی صرف ایک طرف سے ہی پھونک نکل سکے ۔ تو ہم کہینگے کہ اسے لقوہ ہو گیا ہے ۔ ایسے مریض کو شروع میں حب بلتین کھلائیں ۔ اور غذا وہ کھلائیں جو فالج کے علاج میں بیان کی گئی ہے +

مالیخولیا

جب ذہن انسان میں افکار فاسد پیدا ہوں ۔ اور ساتھ ہی اسے خوف و غم لاحق ہو ۔ تو اسے مالیخولیا کی ابتدا سمجھنی چاہیئے ۔ پھر جب یہ حالت اس درجہ تک پہنچ جائے ۔ کہ وہ بے ہوش ہونے لگے ۔ اور وہی خیالات اس کے افعال و کلام سے بھی ملجائیں ۔ تو سمجھ لو ۔ کہ مالیخولیا مستحکم ہو گیا ۔ اسلئے لازم ہے ۔ کہ جس شخص کے ذہن میں افکار ردی پیدا ہوں ۔ اور رنج و غم لاحق ہو ۔ تو فوراً اسکا علاج کریں کیونکہ اگر یہ بیماری بڑھ جائے ۔ تو علاج دشوار ہو جاتا ہے ۔ اگر مالیخولیا کے ساتھ پیٹ میں درد بھی ہو ۔ اور نفخ بھی ہو ۔ تو بائیں ہاتھ کی باسلیق اور اسیلم کی فصد کھولیں ۔ پس اگر خون سیاہ رنگ کا نکلے ۔ تو اسے زیادہ مقدار میں خارج کرنا چاہیئے بعد ازاں اسے جوشاندہ افتیموں پلانا چاہیئے ۔ جو کتب طب میں مذکور ہے ۔ اور اگر اس کے ساتھ مذکورہ بالا علامات نہ ہوں ۔ یا مالیخولیا سرسام کے بعد پیدا ہوا ہو اور یا دیر تک دھوپ میں چلنے اور سر میں چوٹ لگنے سے لاحق ہوا ہو ۔ تو پھر قیفال کی فصد کھولیں ۔ اور مذکورہ بالا سب تدبیریں عمل میں لائیں ۔ اور غذا میں بھیڑ یا بکری کے بچے کا گوشت ۔ اور نان سفید اور شراب رقیق استعمال کریں ۔ گولیوں کا نسخہ ذیل سوداء کے خارج کرنے میں نہایت مفید ہے ۔ افتیموں بیس درہم ۔ سفائج دس درم ۔ غاریقون دس درم ۔ خربق سیاہ ۔ نمک ہندی ہر ایک پانچ پانچ درم

اسطخودوس۔ سعد۔ ایارج فیقرا ۱۵ درم۔ خوراک انکی تین درم ہے +

نفث الدّم

اگر کھانسی کے ساتھ خون آتا ہو۔ تو کچھ خطرے کی بات نہیں سالے ان دواؤں کا غرغرہ کرانا چاہیئے۔ جو ہم خناق میں بیان کر آئے ہیں۔ اور اگر خون قے کے ساتھ آئے تو پھر چنداں خطرہ نہیں۔ فصد کھولیں۔ اور ادویہ قابض جیسے۔ ماق۔ حصرم۔ نیز گل ارمنی۔ صمغ عربی۔ گل انار۔ دم الاخوین۔ کندر ہر ایک تین تین درم لے کر بہی کے سادہ رُب کے ساتھ کھلائیں +

وجع المعدہ

اگر درد معدہ کے ساتھ کرب اور غشی ہو۔ تو اسکو پانی پلا کر قے کرائیں۔ اگر آرام آجائے۔ تو فبہا ورنہ اسے ایارج فیقرا کا مسہل دیں۔ جسکا نسخہ یہ ہے۔ ورد۔ مصطگی۔ سنبل۔ عیدان البلسان۔ دار چینی۔ سلیخہ۔ اسارون۔ ہر ایک پانچ پانچ درہم۔ صبر سقوطری۔ تمام دواؤں سے دگنا سب کو علیحدہ علیحدہ پیسکر ملا لیں اور پھر سب کو یک چھان لیں۔ اس کی خوراک ایک مثقال سے دو درہم تک ہے اور اگر درد کے ساتھ ڈکار بھی آئیں۔ تو اسکو وہ معجونیں کھلائیں جو ریاحوں کو توڑتی ہیں اور قولنج میں انکا ذکر ہو چکا ہے +

ہیضہ

اگر انسان کے معدہ میں طعام فاسد ہو جائے۔ تو گرم پانی پلا کر متواتر کئی دفعہ قے کرائیں۔ اور حمام میں غسل کرائیں۔ بعد ازاں خفیف سی غذا کھلائیں۔ اور اگر قے اور دست شدت سے شروع ہو جائیں۔ اور علامات ہائلہ پیدا ہو جائیں۔ تو اسے بھوکا نہ رکھیں۔ اور اقراص کندر کو برف کے پانی اور رُب انار کے ساتھ کھلائیں اور اگر انہیں قے کردے تو اس کے بازو اور رانیں مضبوط باندھ دیں۔ اور اس کی پنڈلی پر برف کا ٹھنڈا پانی بہائیں۔ اور اس کے پیٹ پر عرق گلاب میں صندل گلاب۔ کافور اور سک پیسکر طلا کریں۔ اور شراب کہنہ انار کے رب میں ملا کر تھوڑا تھوڑا پلائیں۔ اقراص کندر کا نسخہ یہ ہے۔ طین خراسانی دس درم۔ کباب چینی۔ قاقلہ ہر ایک ڈیڑھ ڈیڑھ درم۔ کافور ایک دانق۔ سک ایک دانق۔ لونگ ایک دانق۔

سب کو ملا کر قرص بنائیں۔ ان سے ایک مثقال قے کے لئے کھلانا نہایت نافع ہے۔
اور اگر اس سے بھی قے بند نہ ہو۔ تو معدہ پر سنگیاں لگوائیں +

یرقان

اگر یرقان کے ساتھ بخار بھی ہو۔ تو مریض کو کاسنی۔ مکو۔ اور آب جو پلائیں۔ اور کدو اور کھیرے کا پانی بطور غذا کھلائیں۔ نیز سکنجبین ترش پلائیں۔ اور صندل سفید و سُرخ کا جگر پر لیپ کریں۔ اور آلو بخارا اور شکر سے اسکی طبیعت نرم کریں۔ اگر اس سے آرام آجائے۔ تو فبہا۔ ورنہ اسے قرص کافور آب انار کیساتھ کھلائیں جنکا نسخہ یہ ہے مذرسنگ تین درم۔ طباشیر تین درہم۔ ورد احمر تین درہم۔ تخم کاسنی۔ تخم خیار۔ تخم کدو۔ خس۔ بقلۃ الحمقار۔ صندل زرد۔ ہر ایک ایک ایک درہم۔ ان سے دو دو درم کے قرص بنالیں۔ اور ایک قرص۔ ایک قیراط کافور کے ساتھ کھلائیں۔ اگر یرقان کے ساتھ بخار نہ ہو۔ تو ان گولیوں سے اسکی طبیعت ملین کریں۔ صبر سقوطری ایک درم۔ غاریقون درم کی دو تہائی۔ عصارہ غافث تین درم۔ ان ادویات کو عرق کاسنی میں ملا کر گولیاں بنالیں۔ یہ گولیاں یرقان کے لئے از حد مفید ہیں۔ نیز تین ہفتہ متواتر دہی کا پانی پینا بھی یرقان کو نہایت مفید ہے +

مذکورہ بالا وہ امراض کلیہ ہیں۔ جو بدن انسانی میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہر مرض کی جو ہر قلب پر ایک حقیقت فطری ہے۔ یہ بھی معلوم رہے۔ کہ امراض روحانی کا فساد ان امراض ابدانی سے بہت زیادہ ہے۔ اور ان کی دوائیں بھی ان کی دواؤں سے کمیاب ہیں۔ اور ہر نوجوان کا یہ کام نہیں۔ کہ وہ صداع قلب سے بحث کرے۔ یا روح کی تسکین اور اس کی گرمی کا بیان کر سکے۔ حالانکہ دل کا بھی سر ہے۔ اور وہ تذکر ہے۔ اور اسکی صداع اس تذکر کا حدس قدسی کے حدود سے نکل جانا ہے۔ اور گرمی روح آنتوں کی مشارکت اور مجالست ثقلاں ہے۔ اور اسی طرح ہر مرض کے ثقل میں کئی راز ہیں جنہیں ہم عنقریب ہی ذکر کرینگے۔ اور چونکہ ہم نے امراض اور انکی ادویہ کا ذکر کیا ہے۔ تو مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ باب کے دوسرے حصہ میں مفرد ادویہ کا بھی حروف تہجی کی ترتیب سے ذکر کر دیں۔ مگر ہر ایک حرف میں صرف ایک یا دو ہی کا ذکر کرینگے۔ کیونکہ ان کی تفصیل کتب طب میں موجود ہے۔ اور ہماری غرض اس مختصر بیان سے صرف یہ ہے۔ کہ ہماری کتاب اس مضمون سے بھی خالی نہ رہے +

الالف

اقحوان ۔ طبیعت اس کی سرد و خشک ہے ۔ کھجلی اور خارش کو مفید ہے ۔ اور امعار کو ضرر دیتا ہے ۔ اس کا مُصلح ہلیلہ اصفر ہے ۔ اچھا وہ ہوتا ہے ۔ جو بڑا ہو ۔ اور خوراک اس کی پانچ درم ہے +

افسنتین ۔ اس کی طبیعت گرم خشک ہے ۔ مرہ صفرا کے مسہل کے لئے مفید ہے ۔ معدے کے لئے مضر ہے ۔ اور اسکا مُصلح انیسون ہے ۔ اس سے اچھی وہ ہوتی ہے جو رومی اور زرد رنگ کی ہو ۔ خوراک اسکی چار درہم ہے +

الباءُ

بقلۃ الحمقاء ۔ اس کی طبیعت سرد تر ہے ۔ التہاب صفرا کو نافع ہے ۔ امعار کو ضرر پہنچتی ہے ۔ مُصلح اسکا مصطگی ہے ۔ اس کے چوڑے پتے کام میں آتے ہیں اس کے پانی کی خوراک دس درہم ہے +

التاءُ

توت ۔ اس کی طبیعت معتدل ہے ۔ صفرا اور تیزی خون کے لئے مفید ہے مثانہ کو ضرر دیتا ہے ۔ اور مُصلح اس کا شہد ہے ۔ ثمرہ سیاہ رنگ کا ہوتا ہے ۔ اس کے پانی کی خوراک دس درم ہے +

الثاءُ

ثمرۃ الطرفا ۔ (جڑی ہیں) طبیعت اسکی معتدل ہے ۔ پھیپھڑے کے زخموں کو نفع دیتا ہے ۔ سر کے لئے مضر ہے ۔ مُصلح اسکا زوفرا ہے ۔ اچھا وہ ہوتا ہے جو بڑا ہو ۔ خوراک اس کی تین درہم ہے +

الجیمُ

جاؤشیر ۔ طبیعت اس کی گرم و خشک ہے ۔ عرق النسا اور وجع المفاصل کو مفید ہے ۔ خصیتین کو ضرر دیتا ہے ۔ مُصلح اسکا مرماحور ہے ۔ بہتر اس سے وہ ہوتا ہے ۔ جو نہایت بدبودار ہو ۔ خوراک اس کی ایک مثقال ہے +

اَلحَاءُ

حضض ۔ طبیعت اس کی سرد خشک اور قابض ہے ۔ پرانے درد جگر کو مفید ہے طحال کے لئے مضر ہے ۔ اور اس کا مُصلح افیون ہے ۔ اس سے بہتر وہ ہے ۔ جو کی ہو ۔ خوراک اس کی ایک درم ہے +

اَلخَاءُ

خشخاش ۔ طبیعت اسکی سرد خشک ہے سودستونکو مفید ہے ۔ اور پھیپھڑے کے لئے مضر ہے ۔ اس کی مُصلح مصطگی ہے ۔ اچھی وہ ہوتی ہے جو سفید ہو ۔ خوراک اس کی ڈھائی درہم ہے +

الدّال

دار فلفل ۔ طبیعت اس کی گرم و خشک ہے ۔ بدن کو موٹا کرتی ۔ اور سر اور معدہ کا تنقیہ کرتی ہے ۔ اور سر کو مضر ہے ۔ اس کی مُصلح صمغ عربی ہے ۔ اچھی وہ ہوتی ہے جو سفید اور کرکری ہے ۔ خوراک اس کی ایک درم ہے +

الذّال

ذراریح ۔ طبیعت اس کی گرم اور تیز ہے ۔ مثانہ اور گردے کے سنگریزوں اور پتھری کے توڑنے میں بہت مفید ہے ۔ اگر پتھری وغیرہ نہ ہو ۔ اور اسکا زیادہ استعمال کیا جائے تو مثانہ میں جا بیٹھتی ہے ۔ اور نقصان پہنچاتی ہے ۔ اسکی مُصلح کتیرا ہے ۔ عمدہ وہ ہوتا ہے ۔ جو تیل میں بھونا گیا ہو ۔ اس کی خوراک دو دانق ہے +

اَلرَّاءُ

ریوند ۔ طبیعت اسکی معتدل ہے ۔ درد جگر کو فائدہ دیتی ہے ۔ اور معدے کو ضرر پہنچاتی ہے ۔ اس کی مُصلح صمغ عربی ہے ۔ اور اچھی وہ ہوتی ہے جس کی بو عمدہ ہو ۔ خوراک نصف درم ہے +

اَلزَّاءُ

زعفران ۔ طبیعت اسکی گرم خشک ہے ۔ بلغم اور نسیان کو مفید ہے ۔ عقل کی خفت کے لئے مضر ہے ۔ مُصلح اسکا شہد ہے ۔ بہتر وہ ہے جو نیا ہے ۔ خوراک ایک درم ہے +

السّین

سعد ۔ موتھا ۔ طبیعت اسکی گرم وخشک ہے ۔ دانتوں کی درد کو فائدہ دیتا ہے ۔ پھیپھڑے کے لئے مضر ہے ۔ مصلح اسکا انیسون ہے ۔ اور عمدہ وہ ہوتا ہے ۔ جو سُرخ رنگ ہو ۔ خوراک اس کی دو درم ہے ✦

الشّین

شیطرج ۔ طبیعت اسکی گرم وخشک ہے ۔ پرانے درد دل اور درد پہلو کو مفید ہے ۔ پھیپھڑے کو نقصان پہنچاتا ہے ۔ مُصلح اسکی مسطگی ہے ۔ اور بہتر وہ ہوتا ہے ۔ جو ہند سے آتا ہے ۔ خوراک دو درم ہے ✦

الصّاد

صدف محرق ۔ سیپ سوختہ ۔ طبیعت اسکی سرد اور خشک ہے ۔ درد دل کو مفید ہے ۔ مثانہ کو ضرر پہنچاتا ہے ۔ مُصلح اس کا شہد ہے ۔ بہتر وہ ہے جسمیں سے موتی نکلے ۔ مقدار خوراک ایک درم ہے ✦

الضّاد

ضفدع ۔ مینڈک ۔ طبیعت اسکی تر ہے ۔ ورموں کو تحلیل کرتا ہے ۔ اور سر اور جذام کے لئے نہایت مفید ہے ✦

الطّاءُ

طباشیر ۔ طبیعت اسکی سرد ہے ۔ درد جگر کے لئے مفید ہے ۔ پھیپھڑے کو ضرر دیتی ہے ۔ مُصلح اسکا ورد احمر ہے ۔ بہتر اس سے وہ ہے ۔ جو سفید اور ہلکی ہو ۔ مقدار خوراک نصف درم ہے ✦

الظّاءُ

ظلف یابس ۔ داء الثعلب کے اسباب میں نہایت مفید ہے ۔ خصوصاً ظلف ... سرکہ کے ساتھ نہایت مفید ہے ✦

العین

عُود ۔ طبیعت اسکی گرم وخشک ہے ۔ معدہ کا تنقیہ کرتا ہے ۔ اور دستوں کو روکتا ہے ۔ مقعد کو ضرر پہنچاتا ہے ۔ مُصلح اسکا وَرد ہے ۔ سب سے عمدہ ہندی ہوتا ہے خوراک اسکی نِصف درہم ہے +

الغین

غافث ۔ طبیعت اس کی سرد اور خشک ہے ۔ صفراءِ محترقہ کو نافع ہے ۔ طحال کو ضرر دیتا ہے ۔ مُصلح اِس کا انیسون ہے ۔ اچھا وہ ہوتا ہے ۔ جو سیاہی مائل ہو ۔ مقدار خوراک دو درم ہے +

الفاءُ

فربیون ۔ طبیعت اِس کی گرم اور خشک ہے ۔ بلغم کے لئے مفید ہے خصیتین کو ضرر پہنچاتی ہے ۔ مُصلح اس کا کتیرا ہے ۔ عُمدہ وہ ہوتی ہے ۔ جو سفید ہو ۔ اور مقدار خوراک دو درہم ہے +

القاف

قنبیل ۔ طبیعت اس کی گرم اور خشک ہے ۔ معدے کے کرموں کو بذریعہ اسہال نکالنے کے لئے نافع ہے ۔ امعاء کو ضرر پہنچاتی ہے ۔ مُصلح اسکا شیخ ارمنی ہے ۔ عمدہ وہ ہوتی ہے جو نہایت زرد رنگ کی ہو ۔ مقدار خوراک دو درہم ہے +

الکاف

کہربا ۔ طبیعت اس کی گرم خشک ہے ۔ نکسیر کو روکنے کے لئے مفید ہے ۔ سر کو نقصان دِہ ہے ۔ مُصلح اسکا ارز فارسی ہے ۔ اس سے عمدہ وہ ہوتا ہے ۔ جو موم کے رنگ کا ہو ۔ مقدار خوراک دو درم ہے +

اللّام

لؤلؤ ۔ (موتی) طبیعت اسکی سرد وخشک ہے ۔ منہ اور دل کی درد کے لئے نافع ہے مثانہ کے لئے مضر ہے ۔ مصلح اسکا سُک ہے ۔ عمدہ وہ ہوتا ہے جو صاف وشفاف اور نرم ہو ۔ مقدار خوراک دو دانق ہے +

المیم

مشک ۔ طبیعت اس کی گرم اور خشک ہے ۔ معدہ کا تنقیہ کرنے اور ذہن کو تیز کرنے کے لئے مفید ہے ۔ زیادہ کھانے سے سبکی عقل پیدا ہوتی ہے ۔ مصلح اس کا شہد ہے ۔ عمدہ کستوری وہ ہوتی ہے جو تبت سے آتی ہے ۔ مقدار خوراک ایک قیراط ہے ✦

النون

نیلوفر ۔ طبیعت اس کی سرد و تر ہے ۔ شقیقہ سر کے دردوں اور درد کو مفید ہے ۔ مگر شانہ کو ضرر پہنچاتا ہے ۔ مصلح اسکی شکر ہے ۔ عمدہ وہ ہوتا ہے جو نیلگونی رنگ کا ہو ۔ مقدار خوراک تین درم ہے ✦

الواو

وج ۔ طبیعت اس کی گرم اور خشک ہے ۔ جذام کے لئے نہائت مفید ہے ۔ مگر شانہ کو ضرر دیتا ہے ۔ مصلح اس کا شہد ہے ۔ عمدہ وہ ہے جو سفید ہو ۔ مقدار خوراک تین درم ہے ✦

الهاء

ہلیلہ ۔ طبیعت اسکی سرد اور خشک ہے ۔ اسہال صفراوی کے لئے مفید ہے ۔ مقعد کو ضرر دیتا ہے ۔ آب عناب اسکا مصلح ہے ۔ عمدہ وہ ہوتا ہے جو زرد ہو ۔ مقدار خوراک دس درم ہے ✦

الیاء

یاسمین ۔ دونبیلی طبیعت اسکی گرم اور خشک ہے ۔ مفید ہے بہت سرد کے زیادہ گرم ہوتی ہے ۔ کلف کے لئے مفید ہے ۔ سبکی عقل پیدا کرتی ہے ۔ پٹھوں کے امراض بارده کے لئے بہت مفید ہے ✦

ہم نے طوالت کے خوف سے ہر حرف چند ادویہ کا ذکر کیا ہے ۔ اگرچہ ہر ایک حرف کے تحت بہت سی ادویہ مندرج ہیں ۔ مگر ہمارے مناسب کے لئے اسی قدر کافی ہے ✦ اے تحقیق حق کے حریص! تمہیں چاہئیے کہ اس طب جسمانی پر ہی قناعت نہ کرو ۔ اور ان نباتاتی اور حیوانی ادویہ میں ہی مستغرق نہ ہو ۔ کیونکہ یہ حقیقی نہیں ہیں ۔ اور بیماری

اور اس کے علاج سے اندھے نہ بن رہو۔ کیونکہ بیماری کی حقیقت طبیعت کا غلبہ ہے۔ اور دوار کی حقیقت اوامر شرعیہ ہیں۔ کیونکہ انبیاء نفوس کے طبیب ہیں۔ اور وہ صرف روحوں کا ہی علاج نہیں کرتے۔ بلکہ جسموں کا بھی علاج کرتے ہیں۔ اور علاج روحانی میں ایسی ادویہ برتتے ہیں جن سے ابدان بھی تندرست رہتے ہیں۔ جیسے طاعات کا حکم کرنا۔ اور فرائض وسنن کا وضع کرنا۔ کیونکہ یہ ایسی دوائیں ہیں جن سے ابدان وارواح دونوں خوش رہتے ہیں۔ اور ان میں صحت پیدا وظاہر ہوجاتی ہے۔ دُنیا میں کوئی طبیب ایسا نہیں۔ جو مُردے کو زندہ کرے۔ مگر انبیاء علیہم السلام مُردگان جہالت کو زندہ کرتے ہیں۔ اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کراتے ہیں۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ حضرت مسیح علیہ السلام سے حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔ ابرئ الاکمہ والابرص واحیی الموتی باذن اللّٰہِ۔ اسلئے تم شریعت غراء کی پیروی لازم ہے۔ تاکہ حقیقی دواؤں کا علم تمہیں حاصل ہو۔ اور ان سے صحتِ نفوس حاصل ہو۔ اور خدا تمہیں ایسی زندگی عطا فرمائے جس کے بعد موت نہ ہو۔ اور ایسی صحت دے جس میں کوئی مرض نہ ہو۔ اور تاکہ تمہیں دل اور روح کی امراض سے شفا حاصل ہو کیونکہ وہ سب سے بُری امراض ہیں +

دوسری فصل۔

امراض روحانی اور ان کے علاج کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ شریعت میں دل بمنزلہ قالب یعنی بدن کے ہے۔ اور اسی پر سب دارومدار ہے۔ اور جیسے ہم نے امراض بدنیہ ذکر کردیئے ہیں۔ اسی طرح امراض قلبیہ بھی ہیں۔ کیونکہ قلب انسان حقیقی ہے۔ اور اس کے لئے حقائق کے اعضاء ہیں۔ اور اشیاء کی صورتیں ہیں۔ مگر بلا آلہ اور عضو اور جوارح کے۔ دل بدن کا امیر او حاکم ہے۔ اور بدن اس کی رعیت اور سلطنت ہے۔ اور جب رعیت کے لئے سر، ہاتھ، پاؤں۔ پیٹ وغیرہ اعضاء ہوئے۔ تو قالب کے لئے جو امیر وحاکم ہے۔ بطریق اولے ہونگے۔ پس دواء شریعت ہی اس کے مناسب ہوگی۔ قالب کا ایک سر بھی ہے جس سے وہ زندہ رہتا ہے۔ جیسے کہ بدن سر سے زندہ رہتا ہے۔ اور جب سر کاٹ

دیا جائے۔ تو مر جاتا ہے۔ اسی طرح اگر دل کا سر کاٹ دیا جائے۔ تو وہ بھی مرجاتا ہے اور قلب کا سر لطائف غیب کا ادراک ہے۔ اور جس طرح سر کے حواس منقسم ہیں۔ اسی طرح یہ ادراک بھی کئی اقسام میں منقسم ہے۔ اور اس کی اقسام یہ ہیں۔ بصیرت تذکرہ۔ مراقبہ۔ تمیز۔ تفکر۔ ان میں سے بصیرت تو دل کی آنکھ ہے۔ اور تذکر دل کی زبان ہے۔ اور مراقبہ دل کا کان ہے۔ اور تفکر دل کا خیال ہے۔ اور تمیز دل کی تجارت اور اسکا فعل ہے۔ جب خدا تعالیٰ کو کسی بندے کی بھلائی منظور ہوتی ہے تو اس کے دل کی آنکھ کھول دیتا ہے۔ اور اسکی زبان رواں کر دیتا ہے۔ اور اس کے کان کو شنوائی عطا کرتا ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کے دل کے کان اور آنکھ پر مُہر لگا دیتا ہے۔ اور اس کے باقی اوزار کو بھی بند کر دیتا ہے۔ جیسے سر کے حواس خمسہ اپنے تصرفات سے روک دیئے جاتے ہیں۔ دل کی آنکھ اور کان اور زبان میں اس رکاوٹ کے واقعہ ہونے کا نام مرض روحانی ہے۔ کہ ان سے صداع قلب پیدا ہوتی ہے۔ اور جب یہ رکاوٹ زیادہ ہو جائے۔ تو پھر اس سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ اور دل کی غفلت بمنزلہ مرگی کے ہے۔ یعنی جس طرح مرگی سے بدن بے حس ہو کر مُردے کی طرح گر پڑتا ہے۔ اسی طرح دل بھی جب اس پر غفلت غالب ہو جاتی ہے۔ تو صرع غفلت سے اس کی قوت ادراک مستتر ہو جاتی ہے۔ اور حیز فنا میں جا پڑتا ہے۔ جیسے کہ صاحب سکتہ کا حال ہوتا ہے۔ کہ اس کا کوئی جزو بھی حرکت نہیں کرتا۔ ظنون فاسدہ کا غلبہ دل کے ایسا ہے جیسے سر میں غلبہ مالیخولیا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سر جب غلبہ مالیخولیا میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے اعمال واقوال خلط ملط ہو جاتے ہیں۔ اور نظم و تناسب ان سے جاتا رہتا ہے۔ اسی طرح دل جب ظنون فاسدہ سے اور آرزو کا ذیہ سے متأثر ہوتا ہے۔ تو اس میں بیشمار خبط پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے خواص اعمال گڈ مڈ ہو جاتے ہیں۔ اور مہمات سے اسے روک دیتے ہیں۔ تو وہ دیوانہ متحیر کی طرح ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے ساتھ حسن ظن رکھنے سے باز رہتا ہے۔ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مرض کو دل سے دور کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ کہ "تم میں سے کوئی شخص نہ مرے۔ مگر ایسی حالت میں کہ وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا جنت کی قیمت ہے"۔

دل کا فضول طمع سے بھر جانا اس میں استسقاء پیدا کرتا ہے۔ یعنی مال اور مرتبہ سے

وہ سیر نہیں ہوتا۔ اور اسکی پیاس نہیں بجھتی۔ جیسے استسقار والے کی پیاس پانی سے دُور نہیں ہوتی۔ اگرچہ وہ کتنا ہی پئے۔ پس حرص دل کے واسطے بمنزلہ استسقار بدنی کے ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ " اگر ابن آدم کے لئے دو نالے۔ سونے کے بھرے ہوئے ہوں۔ تو پھر بھی یہ تیسرے کی خواہش کریگا۔ اور آدم زاد کے پیٹ کو تو مٹی ہی بھرتی ہے "۔

غفلت کے دھوئیں سے بصیرت کا اندھاپن پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے بصیرتِ قلبی تاریک ہوجاتی ہے۔ اور اس کا نور کم ہوجاتا ہے۔ جیسے عالم دنیا میں بخارات عشق سے بصیرت جاتی رہتی ہے۔

کثرت گریہ وزاری دل کے لئے ایسی ہے جیسے بدن کے لئے ادرار بول یا کثرتِ پسینہ۔ یعنے جیسے کثرتِ پسینہ کے باعث بدن میں ضعف پیدا ہوتا ہے۔ اِسی طرح کثرتِ گریہ سے دل میں ضُعف پیدا ہوتا ہے۔

اِسی طرح اگر عاقل شخص غور کرے۔ تو چشم بصیرت سے اسے تمام امراض قلبیہ نظر آجائینگے۔ پھر ان میں ہر ایک مرض کی شفا ہے۔ اور ہر ایک بیماری کی دوا ہے۔ ان سے بعض عقلی ہیں۔ اور بعض شرعی جنہیں حضرت شارع علیہ السلام نے اپنے نورِ نبوت سے ظاہر کردیا ہے۔ اور جو شخص دل کی بیماریوں اور ان کی دواؤں سے ناواقف ہے۔ وہ حقیقتِ انسانیہ سے کوسوں دُور پڑا ہے۔ کیونکہ انسانیت نام ہے اس بات کا کہ اشیاء کے ظاہری حالات اور ان کے حقائق کو معلوم کیا جائے۔ اور مذموات کو دُور کرکے محامد کو حاصل کیا جائے۔ پس جو دل امراض روحانیہ سے واقف ہوکر انکی ادویہ کو حاصل کرکے اس طریقے سے استعمال کرے جس طرح کہ طبیب نے اسے بتلایا ہے۔ تو وہ دل تندرست ہوجاتا ہے۔ اور ہر علت ومرض اور فساد سے نجات پاکر کامل ذات وال اور زندہ صفات والا بن جاتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ اسے ایک آئینۂ یقین عطا فرماتا ہے۔ جس میں سے آثار جبروت ظاہر ہوتے ہیں۔ اور انوار لاہوت اس سے نظر آنے لگتے ہیں۔ چنانچہ وابصہ اسدی سے مروی ہے۔ کہ میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اِسلئے حاضر ہوا۔ کہ آپ سے خیر وشر کی بابت پوچھوں۔ پس میں لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتا ہُوا آپ کے پاس پہنچا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کیا تم مجھ سے سوال کروگے۔ یا میں خود ہی تمہیں بتادوں۔ کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا آپ ہی بتادیجئے

آپ نے فرمایا۔ تم مجھ سے خیر و شر اور نیکی و گناہ کی بابت سوال کرنے کے لئے آئے ہو پھر آپ نے اپنی انگشت مبارک میرے سینہ میں مار کر فرمایا۔ کہ اے رابقہ اپنے دل سے پوچھ لے۔ کیونکہ نیکی وہ ہے جس کا نفس کو الہام ہو۔ اور دل اس سے سکون و قرار پکڑے۔ اور شر وہ ہے جو دل میں کھٹکے۔ اسکو چھوڑ دو۔ اگرچہ تمہیں اس کے جواز کا ہی فتوے دیا جائے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چونکہ اس صحابی کی صحت قلبی اور جلوۂ روحی کو معلوم کر لیا تھا۔ اسلئے آپ نے فتوے دل سے پوچھنے کے لئے فرمایا۔ کیونکہ قلب صحیح تمام علل سے مبرا ہوتا ہے۔ اور معلومات ملکوت سے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہوتی۔ اسلئے کہ قلب صحیح وطن حق ہے۔ چنانچہ اپنی بعض کتابوں میں خدا تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "مَا وَسِعَنِیْ شَیْءٌ مِنْ مَلَکُوْتِیْ وَوَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ یعنے ملکوت میں سے کوئی چیز مجھے سما نہیں سکی۔ اور مومن بندے کے دل میں میری سمائی ہو گئی۔" اور ذات باری تعالےٰ دل پر اپنا پرتو ڈالتی ہے۔ تو اس کے تمام علام نگینہ قلب میں نقش ہو جاتے ہیں۔ اور غیب اور شہادت کا کوئی امر اس سے پوشیدہ و مخفی نہیں رہتا۔ پھر جب ذات قلب علل سے صحیح و سالم ہو جاتی ہے۔ اور کمالات اشیاء کو جان لیتی ہے۔ تو وہ تمام امراض سے بچتی اور محترز رہتی ہے۔

واضح رہے کہ تمام مہمات سے اہم اور تمام ادویات سے اعظم و افضل شریعت کی متابعت ہے۔ کیونکہ شریعت نبوی کی متابعت ایسی بڑی دواء اور معجون نافع ہے۔ جو تمام مزاجوں کو موافق ہے۔ کیونکہ اس شرعی معجون کی اجابت سے نہ تو مریضوں کے مزاج انکار کر سکتے ہیں۔ اور نہ تندرستوں کے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت اسکی تمام ادویہ پر مشتمل ہے۔ حتیٰ کہ اسمیں صرع قلبی۔ گرمیٔ روح کی تسکین۔ اور دل سے استسقاء۔ صداع اور سکتہ وغیرہ امراض کے ازالہ کے نسخے موجود ہیں۔ کیونکہ سستی دل کے لئے بمنزلہ فالج ہے۔ اور غیبت دل کا سکتہ ہے اور غفلت اسکی صرع ہے۔ اور فضول دعائیں اسکی صداع ہیں۔ اور حرص اسکی گرمی ہے۔ اور طمع اسکا استسقاء ہے۔ اور موافقت طبیعت اسکا فساد مزاج ہے۔ اور ظن فاسد مالیخولیا ہے۔ اور آرزو کاذبہ اسکی بصیرت و سمع کی کدورت ہیں۔ اور حب دنیا اسکا یرقان ہے۔ اور حرص و ہوا اسکا برص ہے۔ اور حسد اس کا دق ہے۔ کیونکہ حسد سے دل اسطرح لاغر اور دبلا ہو جاتا ہے جیسے دق سے جوان

شخص لاغر اور کمزور ہو جاتا ہے۔ ان امراض میں سے ہر ایک کے لئے ایک موافق علاج اور مناسب دوا ہے۔

چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عبادات کی بہت سی معجونیں ترکیب دی ہیں۔ اور طاعات کی بیشمار مفید ادویات مقرر فرمائی ہیں۔ پس مریض روحانی کو چاہیئے کہ اگر حب دُنیا میں مُبتلا ہو۔ تو فصد کھلے۔ اور اگر فضلات اخلاق سے ممتلی ہو۔ تو مسہل لے۔ اور لایعنی باتوں کو ترک کر دے۔ کیونکہ انسان کی عمدگی اسلام سے یہ بات ہے کہ وہ لایعنی امور کو ترک کر دے۔ اس کے بعد وہ ادویات استعمال کرے جو اس کے مزاج کے موافق ہوں۔ جیسے نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ قیام رات دن میں ذکر خدا تعالےٰ کرنا۔ اور فواحش اور گناہوں سے پرہیز کرنا۔ اور اگر طالب دوا ادویہ کی حقیقت سے بے بہرہ ہو۔ اور ان کے افعال کی کیفیت سے ناواقف ہو۔ تو اسے دوا بتانے والے طبیب کی بات ماننی چاہیئے۔ اور اسکے علم پر قناعت کر کے عمل میں مشغول ہونا چاہیئے۔ کیونکہ دوائیں نفس مریض میں صحت پیدا کر دینگی۔ اگرچہ اسے انکی حقائق معلوم نہ ہوں۔ اور اگر مریض اس بات کا منتظر رہے۔ کہ دواؤں کی ماہیات اور کیفیات معلوم کر کے پھر اپنی دوا کرونگا۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ وہ حصول علم سے پہلے ہی شدت مرض سے مر جائے۔ پس عاقل کے لئے یہی لازم ہے۔ کہ طبیب حاذق کی تصدیق کرے۔ اور اس کے احکام بجالائے۔ اگرچہ خود نہ جانتا ہو۔ اور عاقل کامل اور دانا وہ شخص ہے جو علم رکھتا ہو۔ اور پھر اس علم کے موافق عمل بھی کرے۔ تاکہ اسکا نفس تندرست اور دل قوی ہو۔ اور امراض مزمنہ سے نجات حاصل ہو۔

چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ "جس شخص نے علم سیکھا۔ اور پھر اس سیکھے ہوئے پر عمل کیا۔ تو خدا تعالےٰ اسے ایسے امور کا علم سکھلائیگا جنہیں وہ نہیں جانتا۔ مگر اے طالب صادق! یہ خیال نہ کرنا کہ متابعت شریعت صرف امراض ہی کا ازالہ کرتی ہے۔ اور کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ بلکہ مُردہ دلوں کو زندہ کر دیتی ہے۔ جیسے خدا تعالےٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ

اس آیت میں خدا تعالےٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے۔ کہ نبی اللہ جہالت و شرک کے مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔ اور واقعی رسولوں اور نبیوں کے سوا مردوں کو زندہ بھی کون

کر سکتا ہے۔ لیکن حضرت عیسٰی علیہ السلام نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ کہ "میں نے مادر زاد اندھے۔ کوڑھی کو اچھا کیا ہے۔ اور مُردوں کو زندہ کیا ہے۔ مگر جاہلوں کے علاج سے میں بھی عاجز ہوں " کیونکہ جہالت سب سے بدتر مرض ہے۔ اور علم سب دواوں سے بہتر دوا ہے۔ اسلئے تمہیں لازم ہے۔ کہ اپنے مزاج کو بدل ڈالو۔ اور اسے ظلمت جہالت سے نکالکر نورِ علم کی طرف لاؤ۔ اور حرارت غریزی کو حاصل کر کے محبت خدا میں زیادتی پیدا کرو۔ اور علام حقائق کو طلب کرنے کے حریص ہو کیونکہ خدائے تعالےٰ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ اے طالب صادق! ہم عنقریب ہی حفظِ صحت کے باب میں ان احوال کے قواعد کلیہ سے تمہیں آگاہ کرینگے اور اب ہم امراضِ قلبیہ کا حروف تہجی کے لحاظ سے ذکر کرتے ہیں۔ جیسے کہ ہم نے پہلے امراض جسمانیہ کا ترتیب وار ذکر کیا ہے۔ تاکہ تم انہیں آسانی سے معلوم کر سکو ان کے بعد ہم روحانی دواؤں کا ذکر کرینگے۔ مگر یہ عالم کے لئے ضروری نہیں۔ کہ وہ کیفیت ترکیب سے بھی واقفی حاصل کرلے۔ کیونکہ جو شخص دواوں اور بیماریوں کو معلوم کرے گا۔ تو معالجہ میں مزاج کے موافق انہیں خود ترکیب دے لیگا۔ اور انکی مقدار اور اجزا کو خود منتخب کرلیگا +

امل

(امید) یہ ایک روحانی مرض ہے۔ جو خدائیتعالےٰ کی قدرت اور اسکی کمال عنایت میں جو اُسے اپنے بندوں کے ساتھ ہے شک کرنے یا اس سے ناواقف ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ خدائیتعالےٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ جسکو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔ اور وہ ان پر جبراً موت نازل کرنے پر قادر ہے۔ اور اس نے انکی عمریں اسی طرح مقدر کر رکھی ہیں جس طرح انکی روزیاں مقرر کی ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ مگر جب کسی بندے کی بد بیرت قلبی خدائے تعالےٰ کی قدرت اور حقیقت اجل کے باعث جاتی رہتی ہے۔ اور وہ لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ کے قول سے غافل ہوجاتا ہے۔ تو وہ تناہی زوال سے غافل ہوکر خواہشات کے سمندر میں مستغرق ہوجاتا ہے۔ اور اسکی یہ خواہش ہوتی ہے۔ کہ میں ہمیشہ زندہ رہوں۔ اور وہ دار آخرت کو بھول جاتا ہے۔ یہانتک کہ موت اسے یکایک آ دبوچتی ہے۔ اور اسے قتل کر دیتی ہے۔ امل جہالت سے پیدا

ہوتی ہے۔ اور اس کا علاج یہ ہے۔ کہ اجل کے مطالعہ کی تلوار سے اس کی جڑھ کاٹ دی جائے۔ کیونکہ اجل کا دوام مطالعۂ امل کی بنیاد کو گرا دیتا ہے۔ کیونکہ اجل امل کی دشمن ہے +

بغض

یہ بھی ایک روحانی بیماری ہے۔ اور امل سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ جب قلب مرضِ امل سے بیمار ہو جاتا ہے۔ اور اسے یہ خیال ہوتا ہے کہ میں اس دارِ دُنیا میں ہمیشہ زندہ رہوں۔ تو جاہ و مال کی محبت اُسمیں آگھُسنی ہے۔ اور جب جاہ و مال کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ تو پھر ابناءِ دُنیا سے بُغض رکھنے لگتا ہے۔ اور اپنے ابنائے جنس کا دشمن بن جاتا ہے۔ کیونکہ بغض کا مطلب یہ ہے۔ کہ لوگوں کے ہلاک اور موت کی خواہش کرے۔ تاکہ جو کچھ انکے پاس ہے۔ وہ اسے ملجائے۔ بغض نفس امّارہ کے اخلاق میں سے خبیث تر ہے۔ جب دل میں یہ مرض پیدا ہوتا ہے۔ تو طبیعتیں اس سے نفرت کرنے لگتی ہیں۔ اور دوستوں اور اس کے درمیان سلسلۂ محبت منقطع ہو جاتا ہے۔ علاج اسکا یہ ہے۔ کہ دل میں حال امل کی برائی اور رسوائی کی جائے۔ اور نفس کو مسلمانوں کی تکلیف برداشت کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اور انکی محبت پر صبر کیا جائے۔ تاکہ وہ بُغض محبت سے بدل جائے۔ کیونکہ وہ دلبغض جمعیت کو پراگندہ کر دیتا ہے اور شہر زن چٹیل میدان بنا دیتا ہے۔ خدائیتعالےٰ نے مسلمانوں پر شراب اسی لئے حرام کی ہے۔ کہ یہ بغض پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۔ یعنے شیطان تو صرف یہی چاہتا ہے شراب خواری اور قماربازی کے ذریعے تمہارے درمیان بغض و عداوت پیدا کردے۔ پس بغض اخلاق شیطان میں سے ایک خلق ہے +

بُخل

اور وہ یہ ہے۔ کہ دل کو بزرگانِ خدا تیعالےٰ سے محفوظ رکھا جائے اور فانی چیز کو قید حرص سے مقید کیا جائے۔ جب نفس مرضِ بخل سے مریض ہو جاتا ہے۔ تو وہ جنت کی بُو تک نہیں سونگھتا۔ کیونکہ بُخل دوزخ کا ایک درخت ہے۔ اور اسکی شاخیں دُنیا میں ہیں۔ جب کوئی شخص ان میں سے کسی شاخ سے لگ جاتا ہے۔ تو وہ اسے دوزخ کی طرف کھینچتا ہے +

جہل

یہ تمام امراض روحانیہ سے شدید تر ہے۔ اور ہر بیماری اس سے کمتر ہے۔ کیونکہ جہالت سے انسان دوزخ کے درک اسفل میں جا گرتا ہے۔ اور خدائے تعالےٰ ارواح خبیثہ کو جہالت کے باعث اسطرح عذاب دیتا ہے جسطرح اروح پاکیزہ کو علم کے باعث ثواب دیتا ہے۔ جہالت گویا دل کی آنکھ کا اندھا ہونا اور اس کے کانوں کا بہرہ ہونا اور اسکی زبان کا گونگا ہونا ہے۔ کیونکہ جہل جب دل پر غالب آتا ہے تو اس سے نُور معارف پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ اور روشنی کمال اس سے پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اور اسکی طاقتیں سلب ہو جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ پتھر بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ جاہل کی عبادت قبول نہیں کرتا۔ اور نہ ہی اُس کی دُعا سُنتا ہے۔ اور نہ ہی اُس کی پکار کا آواز دیتا ہے۔ جہل عقل کا دشمن۔ علم کی ضد اور ایک مزمن مرض ہے۔ جب یہ مزاج کو فاسد کر دیتا ہے۔ تو پھر وہ علاج کو قبول نہیں کرتا۔ اس کے اور بھی زوائد ہیں۔ جیسے

جُبن

کیونکہ جاہل دل بُزدل ہُوا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ قضا و قدر کی گھاتوں سے ناواقف ہوتا ہے۔ اور طالب خدا کے راستے میں قدم رکھنے سے ڈرتا ہے۔ علاج اسکا تقولے ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ جو شخص اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے وہ قوت سے زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اپنے دشمن کے ملک میں بامن پھرتا ہے۔ اور جہالت کا علاج تعلیم ہے۔ پس جو شخص علم دین پڑھنے میں مشغول ہوتا ہے۔ وہ مرض جہالت کا علاج کرنے والا ہے +

جفاء

یہ مرض بھی زوائد جہل سے ہے۔ کیونکہ جاہل جفا کرنے والا ہُوا کرتا ہے۔ اور وہ دوسرے پر جفا کیوں نہ کریگا جبکہ اس نے اپنے آپ پر جفا کی ہے۔ اور جہالت سے بڑھ کر اور کونسی جفا ہے۔ جاہل اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔ اور اسکو قید جہالت میں بند رکھتا ہے۔ اور انوار علم سے اسے روکتا ہے۔ جہالت کی بہت سی زوائد بیماریاں ہیں جنکا ذکر بہت طویل ہے۔ الغرض یہ ایک بیماری کا درخت ہے جسکا ہر جزو کانٹا ہے۔ جو دل میں چبھ کر اس نے اور اس کے کمال کے مزے

ٹکڑے کر دیتا ہے۔ چنانچہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جاہل میرا دشمن ہے۔ اور عاقل میرا دوست ہے۔

ہوٰی

یہ ایک مرض کلی ہے جب نفس اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو اس سے بیشمار بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ (کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنایا) اس مرض کے باعث بصیرت قلب سے مصالح پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ اور جب اس سے مصالح محجوب ہو جاتے ہیں۔ اور امور مہتمہ سے وہ رک جاتا ہے۔ تو اسکے آسمان میں خواہشات کی ہوائیں امنڈ آتی ہیں۔ اور وہ جادہ معرفت سے منحرف ہو کر صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتا ہے۔ کیونکہ ہوٰی ہدایت کی ضد ہے۔ ہوٰی کا علاج ہدایت خداوندی ہے۔ اور یہ تمام آفات جو لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور یہ مختلف اقوال جو ہر طرف پھیل رہے ہیں۔ یہ سب کی سب ہوا سے ہی پیدا ہوئی ہیں۔ کیونکہ ہوٰی کا قاعدہ ہے۔ کہ جب وہ دلوں پر غالب آتی ہے۔ تو انکو انصاف اور شریعت مصطفوی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے انقیاد سے روک دیتی ہے۔ اور جہل خدا کے ساتھ متمسک ہونے کی منع کرتی ہے۔ پس ہر شخص اپنی رائے پر قناعت کر لیتا ہے۔ اور اپنی خواہش ہی میں اپنی نجات کا طالب ہوتا ہے۔ پس تم دین خداوندی میں غور کرو۔ اور اس فرمان الٰہی میں نظر کرو۔ کہ فَضَلَّ وَ اَضَلَّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ۔ پس ذاتِ خداوندی میں شک کرنا۔ اور بتوں کی پرستش کرنا اور شرک کرنا۔ اور نبوت کا منکر ہونا۔ اور عبادت میں سستی کرنا۔ اور اوامر الٰہی کی مخالفت کرنا اور فواحش کا مرتکب ہونا سب کے سب لوازم ہوٰی سے ہیں۔ جب ہوا کسی دل پر غالب آ جاتی ہے۔ تو اپنی رائے پر قناعت کر لیتا ہے۔ اور اپنے خیالات کے تقاضا سے تمسک کرتا ہے۔ حتیٰ کہ خدا کے سوا کسی اور کو معبود بنا لیتا ہے۔ اور اوروں کو اسکا شریک ٹھیراتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہوے سے بیزاری ظاہر کی ہے۔ اور اس سے اعراض کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ۔

ہوٰی کی بہت سی قسمیں ہیں۔ [illegible] جو جہال کے دلوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ اور [illegible] کے سینوں میں ظاہر ہوتے

ہیں۔ حتیٰ کہ انہیں طلب حق اور تتبعِ صدق سے روک دیتے ہیں۔ پس جاہل جاہل کی پیروی کرتا ہے۔ اور بد اقبال بد اقبال کے پیچھے چلتا ہے۔ پس ہوسات فاسدہ ہوی کا کنارہ ہیں۔ اور ہوئی دوزخ کا دروازہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ علم کو اس طرح نہیں اُٹھائیگا۔ کہ اُسکو دلوں سے نکال لیگا۔ بلکہ علماء کو موت دیکر علم کو اُٹھا لیگا۔ حتیٰ کہ جب دُنیا میں کوئی شخص عالم نہ رہیگا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ اور جب ان سے فتوے پوچھینگے۔ تو وہ بغیر علم کے فتوے دینگے۔ تو خود بھی گمراہ ہونگے۔ اور اوروں کو بھی گمراہ کرینگے۔ اسلام میں جتنے مختلف فرقے ہیں۔ وہ اسی طرح پیدا ہوئے ہیں۔ جیسے معتزلہ۔ رافضی۔ قدریہ جبریہ۔ زنادقہ۔ شیعہ وغیرہ۔ یہ سب کے سب ارباب ہوئی اور ارباب ہوسات ہیں۔ اُنکی خواہشات نے انہیں جادہ حق سے روک دیا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے دین واضح سے روک دیا ہے۔ پس وہ ابلیس لعین سے جا ملے ہیں۔ اور گھاٹا پانے والے گروہ میں جا داخل ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے اطاعت خواہش سے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ اگر ہوئی کے پردے لوگوں کی آنکھوں سے دُور ہوجائیں۔ تو وہ اپنے نور دل سے جمال الٰہی کو دیکھیں۔ اور امراض فاحشہ ان سے دُور ہوجائیں۔ لیکن خدا تعالےٰ نے اُنہیں عذاب دینے کے لئے روک دیا ہے۔ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ +

وسواس

یہ مرض خاطر کے طریق حق سے پھر جانے سے قلب میں پیدا ہوتا ہے۔ اور فاسد وکاذب خیالات اسے مضبوط کردیتے ہیں۔ اور ہوئی اسکی اعانت کرتی ہے۔ اور اس سے اعمال واقوال قلب میں ایسا خبط واختلال پیدا ہوتا ہے۔ جیسے مالیخولیا سے دماغ مختل الحواس ہوجاتا ہے۔ کبھی وسوسہ خارج سے بھی پیدا ہوا کرتا ہے۔ جیسے کوئی شریر شخص متکلم کے دل میں وسوسہ ڈالدے۔ یا فاسق شخص سلیم القلب مبتدی کے دل کو بہکا کر اسے عبادت سے روک دے۔ اور کبھی یہ وسواس اندرونی دل سے پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح کہ دل پر ہوئی غالب آجاتی ہے۔ اور رحمت الٰہی کی وسعت اور اسکی مغفرت کا خیال پیدا ہوکر دل کو خوف خدا سے روک دے۔ تو اس وقت

شیطان اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے۔ کہ تم جو چاہو۔ کرو۔ خدا کی رحمت بڑی وسیع ہے۔ اور اسی طرح اسکو دوزخ میں جاگراتا ہے۔ خداوند تعالے فرماتا ہے من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ و الناس ✦

شارع علیہ السلام نے اس مرض کے لئے دواء استغفار تجویز کی ہے۔ خدائے تعالے فرماتا ہے۔ قل رب اعوذ بک من ھمزات الشیطین۔ اور قرأت قرآن کے وقت استعاذہ پڑہنے کا حکم فرمایا ہے۔ استعذ باللہ۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ پس استعاذہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ ذکر الٰہی پر مواظبت و مداومت کرنے اور طاعات کو بجالانے سے دل کو وسوسوں سے پاک وصاف کیا جائے۔ اس مرض سے نمازی کی نیت میں پریشانی واقع ہوتی ہے اور یہ شیطان کے حیلوں سے ایک حیلہ ہے۔ جس سے وہ ایسے شخص کے دل کو عذاب دیتا ہے جس پر ہوئی کا دھواں چھاجاتا ہے۔ تو اسکی مثال ایسی ہو جاتی ہے ۔ کالذی استھوتہ الشیطن فی الارض حیران لہ اصحب یدعونہ الی الھدی قل ان ھدی اللہ ھو الھدی و امرنا لنسلم لرب العلمین

زعارة

یہ ایک مرض ہے۔ جو دل میں ناشکری وجہالت کے غلبہ اور قلت ورع کے باعث پیدا ہوتا ہے۔ اور شرک خفی کی ایک شاخ ہے۔ اس کے پھل اندرائن کی طرح کڑوے اور قاتل ہوتے ہیں۔ اس مرض سے دل ہر دنیاوی امر میں طالب زیادتی ہوتا ہے۔ اور تمام امور کو حد اعتدال سے باہر نکال دیتا ہے۔ اور جس چیز کا طمع بشریت سے تعلق ہے۔ اس کے طلب کرنے میں نہایت مبالغہ اور کوشش کرتا ہے۔ اور جیسا کہ کسی امر مہم کی طلب میں کوتاہی اچھی نہیں۔ اسی طرح زیادتی اور مبالغہ بھی غیر محمود ہے۔ اور پھر یہ زیادتی فضولیات کے طلب کرنے میں کہ جنکی حاجت ہی نہیں پڑتی۔ زعارت ہے۔ یہانتک کہ جب اس مرض والا آدمی زیادات میں پڑجاتا ہے۔ اور امور مہمہ سے نکلکر فضول باتوں میں جا پڑتا ہے۔ تو خدا تعالے کی حفاظت اس سے دور ہو جاتی ہے۔ اور بسا اوقات یہ مرض اسے فواحش میں جاگراتا ہے ✦

زُور

یہ مرض فضولیات کی طلب پر حریص ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس مرض والا اپنی رائے کے فساد اور ہوا کے شبہات سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اور اپنے اقوال و افعال میں زُور کے داخل ہونے کی پرواہ نہیں کرتا حتٰی کہ ہوٰی اس پر غالب آجاتی ہے۔ اور اُسے راہ حق سے روک کر قتل کر دیتی ہے +

حسد

یہ ایک نہایت ہی مہلک مرض ہے محسود کو ضرر پہنچنے سے پہلے حاسد کو ہلاک کر دیتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ حسد نیکیوں اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا لیتی ہے اُپس حسد ایسی آگ ہے جو حاسد کی نیکیوں اور محسود کے گناہوں کو جلا دیتی ہے۔ اور یہ مرض اندرون دل میں ایسا ہے جیسے ظاہر جسم پر برص ہو جاتا ہے۔ یعنی جیسے برص والے سے لوگ پرہیز کرتے ہیں اسی طرح فرشتے حاسد کے دل سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اور اس کی کوئی نیکی اور عمل قبول نہیں کرتے۔ یہ مرض دل میں اس طرح بڑھتا اور پھیلتا جاتا ہے جس طرح کہ جسم برص پھیلتا جاتا ہے۔ ان دونوں بیماریوں کا علاج بھی ایکسا ہے۔ یعنی برص کے واسطے تو اس ظاہری آگ سے داغ دیا جاتا ہے۔ اور حاسد کو دوزخ کی آگ سے داغ دیا جائیگا۔ حاسد کو نہ تو اچھی طرح کھانا نصیب ہوتا ہے۔ اور نہ پینا۔ اور لیسا اوقات حسد اُسکی جان ہی لے لیتا ہے۔ یہ ایسا مہلک مرض ہے جو علاج کو قبول ہی نہیں کرتا۔ جہالت اسکی جڑ ہے۔ اور کینہ شاخ ہے۔ اور سبب اسکا حرص ہے۔ کیونکہ جب طبیعت امور مشکل کے حاصل کرنے کی طرف راغب ہو جاتی ہے۔ اور نفس آمارہ ان میں منہمک ہو جاتا ہے۔ اور ان تک پہنچنے کا کوئی رستہ نہیں ملتا۔ تو نفس کو حرص کی ایسی تکلیف دیتا ہے۔ جیسے کتے حرص سے تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ انسان کا پیٹ سوائے مٹی کے اور کوئی چیز نہیں بھرتی۔ اور جو توبہ کرے۔ اللہ تعالےٰ اُس کی توبہ قبول کر لیتا ہے +

مرض حسد جب انسان پر غالب ہوتا ہے۔ تو اُسے آرام و طاعت سے روک دیتا ہے اور اس کے تمام ایام کو حسرتوں میں گزارتا ہے۔ اور جب وہ اپنے محسود کی خوشحالی اور

راحت دیکھتا ہے۔ تو اسکی محنت اور شدت اور آفت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور جب لوگوں کو اس کے حسد کا حال معلوم ہوتا ہے۔ تو وہ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اور کوئی مسلمان اس کے قریب نہیں بیٹھتا +

حسد کا علاج یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی قضا کا الم حاصل کیا جائے۔ اور اسکی قدرت پر رضا حاصل کی جائے۔ اور عدل وفضل وتدبیر الٰہی میں غور کیا جائے۔ اور عالم غیب اور شہادت میں نظر کی جائے۔ اور اسکی مخلوقات میں خوض کیا جائے۔ اور ان آیات میں بحث کی جائے۔ کہ انا کل شیٔ خلقناہ بقدر ۔ اور اعطی کل شیٔ خلقہ ثم ھدی۔ اور اس حدیث میں فکر کیا جائے۔ کہ "تم میں سے کوئی شخص حقیقت ایمان تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک اس بات پر ایمان نہ لائے۔ کہ ہر خیر وشر اور شیریں اور تلخ خدا تعالےٰ کی تقدیر سے ہی ہے" پھر جب اسے یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ کوئی سے خدا تعالےٰ کی قضا کو رد نہیں کر سکتی۔ اور نہ اس کے عطا کو کوئی روک سکتا ہے۔ تو جان لیگا۔ کہ حسد ایک امر محال ہے۔ اور حسد حاسد کے لئے خدا تعالےٰ کا عذاب ہے۔ نہ کہ محسود کے لئے۔ خدا تعالےٰ نے حاسدوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ اَھُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَعِیْشَتَھُمْ +

حرص

یہ مرض حسد کا سبب وباعث ہے۔ اسطرح کہ جب طبیعت میں دنیاوی اشیاء پر حرص پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر دیکھتا ہے۔ کہ دوسروں کے لئے ہر ایک قسم کے اسباب مہیا ہیں۔ تو اس سے اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ اور پھر جہالت اور نابینائی بصیرت یہ آگ اور بھی تیز ہو جاتی ہے +

حرص کا علاج یہ ہے۔ کہ انسان راضی بقضا ہو جائے۔ اور اپنے ذہن میں اس بات کو اچھی طرح جما لے۔ کہ رزق نہ تو حریص کی حرص سے بڑھ سکتا ہے۔ اور نہ کسی کارہ کی کراہت سے کم ہو سکتا ہے۔ نیز اس آیت میں غور کرے۔ ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ وھو العزیز الحکیم +

حرص کیلئے بہتر علاج یہ ہے۔ کہ دنیا کی حقارت اور اسکے مرتبہ کی کمی میں جو خدا تعالیٰ

کے نزدیک بے وقعت ہے۔ اور اس بات کو یقینی طور سے جان لے کہ اگر خدا تعالیٰ کے ہاں دنیا کی مچھر کے پر کے برابر بھی قدر ہوتی تو کسی کافر کو اس میں سے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ ملتا۔

نیز اس مرض کے لئے قناعت تسلیم اور رضا پر صبر کرنے۔ اپنے تمام امور کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرنے وغیرہ ادویات کا استعمال کرے۔ اور ان سب دواؤں کو جمع کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول قدّر المقادیر قبل خلق السموٰت والارض باربعۃ الاف سنۃ کے آب زلال میں حل کرے۔ اور پھر اس پر حدیث قدسی انا اللہ الذی لا الہ الا انا من لم یرض بقضائی و صبر علی بلائی ولم یشکر علی نعمائی فلیطلب ربا سوائی کا سقمونیا رکھے۔ اور پی جائے۔ اور بعد ازاں معوذتین کا ورد رکھے۔ اور ان کلمات کو مکرر کہے من شر النفّٰثٰت فی العقد ومن شر حاسد اذا حسد۔ جب مریض بیمار اس نسخہ پر عمل کریگا۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر خیر و برکات کے دروازے کھول دیگا۔ اور مرض حرص سے اسے شفا عطا فرمائیگا اور حسد کی آگ بجھا دیگا۔ حتیٰ کہ اسکا دل حسد کے تنگ و تاریک مکان سے نکل کر رضا اور لوگوں سے صلح کرنے اور ان سے میل ملاپ رکھنے کے میدان میں آجائیگا۔ اور اس کے باطن سے کینہ کی جڑھیں تک اکھڑ جائینگی۔ اور حسد کی کدورت سے بالکل صاف ہو جائیگا۔ اور اگر اس نے ان دواؤں کو استعمال نہ کیا۔ تو حسد کا جس اور کینہ و حرص کی بوٹی اس کے دل میں اچھی طرح جڑ پکڑ جائینگی۔ اور انکی آگ تیزی سے شعلہ زن ہو جائیگی۔ اور اسکا علاج بقول آخر الدواء الکی آتش جہنم سے ہی ہوگا۔

طمع

یہ مرض ہلاکت کے لئے طاعون سے کہیں بڑھکر ہے۔ اور درحقیقت یہ مرض طاعون شریعت ہے۔ طمع دل میں حقائق ایمان سے ایک حبہ بھی باقی نہیں چھوڑتا۔ اور احسان کی جڑ ہمواری کو بالکل اکھیڑ پھینکتا ہے۔ طمع حرص کی ایک شاخ ہے۔ اور اس کے کانٹوں سے اسلام کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔ اور آزادوں کی روح کو اس کے کانٹوں سے ایسی ہی تکلیف پہنچتی ہے جیسے آگ کے کانٹوں سے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے الحر عبد اذا طمع والعبد حر اذا قنع۔ یعنے آزاد جب طمع کرے۔ تو غلام ہے۔

اور غلام جب قناعت کرے تو آزاد ہے) حدیث شریف میں آیا ہے کہ خدا تعالے فرماتا ہے "جو شخص مجھ سے تھوڑے رزق پر قناعت کریگا۔ تو میں اس سے تھوڑے عمل سے راضی ہوجاؤنگا" اور پھر وہ شخص رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ کے زمرہ میں داخل ہوجائیگا۔

شروع میں مرض طمع کا ازالہ اور علاج آسان ہوتا ہے مگر جب اس سے مزاج فاسد ہوجائے۔ تو پھر شفا کے دروازے مسدود ہوجاتے ہیں۔ اور دائمی بخار شروع ہوجاتے ہیں۔ جو کبھی اترتے ہی نہیں۔ طمع کا بخار طاعون مہلک کے مشابہ ہے۔ کہ جب بڑھ جاتا ہے۔ تو پھر شفا کی امید نہیں رہتی۔ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسجگہ داخل ہونے اور نکلنے سے منع فرمایا ہے۔ جہاں وبا طاعون پھیلی ہوئی ہو۔ تاکہ یہ وبا وہاں وہیں بند رہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔ لَا تَدْخُلُوْا اَرْضَ الطَّاعُوْنِ وَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهَا اور اسمیں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ طامع سے میل ملاپ بالکل قطع کرلینا چاہئے کیونکہ اس کے خیالات فاسدہ ہمنشین کے خیالات بھی بگاڑ دینگے۔ نیز طامع اپنے حقوق اور خواہشات کو مصاحب کی خواہشات وحقوق سے مقدم سمجھیگا۔ اور اسطرح مصاحبت فاسد ہوجائیگی۔ اور دوستی کی بنیاد منہدم ہوجائیگی۔ پس طمع مصاحب کی آفت اور صحبت کو منہدم کرنے والا مرض ہے۔ اور طبیعت کو فاسد کرنے والی دل کی طاعون۔ حرص کی ظلمت۔ حسد کا عنوان۔ کینہ کا باعث اور جہالت اور حماقت کی علت ہے۔ اسکا علاج قناعت اور امورات مہمہ سے اعراض کرنا اور اوامر الٰہی میں مشغول ہونا ہے +

اور اس کا سب سے بڑا علاج یہ ہے۔ کہ دنیا میں زہد اختیار کرکے طبیعت کو اسباب دنیا کی تحصیل سے باز رکھے۔ اور دل کو اسکی محبت سے پاک کرے۔ کیونکہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کا اصل اصول ہے۔ اور سب لوگوں میں سے بُرا وہ شخص ہے۔ جو لوگوں کی چیزوں میں طمع کرے۔ اور اسکا علاج بھی یہی ہے۔ کہ دوسروں کی چیزوں سے ناامید ہوجائے۔ اور ان سے امید قطع کرے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ازهد فی الدنیا یحبک اللّٰہ وازهد فیما ایدی الناس یحبک الناس۔ یعنی اگر دنیا میں زہد اختیار کروگے۔ تو خدا تعالےٰ تم سے محبت کریگا۔ اور اگر ان چیزوں میں زہد اختیار کروگے۔ جو لوگوں کے پاس ہیں۔ تو تمام لوگ تمہیں دوست رکھینگے) + اللہ تعالےٰ مرض طمع سے ہر شخص کو نجات دے +

یاس

یہ بھی ایک روحانی مرض ہے۔ جو غلبہ جہالت اور خدائیتعالے کی ذات وصفات میں شک کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ مرض بکفر کی ایک شاخ ہے۔ چنانچہ خدائیتعالے فرماتا ہے۔ لاتیاسو من روح اللہ انہ لا ییاس من روح اللہ الا القوم الکافرون۔ (یعنے خدائیتعالے کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ اسکی رحمت سے توصرف کافر ہی ناامید ہوا کرتے ہیں) پس یہ ایک ایسا مرض ہے۔ جو علت کفر پر حاوی ہے۔ اور اسکا انجام اس علم کی کمی ہے۔ کہ خدائیتعالے رحمٰن۔ رحیم۔ کریم۔ غفور۔ شکور۔ اور ستار ہے۔ پس نہیں چاہئے۔ کہ خدا کی رحمت اور بخشش سے ناامید ہو جاؤ۔ کیونکہ خداوند جل و علانے اپنے بندوںکو یاس اور ناامیدی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ۔ پس یاس ایک ایسا مرض ہے جو روح کی اس صحت کو جو رحمت الٰہی کی امید سے پیدا ہوتی ہے۔ بگاڑ دیتا ہے اور خدائیتعالے کے ساتھ جو حسن ظن ہوتا ہے۔ اسکو برطرف کردیتا ہے۔

اس کا علاج یہ ہے کہ علوم حقانیہ کی امداد سے دل سے وسوسے دور کئے جائیں۔ اور خدائیتعالے کی رحمت کی وسعت میں نظر کی جائے۔ یاس کی سب سے بہتر دوا خدائیتعالے کا یہ قول ہے۔ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ۔ اور یہ قول کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَةَ۔

کسل

یہ ایک روحانی مرض ہے۔ اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے بدن میں اپاہجگی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ مرض کو دل کو علم وعمل میں کوشش کرنے سے روک دیتی ہے۔ اور طالب خیرات میں نیت صادق کی رگ کو قطع کر دیتی ہے۔ جیسے کہ اپاہج ایک جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح سست آدمی اخلاص ایمانی سے خدائیتعالے کی عبادت نہیں کرسکتا۔ کسل اجزائے کفر سے ایک جزو ہے۔ جو روح کی قوت کو سرد کردیتی ہے۔ اور انکو سعادت ابدیہ سے باز رکھتی ہے۔

کبر

یہ بھی ایک مہلک روحانی مرض ہے۔ جسکی بنیاد کفر اور باعث کسل ہے۔ بعد از

کُفر یہ بدترین امراض ہے۔ جب انسان تکبر کرتا ہے۔ اور اسکی گرمی دل پر غالب آتی ہے تو اس سے دل میں مرضِ کسل پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر انسان حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا نہیں کر سکتا۔ پس کُفر بمنزلہ دوار و سرسام کے ہے۔ کہ جس سے دل کے منافذِ عرفان بند ہو جاتے ہیں۔ اور ایمان کے دروازے مسدود ہو جاتے ہیں۔ اور مریض کا سر فضول خیالات کے گرد چکراتا ہے۔ اور حقائقِ دین اسپر ملتبس ہو جاتے ہیں۔ اور سوائے نقوش و رسوم کے اسے کچھ نظر نہیں آتا۔ مرضِ کبر دل کے لئے بمنزلہ خناق کے ہے۔ کہ اس سے دل کا طریقہ غیب بند ہو جاتا ہے۔ اور باطن تو ورِ نفس سے پُر ہو جاتا ہے۔ اور اسے اپنے آپ سے اعلےٰ و افضل کوئی نہیں دکھائی دیتا۔ کیونکہ جس طرح مرضِ خناق خون کے غلبہ سے پیدا ہو کر سانس کا راستہ بند کرتا ہے۔ اسی طرح کبر دل کا خناق بن جو دل کے ان خیالات کو روک دیتا ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے پیدا ہوتے ہیں اور مدد الٰہی کو بھی روک دیتا ہے۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے لَا یجتمع الایمانُ والکبرُ فی جوفِ عبدٍ ابدًا (یعنے کسی بندے کے دل میں ایمان اور تکبر کبھی جمع نہیں ہوتے) +

مرضِ کفر انسان کے لئے لعنت کی رسوائی کی آفت کھینچتا ہے۔ جیسے ابلیس کا حال ہوا۔ کہ پہلے اُسے مرضِ کُفر عارض ہوا۔ اور پھر اسپر مرضِ کبر غالب آگیا۔ اور اس نے انکار کیا۔ اور تکبر کیا۔ اور کافروں میں سے ہو گیا۔ یعنی پہلے اس نے حکم خداوندی کی بجا آوری میں سستی کی۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ نے اسکی بابت اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔ ما منعک ان تسجد لما خلقتُ بیدیّ استکبرت ام کنت من العالین۔ اور چونکہ اس کے دل میں اپنی افضلیت سمائی ہوئی تھی اسلئے اُس نے کبر نفس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اشارہ کیا۔ کہ انا خیرٌ منہُ خلقتنی من نارٍ وخلقتہ من طین۔ اسپر خدا تعالےٰ نے اسے جھڑک دیا۔ اور اسپر لعنت کی۔ اور اسطرح کبر و کسل نے اسے کُفر تک پہنچا دیا۔ اور طبیب رحمت اس کی دوا سے مایوس ہو گیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وان علیک لعنتی الیٰ یوم الدین +

کذب

یہ بھی ایک روحانی مرض ہے۔ جب دل کا مزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ تو پھر زبان

پر جھوٹ جاری ہو جاتا ہے۔ کذب کی مثال حیض کی سی ہے۔ چنانچہ اسی لئے اسے حیض الرجال کہا گیا ہے۔ یعنی جیسے حیض کے باعث عورتوں کی عقول اور دین میں نقص ہے۔ اسی طرح جھوٹ سے مردوں کی عقلوں اور انکے دین میں نقص پیدا ہوجاتا ہے۔ نفس جب مرض کذب میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو اس کے دل میں کبر پیدا ہو جاتا ہے اور کسل اسپر غلبہ پالیتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ اسے حرم ایمان سے نکالکر جہنم کفران میں جا داخل کرتا ہے۔ اور لباس کمال اس سے چھن جاتا ہے۔ اور ہلاک و زوال کا حکم اس کے لئے ثابت ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ واذا اراد اللہ بقوم سوٓءً فلا مرد لہ وما لہم من دونہ من وال +

لجاج

لجاج (یعنی جھگڑنا اور ہٹ دھرمی کرنا) یہ بھی ایک آفت انسانی ہے۔ جو دل میں شدت غضب کے باعث پیدا ہوتی ہے۔ اور زبان اس میں مبتلا ہوتی ہے اور اس کا باعث حق کا آنکھوں سے پوشیدہ ہوجانا ہے۔ اور اس کی اصل وجڑھ باطل کا انسان پر غالب آجانا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا۔ کہ تمام لوگوں سے بدتر کون ہے؟ آپ نے فرمایا "سخت جھگڑالو اور ہٹ دھرم" یہ آفت زیادہ تر ان لوگوں پر غالب ہے جو علم کلام میں مشغول ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ علم حقیقت خداوندی سے کوسوں دور پڑا ہوا ہے۔ وہ تنگ ظنون و اوہام کے سمندروں میں مستغرق ہوجاتے ہیں۔ اور انکے دلوں پر جدال و لجاج غالب آ جاتا ہے۔ پس یہ لوگ ہیں تو مریض۔ مگر تندرستوں کی صورت میں۔ خدا کرے۔ کہ یہ جدال و لجاج کا مرض ان کے دلوں سے جاتا رہے +

مکر

یہ مرض خبث نفسانی اور فساد قلبی سے پیدا ہوتا ہے۔ جب یہ مرض کسی دل پر غالب آجاتا ہے۔ تو اس سے محبت و مہر سلب کر لیتا ہے +

اسکا علاج یہ ہے۔ کہ اس بات کا علم حاصل کرے۔ کہ فان اللہ خیر الماکرین اور نیز خدا تعالےٰ کے اس قول کو سنے۔ انھم یکیدون کیدا۔ واکید کیدا فمھل الکٰفرین امھلھم رویدا۔ کیونکہ جب اسنے یہ معلوم ہوجائیگا۔ کہ اللہ تعالیٰ

کا مکر و قہر تمام مکر کرنے والوں پر دونوں جہان میں حاوی ہے۔ تو اس کے دل سے مکر اور فریب کی جڑھ بالکل اکھڑ جائیگی۔ مرض مکر کا غلبہ شدت طمع اور قوت عقلیہ میں فتور آجانے سے پیدا ہوتا ہے۔

نفاق

یہ ایک نہایت مہلک روحانی مرض ہے۔ اور کفر سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ یہہ مرض غلبۂ جہالت اور نور معرفت کے منقطع ہو جانے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس سے سعادت کے چہرے پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ اور اگر یہ دل پر غالب آجائے۔ تو پھر صحت یاب ہونا دشوار ہو جاتا ہے۔ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ جامع المنافقون والکافرین فی جھنم جمیعًا۔

مرض نفاق دو سببوں سے مرکب ہے۔ ایک ضعف ایمان اور دوسرے قوت کفر سے۔ اور ان دونوں سببوں کے باعث ہی اسکا نام نفاق رکھا گیا ہے۔ کیونکہ یہ نافقا سے مشتق ہے۔ جو جنگلی چوہے کی بل کے اس دروازے کو کہتے ہیں جو قاصعا کے مقابل ہوتا ہے۔ اور جب اسے قاصعا کی طرف سے تلاش کیا جائے۔ تو وہ نافقا کے رستے سے باہر نکل جاتا ہے۔ اسی طرح منافق ہے۔ کہ جب اسے ایمان کی طرف سے طلب کیا جائے۔ تو وہ کفر کے رستے سے نکل جاتا ہے۔ اور اگر کفر کے راستے سے طلب کیا جائے۔ تو ایمان کے راستہ سے نکل جاتا ہے۔

مرض نفاق کی مثال اس بیماری کی سی ہے۔ جو حرارت و برودت سے مرکب ہو کہ جب ایک کا علاج کیا جاتا ہے۔ تو دوسری غالب ہوتی ہے۔ اسی لئے اس بیماری نفاق سے صحت پانا دشوار ہو جاتا ہے۔ اور اسکی مثال کہنہ ذات الجنب کی ہے جس سے شفا پانا مشکل ہوتا ہے۔ منافقوں کی شفا پانا صرف دوزخ ہی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔

سفہ

سفہ (بیوقوفی) یہ ایک خفیف سا مرض ہے۔ جو کبھی تو کبر سے پیدا ہوتا ہے اور کبھی نفاق سے ظاہر ہوتا ہے۔ شروع شروع میں اسکا علاج سہل ہوتا ہے اور اسوقت ان دواؤں کا استعمال کرنا چاہئے۔ جیسے ورع۔ حفظ لسان۔ دنیا کا قطع

دفع - مگر جب سر بڑا نا اور دیر پا ہو جائے - اور طبیعت اسکی معتاد ہو جائے - تو پھر اسکا علاج مشکل ہو جاتا ہے - کیونکہ سوزش پہ دل سے پہنچتا ہے - اور خون میں اسطرح سرائیت کر جاتا ہے - جیسے بخار محرقہ کی حرارت تمام بدن میں اثر کر جاتی ہے - اسوقت اسکا علاج حلم سے کرنا چاہئے جس سے ثقل غضب کے برداشت کرنے کی طاقت ہوتی ہے - اور سفاہت کی آگ بجھ جاتی ہے - اور اسکا بخار اتر جاتا ہے +

عُجب

یہ مرض کبر سے پیدا ہوتا ہے - اور اسے کبر کی انتہا سمجھنا چاہئے - علاج اسکا یہ ہے - کہ اپنی نظر میں اپنے نفس کو نہایت حقیر و ذلیل سمجھے - یہ ایک مہلک مرض ہے - چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے - ثلاثٌ مهلكات شحٌّ مطاعٌ وهوًى متّبع واعجاب المرءِ بنفسه - تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں - بخل اطاعت کیا گیا - اور خواہش پیروی کی گئی - اور انسان کا اپنے نفس سے خوش ہونا +

اس مرض کا باعث چونکہ کبر ہے - اسلئے اس میں بھی وہی ادویات استعمال کرنی چاہئیں - جو کبر میں مذکور ہوئیں - اور علاوہ انکے یہ زیادہ کریں - دشمنوں سے گالیاں اور برا بھلا سننا - اور ان کے سننے پر طبیعت کو روکے رکھنا - اور اپنے آپ کو ضبط کرنا - اور دیکھنے والوں کی نظر میں اپنے آپ کو حقیر اور ذلیل کرنا تاکہ عجب ٹوٹ جائے - کیونکہ اگر یہ مرض دل پر مستولی و غالب ہو جائے - تو اس سے ایمان سلب ہو جاتا ہے +

عشق

یہ مرض نفسانی ہے جو وساوس اور وسواس کے تراکم و اجتماع سے پیدا ہوتا ہے جو شہوت میں نظر و خیال کے دوام سے پیدا ہوتے ہیں - کہتے ہیں - کہ عشق ایک ایسی بیماری ہے جو دل کو تکلیف پہنچاتی ہے - اور اس سے نفس میں ہمت ناقصہ پیدا ہوتی ہے - جو علم حق سے بالکل خالی ہوتی ہے - عشق کا اول وسواس اور اس کا آخر افلاس ہے - اور اس کا سبب و باعث تقویت نظر و فکر ہے - اور خیال اسکا ممد و معاون ہے - اور اسکی علت غلبۂ شہوت ہے +

اس کا علاج یہ ہے۔ کہ صورتِ معشوق کی قباحت کا خیال کیا جائے۔ اور اس کے فنا اور زوال کو دل میں جمایا جائے۔ اور دل کو اس میں فکر کرنے سے روکا جائے۔ اور دل میں یہ خیال جمایا جائے۔ کہ ایک دن تو معشوق مجھ سے ضرور جدا ہوجائیگا اور آج وہی دن ہے۔ اور وہ مر کر مجھ سے جُدا ہوگیا ہے۔ اور جزع و فزع سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ ہر روز اسی طرح کرتا جائے۔ یہانتک کہ اُسکا عادی ہوجائے۔ یہ مرض دل کے لئے بمنزلہ کابوس کے ہے۔ اور اس کے علاج کا طریقہ وہی ہے۔ جو ہم نے بیان کردیا محققین نے حقیقتِ عشق میں بڑے نکات و لطائف بیان کئے ہیں۔ اور اسے صف امراض سے نکالکر ادویہ میں داخل کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک عشق مرض بھی ہے۔ اور دوا بھی ہے۔ یعنے جو عشق اشخاص محسوسہ سے متعلق ہے وہ تو ایک مہلک مرض ہے۔ اور جس عشق کا تعلق معانی معقولہ سے ہے۔ وہ ایک نہایت مفید اور نافع دوا ہے۔

فسوق

یہ ایک ایسی بیماری ہے کہ جب دل کو پکڑلیتی ہے۔ تو پھر دل کو علاج اور احکام الٰہی کی بجاآوری سے روکتی ہے۔ اور اس سے بصیرتِ قلب اور اسکے سمع اور ذکر میں حرارت شہوت اور اسکا ہیجان پیدا ہوجاتا ہے۔ یہ مرض قلت ورع اور غلبہ ہوا سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جب اسکا مادہ مستحکم ہوجائے۔ تو دل کو اسی طرح ضرر پہنچاتا ہے جیسے دیوانگی دیوانہ کو۔ کہ اسے شرم و حیا کا کچھ پاس و لحاظ نہیں رہتا۔ اسکا علاج یہ ہے کہ مراقبہ کرے۔ اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ اور عبادتِ خدا کے زیور سے آراستہ ہو۔

صلف

یہ روحانی مرض کبر سے پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان کو اپنے اخلاق کی درستی سے باز رکھتا ہے۔ اور اکثر اوقات نفس کو پہلے سے زیادہ ردی بنادیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ المتشبع بما لا ینال کلابس ثوبی زور یعنے ایسی چیز سے سیری حاصل کرنے والا جو اسے حاصل نہیں۔ اُس شخص کی طرح ہے جو جھوٹ کے کپڑے پہنے ہوئے ہو۔

صعوبۃ الخلق

صعوبۃ الخلق (بدخلقی) یہ بیماری خبث باطنی اور غلبۂ جہالت سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اسکا اصلی مادہ ہوتی ہے۔ اور اسکا باعث و سبب عُجب وکبر ہے۔ یہ بیماری بمنزلہ ان زخموں کے ہے جن کے اندر تو پیپ اور لہو وغیرہ بھرا ہوا ہو۔ اور اوپر کی کھال صحیح و تندرست ہو۔ اسکا علاج دائمی تواضع ہے۔ نیز اس کے لئے وہ دوائیں بھی مفید ہیں۔ جو باب کبر ہیں مذکور ہوئیں۔ اور علاوہ ازیں علم و اخلاق کا حاصل کرنا اور اچھے اخلاق کی خوبیاں اور بُرے اخلاق کی برائیوں میں غور و خوض کرنا۔ اور اخلاق شرعیہ کو اپنا خلق بنانا نہایت مفید دوا ہے +

قساوۃ قلبی

قساوت قلبی (سخت دلی) یہ مرض حماقت و جہالت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور آخر کار تمام دل کو سیاہ کر دیتا ہے۔ قلب قاسی خدا تعالےٰ سے دُور اور شیطان کے قریب ہوتا ہے۔ اور جاہل کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اور بہادر کا دل سختی میں پہاڑ سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ دینی امور میں سخت ہونا تو ایک دوا ہے۔ مگر سخت دلی ایک بیماری ہے +

اور اسکا علاج یہ ہے کہ دل کو ان آیات میں غور کرنے سے ملین کیا جائے۔ جو قساوت کی مذمت میں وارد ہیں۔ اور اسے خوف کی کٹھالی میں پگھلایا جائے۔ اور اس کو پگھلانے والی دوائیں توکل علے اللہ۔ کلمات الٰہی کا سُننا۔ ذکر الٰہی کی مداومت۔ تلاوت قرآن۔ عبادت و طاعت میں مشغول رہنا اور شریعت کی پیروی کرنا ہیں +

رعونت

یہ بیماری غلبہ ہوائے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور عُجب و کبر سے اسے تقویت پہنچتی ہے۔ اس مرض سے ریا پیدا ہوتا ہے۔ پس ریا۔ فخر۔ کبر اور رعونت سے مرکب ہوتا ہے۔ اور رعونت حماقت سے مشتق ہے۔ اور حمق کبر سے پیدا ہوتا ہے +

رعونت کا علاج یہ ہے کہ سامان عیش میں خشونت برتی جائے۔ اور لباس فاخرہ سے پرہیز کی جائے۔ اور ریا کا علاج یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے قہر سے آگاہ ہو کر اس کے

مکر سے خوف کرے - اور جان لیوے - کہ اللہ تعالےٰ کوئی عمل بغیر اخلاص کے قبول ہی نہیں کرتا - حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے - کہ قیامت کے دن خدائیتعالےٰ آدمی سے فرمایگا کہ جس شخص نے ایسا عمل کیا ہو - کہ اسمیں میرے غیر کو بھی شریک کیا ہو - تو میں اس سے اور اس کے عمل سے بری ہوں (نیز آپ نے فرمایا ہے - کہ یسیرا و ریا شرک یعنے ریا کا ادنےٰ سا گناہ یہ ہے کہ اس سے شرک پیدا ہوتا ہے - پس رعونت کے معنے یہ ہیں - کہ انسان کا نفس زینت کی طرف مائل ہو - اور اس سے غرور کرے - یہ امر مرض ریا دونوں باہم پیوستہ ہیں - کیونکہ ریا شرک سے پیدا ہوتا ہے - اور شرک نہائت ہی مہلک بیماری ہے - جسکی نسبت ارشاد خداوندی ہے کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ یعنی خدائیتعالےٰ شرک کو ہرگز نہیں بخشیگا - پس رعونت تو بمنزلہ گناہ کرنے کے ہے - اور ریا بمنزلہ منشی اشیا استعمال کرنے کے ہے +

شہوت

دل کے لئے یہ ایک بہت بُرا مرض ہے - جو اس کے حواس کو بیکار کر دیتا ہے یہ مرض سرسام قاتل کے مشابہ ہے - اور اسکا غلبہ ایسی بڑی آفت ہے کہ انسان اسکے شر سے صِرف اسطرح نجات پاسکتا ہے - کہ اسکو نماز اور صوم دائمی کے پانی سے بجھائے - یہ مرض ہوئی کے استحکام سے پیدا ہوتا ہے - اور تقویت اس کی جہالت سے اور تربیت قساوت قلبی سے ہوتی ہے - اس مرض کا ضرر نفس کی طرف رجوع کرتا ہے - اس بیماری کی مثال پھاڑنے والے درندے کی سی ہے - کہ جس کو دیکھتا ہے - پھاڑ ڈالتا ہے - اور جسکو ملتا ہے قتل کر دیتا ہے - اسی طرح یہ مرض بھی اپنے مریض کو مار کر ہی دم لیتا ہے - اور علاج اسکا یہ ہے - کہ شریعت کی متابعت اور طبیعت کی مخالفت کی جائے - اور لذات کو اپنے آپ سے دور رکھے - اس مرض کی بہت سی شاخیں ہیں - منجملہ ازیں ایک شرہ ہے - یعنی حریص و لالچی بننا - اور یہ مرض کُتّے کے کاٹنے کیطرح ہے - اور ایک ان سے شدت رجوع ہے - اور علاج اسکا روزہ ہے - اور ان میں سے ایک شُح یعنے بخل ہے - یہ مرض مزاجِ دل کو فاسد کرتا ہے - اور سعادتِ دارین سے روک دیتا ہے - خدائیتعالےٰ فرماتا ہے - وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچائے گئے - وہی فلاح پانیوالے ہیں) شُح بخل سے بھی بڑھکر ہے - کیونکہ بخل تو ایک لازمی مرض ہے - مگر شُح خارش

کی طرح متعدی مرض ہے۔ و ریہ شرہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جو بمنزلہ کھجلی کے ہے۔ اور کھجلی اور خارش دونوں مرض، سہال و تنقیہ سے ہی زائل ہو سکتے ہیں +

تفاخر

یہ مرض کبر سے پیدا ہوتا ہے۔ اور عُجب کی ایک شاخ ہے۔ اسکا سبب اور علت حب جاہ اور غلبہ ہوا ہے۔ اور یہ مرض بمنزلہ چیچک کے ہے۔ پھر آگے اس کی بہت سی شاخیں ہیں۔ جیسے تکاثر۔ تباغض۔ تحاسد۔ تباعد۔ اور یہ سب کی سب مریض کو نقصان دہ ہیں۔ اور بسا اوقات مریض ان سے نجات پا لیتا ہے۔ اور بعض وقت مر جاتا ہے۔ اور اسکا علاج تکبر کے بیان میں گذر چکا ہے۔ اور ان کا علاج عُجب کے علاج سے آسان ہے +

ثرثرہ

ثرثرہ (کثرت کلام) یہ مرض بھی تواضع سے۔ اور اسکا مطلب یہ ہے۔ کہ دل کے حکم سے انسان لایعنی کلام کرنے لگ جائے۔ یہ مقدمات صرع کے مشابہ ہے۔ اسکا سبب جہالت اور قلتِ عقل ہے۔ کیونکہ عقل جب کامل ہوتی ہے۔ تو کلام قلیل ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ الصَّمْتُ حِكْمَةٌ وَقَلِيلٌ فَاعِلُہ۔ (خاموشی حکمت ہے۔ اور اس کے کرنے والے کم ہیں) ایک اور حدیث میں آیا ہے۔ ابغض العباد الی اللہ تعالیٰ الثرثارون المتشدقون۔ یعنی خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے بندے بیہودہ و زیادہ گو ہیں +

علاج اسکا یہ ہے۔ کہ زبان کو ذکر الٰہی میں مقید رکھا جائے۔ اور بیہودہ گوئی سے اُسے جبراً روکا جائے۔ حتیٰ کہ جب زبان ذکر الٰہی سے خوگیر ہو جائیگی۔ تو آفت بذبان سے خود بخود رُک جائیگی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کُلُّ کَلَامٍ لَیْسَ بِذِکْرِ اللہِ فَھُوَ لَغْوٌ۔ ذکر خدا کے سوا جو کلام ہے۔ وہ لغو ہے +

خیانت

یہ بیماری قلت دیانت۔ قساوت قلبی۔ اور غلبۂ ہوٰی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ نفاق کی علامت ہے۔ جب یہ مرض دل پر غالب ہو جاتا ہے۔ تو اس سے حیا کی چادر کو پھاڑ دیتا ہے۔ اور اکثر اوقات اسکا زہر مریض کو قتل ہی کر دیتا ہے۔ علاج

اسکا خوف خدا ہے۔ اور دوزخ سے ڈرنا۔ اور عار کا خیال کرنا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا ہے۔ کہ" منافق کی تین علامتیں ہیں (اول) جب بات کرتا ہے۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ (دوم) اور وعدہ کرتا ہے۔ تو اسکے خلاف کرتا ہے (سوم) اس کے پاس امانت رکھی جائے۔ تو خیانت کرتا ہے"۔ نیز آپ نے فرمایا ہے۔ کہ" جس نے خیانت کی وہ ہم سے نہیں +

ذنب

ذنب (گناہ) یہ بیماری غلبۂ ہوائی اور قلت حیا سے پیدا ہوتی ہے۔ اور پیٹ میں طاری ہوکر نیت و نفس کو بگاڑ دیتی ہے۔ اسکی ابتدا شیطانی وسواس سے ہوتی ہے۔ اگر مخالفت ہوائی اور گناہوں پر پشیمان ہونے سے اسکا علاج کیا جائے۔ تو دور ہو جاتی ہے۔ ورنہ مستحکم ہوکر ایمان پر غالب آجاتی ہے۔ اور شریعت کی حد اعتدال سے نکال دیتی ہے۔ اور جو حرکت جادۂ شریعت سے منحرف ہو۔ وہ معصیت ہے۔ اور معصیت سے مراد گناہ ہے۔ اور گناہ ایک ایسی آفت ہے۔ جو مزاج قلب کو متغیر کر دیتی ہے پس ذنب تو ابتدائے آفت ہے۔ اور معصیت گناہ کے مستحکم ہو جانے کا نام ہے۔ اور گناہ کا نام علاج تو پشیمانی ہے۔ اور معصیت کا علاج توبہ ہے۔ پھر گناہ کی کئی قسمیں ہیں۔ قولی جیسے جھوٹ۔ اور گالی گلوچ و فحش۔ اور فعلی جیسے قبائح کا مرتکب ہونا۔ اور قلبی جیسے جفا و خیانت۔ اور خلاف دین کام کرنا۔ اور نیت طاعت سے بھلانا۔ اور سب سے بڑا گناہ وہ ہے۔ جو دل سے قصد سے ہو۔ اور خفیف تر وہ ہے۔ جو بدن سے بغیر قصد قلبی کے صادر ہو۔ ان میں سے ہر ایک گناہ کا علیحدہ علیحدہ علاج ہے۔ مثلاً گناہ زناہ کا علاج یہ ہے۔ کہ اسے درے لگائے جائیں۔ یا رجم کیا جائے۔ کہ چوری کا یہ علاج ہے۔ کہ ہاتھ قطع کر دیا جائے۔ کیونکہ چوری ایک ایسی زخم ہے۔ جو ہاتھ کے پٹھوں اور رگوں کو فاسد کر دیتا ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے۔ کہ جب کسی عضو کے پٹھے فاسد ہو جاتے ہیں۔ تو سوائے قطع کے اور اسکا کسی طرح علاج نہیں ہو سکتا +

بعض گناہ قاتل ہوا کرتے ہیں۔ اور بعض مضر ہوتے ہیں۔ اور بعض بعض سے خفیف ہوتے ہیں۔ انکی اقسام کا بخار کی قسموں کا سا حال ہے۔ کہ ان سے بعض تو بلغمی ہیں۔ اور بعض غثی اور بعض محرقہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ "بعض ایسے گناہ ہیں۔ جنہیں نماز اور روزہ دور نہیں کر سکتے۔ بلکہ انہیں زندگی کے

افکار و ہموم دُور کرتے ہیں"

اور ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ گناہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو زبان کا گناہ ہے اور وہ توبہ سے دُور ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا دِل کا گناہ ہے۔ اور وہ شرک ہے۔ اور شرک کو خدائے تعالیٰ نہیں بخشیگا +

ضُعفِ قلبی

اس مرض کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو اس قلب کا ضعیف ہو جانا۔ جو منبعِ حیات ہے اور اس مرض سے روح ضعیف ہو کر حس و حرکت فاسد ہو جاتی ہے۔ اور دُوسرا حقیقتِ قلب کا ضعیف ہو جانا ہے۔ یعنی نیت میں فتور آکر نورِ عقل و ضوءِ معرفت کا پوشیدہ ہو جانا۔ اس سے ایمان ضعیف ہو جاتا ہے۔ اور بصیرت و توحید فاسد ہو جاتی ہے۔ قلبِ حقیقی کے ضعف کا مرض اس دِل کے ضُعف سے نہایت مشکل و شر ہے جو جسم میں بائیں پستان کے نیچے رکھا گیا ہے۔ ضعفِ قلب کبھی تو حرارتِ غریزی کی زیادتی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور بعض اس کی قلت سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور مرض کی دوا اس کی ضد ہے۔ (یعنی اگر زیادتی حرارت سے پیدا ہو۔ تو اسے کم کیا جائے اور کمی سے پیدا ہو۔ تو اسے زیادہ کیا جائے) اور یہ ضُعف قلبی جو امراض روحانی سے ہے۔ قلت معرفت اور نور عقل پر ہوئی کے غالب ہو جانے سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ عقل کا نُور کم ہو جاتا ہے۔ تو دِل کی ذات خیانت اور طلبِ حق سے اعراض کرنے کے باعث ضعیف ہو جاتی ہے۔ اور جب عقل کا نور کامل ہو جاتا ہے۔ تو تقوےٰ اور معرفت کی موجودگی سے ذات قلب قوی ہوتی ہے۔ جب ضُعفِ قلب کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ تو اس سے بیشمار آفتیں پیدا ہوتی ہیں۔ جیسے خسنہ یعنی بخل اور سوءِ ظن وغیرہ۔ اور جب ضُعفِ دل دُور ہو جاتا ہے۔ تو یہ آفات بھی زائل ہو جاتی ہیں +

ظلم

یہ بہت بُرا مرض ہے۔ اور شرک۔ تقویتِ جہالت اور قساوتِ قلبی سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ جو دل سخت اور جاہل ہو۔ وہ ظلم کرنے میں حریص ہوا کرتا ہے۔ ظالم دنیا اور آخرت میں ملعون ہے۔ اور کفر سے بڑھکر کونسا مرض ہے۔ جو ظلم کی جزا اور بدلہ ہے۔ قیامت کے دن ظلم بمنزلہ اندھیروں کے ہوگا۔ اور ظلم کے معنی ہیں

کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھدینا۔ یہ ایسی آفت ہے۔ کہ دوسرے شخص کو بھی اسکا نقصان پہنچتا ہے۔ مگر اسکا وبال ظالم پر ہی رہتا ہے۔ ظلم سے ظنون فاسدہ الوارمقبولہ پر غالب آجاتے ہیں۔ اور حق باطل کے ساتھ مشتبہ ہو جاتا ہے۔ خدا تعالٰے نے ان لوگوں کی جو مرض ظلم سے تندرست ہیں۔ اس طرح خبر بتائی ہے۔ الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون۔ اور ظلم سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ولا تلبسوا الحق ولا تکتموا الشھادۃ۔ ظلم بمنزلہ سوء مزاج کے ہے۔ یعنے جیسے سوء مزاجی سے کئی آفتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح ظلم سے کئی آفاتِ دینیہ پیدا ہوتی ہیں۔ جو حقیقی سوء مزاج ہے۔ اسکا علاج عدل واعتدال پیدا کرنے والی اشیاء سے کیا جاتا ہے +

غضب

یہ نفسانی علت صمیم قلب میں احتباس شہوات اور عضلات خبیثہ کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کا سبب نفس امارہ کا حدِ اعتدال سے نکلکر درندوں کے مشابہ ہو جانا ہے۔ یہ مرض آتش سوزندہ اور حیوان درندہ ہے۔ اکثر اوقات یہ مرض سفک وفتک اور ظلم وبغی اور دیگر فواحش کے پیدا ہونے کا موجب ہوتا ہے۔ شدت غضب سے بے شمار جسمانی اور روحانی امراض پیدا ہوتے ہیں۔ جسمانی تو جیسے سوء مزاجی۔ حرارت کی شدت۔ بخار اور دردسر وغیرہ۔ اور روحانی جیسے حرارتِ غریزیہ سے خون کا جل جانا۔ اور دل سے نور دینی کا منقطع ہو جانا۔ اور بصیرت اور عین سریرۃ کا نابینا ہو جانا +

غضب بمنزلہ قولنج کے ہے۔ کہ جب بڑھ جاتا ہے۔ تو مریض کو قتل وہلاک کر دیتا ہے۔ علاج اسکا یہ ہے۔ کہ باطن کا فواحش سے تنقیہ کریں۔ اور دل سے قبائح اور ہوئی کو دُور کردیں۔ شدتِ غضب سے کئی آفتیں پیدا ہوتی ہیں جنمیں سے ایک غرور بھی ہے +

غرور

اس کے معنی یہ ہیں کہ دل خواہشات کے فریب میں آجائے۔ اللہ تعالٰے نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ لَا یَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا۔ یہ مرض شدتِ غضب سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جب وہ دل میں مستحکم ہو جاتا ہے۔ تو اس سے حسد پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر اس سے آتشِ کبر بھڑک اٹھتی ہے۔ جس سے چشم بصیرت

نابینا ہو جاتی ہے۔ اور اسمیں غرور کا بھینگا پن ظاہر ہو جاتا ہے۔ حتّٰی کہ دل اس کو نتائج سے متغیر ہو جاتا ہے۔ مغرور کو خداوند تعالےٰ قیامت کے دن فرمائیگا۔ یاایھا الانسانُ ما غرّک بربّک الکریم الذی خلقک (یعنے اے انسان تجھے تیرے پروردگار کریم سے کس بات نے مغرور و گستاخ کردیا جس نے کہ تجھے پیدا کیا۔) اور پھر اسوقت حزن و استغفار اور عذر کسی کام نہ آئیگا۔ اور علاج غرور کا یہ ہے۔ کہ گذشتگان کے احوال سے عبرت حاصل کرے۔ اور آنے والی اجل کو یاد کرے +

غفلت

یہ مرض شدتِ غرور سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ دل جب خواہشات کے قریب میں آ جاتا ہے۔ تو خدائیتعالےٰ سے غافل ہو جاتا ہے۔ غفلت ایک ایسا بادل ہے جو جو شمسِ عقل کو پوشیدہ کرلیتا ہے۔ اور ایسی مرع ہے جو مزاج دین کو فاسد کردیتی ہے اور ایسا حجاب ہے۔ جو روشنیٔ عرفان کو چھپالیتا ہے۔ یہ مرض غرور کے انعقاد اور غضب کے اجتماع سے پیدا ہو جاتا ہے۔ علاج اسکا یہ ہے۔ کہ خدائیتعالےٰ کے عذاب و عقاب سے ڈرتا رہے۔ اور اس کے غصہ اور غضب کو پیش نظر رکھے +

واضح ہو۔ کہ جسقدر امراض و علل ہم نے بیان کی ہیں۔ انکی بیشمار علامات اور بدایات و نہایات ہیں۔ جنکی شرح نہایت طویل ہے۔ اور انکی حقیقت عقلمند پر پوشیدہ نہیں ہے۔ اور ہم نے انہیں اسلئے ذکر نہیں کیا۔ کہ کتاب طویل نہ ہو جائے۔ کیونکہ ایک ہی کتاب میں تمام علام کا بیان کرنا نہایت مشکل ہے۔ جو امور ہم نے اس کتاب میں بیان کئے ہیں۔ انکی شرح کے لئے بھی ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہر مرض کے لئے علیحدہ علیحدہ اسباب و علامات اور بدایات و نہایات اور علاجات وارد ہوتے ہیں۔ جن سے بعض مرکب ہیں اور بعض مفرد۔ یہ امراض و علل جو اجسام پر طاری ہوتی ہیں۔ درحقیقت امراض روحانیہ سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ مگر اطبّاء امراض جسمانیہ کی تشریح و علاج میں منہمک رہے ہیں۔ حالانکہ امراض روحانیہ کا تدارک نہایت مشکل اور علاج نہایت دشوار ہے۔ کیونکہ ان کا تعلق آخرت سے ہے اور ان کا تعلق دُنیا سے ہے۔ اسی لئے ہم نے طالب صادق کے لئے اپنی اس کتاب میں امراض روحانیہ کلیہ بیان کردیئے ہیں۔ اور بطریق اختصار انکے اسباب اور علاجات بھی بتلادیئے ہیں۔ اگر تم ان میں اچھیطرح تامل کروگے۔ تو انکی بہت سی جزئیات تمہیں

معلوم ہوجائیگی۔ اور تم امراض روحانیہ کے اعلےٰ درجہ کے ماہر معالج بنجاؤ گے۔
پس تمہیں لازم ہے۔ کہ مجاہدہ میں مشغول رہو۔ جو نفس کے لئے بہترین علاج ہے
یہانتک کہ خدا تیعالے تمہیں صحت کا راستہ دکھادے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔
وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ اور یہ بھی
یاد رہے۔ کہ اپنی صحت جسمانی کے دھوکے میں آکر اپنے دل کی بیماری سے غافل نہ ہوجانا
کیونکہ تمام آفات کا اسی پر دارومدار ہے۔ اور اگر تو قلب کی مرض سے غافل ہوگیا۔ حتّٰی
کہ قلب بالکل سیاہ ہوگیا۔ اور سوء مزاجی ظاہر ہوئی۔ تو پھر وہ علاج کو قبول نہ کریگا۔
اور نہ ہی اُسے دونوں جہان میں صحت نصیب ہوگی +

رُوحانی دواؤں کا بیان

جاننا چاہئے۔ کہ دل کی تندرستی کلام خدا سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ جسکی نسبت
ارشاد ہوتا ہے۔ کہ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَهُدًى
وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ اور ایک جگہ اور ارشاد ہوتا ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ
مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ پس
قرآن موافق یعنی مؤمن کے لئے تو دوا ہے۔ مگر منافق کے لئے مرض ہے۔ مؤمن
اس سے شفا پاتا ہے۔ اور کافر اس سے بلا دیکھتا ہے۔ پس تمہیں لازم ہے۔ کہ
خدا تیعالے کی کتاب سے رحمت اور شفا طلب کرو۔ اور اس کی رضامندی کے حاصل
کرنے اور عذاب سے بچنے کے لئے اس کے کلام کی رسّی کو مضبوط پکڑ لو۔ اب ہم مفرد
ادویہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جن میں علاج نفوس اور شفاءِ قلوب ہے۔ تمہیں ان ادویہ کو
معلوم کرکے انہیں معمول بہا بنانا ضروری ہے۔ جو دوا مفرد ہے۔ ہم اسے مفرد ہی
بیان کرینگے۔ اور جو مرکب ہے اُسے مرکب بیان کرینگے۔ اور خدا تیعالے تمہارے اعمال
سے غافل نہیں +

اُلفت

یہ ایک مصلحت اسلامی اور نعمت شرعی اور دواء عقلی ہے۔ اس سے مخالفت وتنافر کے
امراض دُور ہوتے ہیں۔ اور یہ دنیاوی اور اخروی مصلحتوں پر مشتمل ہے +

البرّ

البرّ نیکی واحسان۔ اس دوا سے امراض روحانیہ کی اصلاح کی جاتی ہے۔ اور سب سے بڑھکر نیکوئی یہ ہے۔ کہ اوامر شرعیہ عمدگی سے سرانجام دیئے جائیں۔ خدائیتعالےٰ نے تمام لوگوں سے بغیر کسی تفاوت اور تمیز کے احسان و نیکوئی کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ✦

تقویٰ

یہ دوا، مومن کے دل کو مغلوب کر کے اسکی اصلاح کر دیتی ہے۔ اور اہل عقل کے سینوں کو شفا بخشتی ہے۔ خدا تعالےٰ نے اسکا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ (اے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہو) ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (زاد راہ لیا کرو۔ اور سب سے اچھا زاد تقوےٰ ہے) ✦

الثقۃ باللہ

الثقۃ باللہ (خدا پر اعتماد رکھنا) یہ دوا سینوں کے تنقیہ اور تقویت قلب کے لئے سب دواؤں سے قوی تر اور اصلح ہے۔ اور ایسی نافع و مفرح ہے کہ تمام آلام و امراض کو دفع کر دیتی ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے۔ کہ جمیع احوال میں خدائیتعالےٰ کی طرف توجہ کیجائے اور اسی پر اعتماد رکھا جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ "جو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اسپر بھروسہ کر لیتا ہے۔ تو خدائیتعالےٰ اُسے ہر تکلیف سے بچا لیتا ہے"

الجہاد مع الہواء

الجہاد مع الہواء (خواہشات سے جہاد کرنا) یہ دوا نہایت ہی مفید ہے۔ اور دل سے شہوت اور غضب کے شر کو روکتی ہے۔ خدائیتعالےٰ نے اس کے ساتھ علاج کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (یعنے راہ خدا میں جہاد کرو۔ جیسا کہ جہاد کا حق ہے) ✦

حیاء

حیا ایک نہایت مفید دوا ہے۔ اور قبائح و فواحش کے روکنے میں نہایت مؤثر ہے جو شخص خدا تعالےٰ کی مخالفت سے شرم و حیا کرتا ہے۔ خدا تعالےٰ اسکو عذاب دینے سے بھی حیا کرتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ یعنے حیا ایمان کی ایک شاخ ہے +

خوف

یہ دوا رجفار و نیجر وغیرہ امراض کو دور کرتی ہے۔ اور دلوں سے گناہوں کو دھو ڈالتی ہے۔ یہ بمنزلہ دوا رالمسک کے ہے۔ جو اپنے استعمال کنندہ سے وجوب عذاب کو روک دیتی ہے۔ خدا تعالےٰ نے اسکا امر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:- وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (اگر تم مومن ہو۔ تو مجھ سے ڈرو) +

دین

یہ تمام ادویہ سے افضل و اعلےٰ ہے۔ وَکُلُّ الصَّیْدِ فِیْ جَوْفِ الْفَرَا (یہ عربی کی ضرب المثل ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہر شکار گورخر کے شکار کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ یعنے اس کے شکار کے سامنے ہیچ ہے) یہ ایسی دوا رگلی ہے۔ جو ہر شیخ و شاب اور مرد و عورت کو مفید ہے۔ اور اسکا مطلب یہ ہے کہ گمراہی سے نکلکر ہدایت میں آ داخل ہو۔ ارشاد ہوتا ہے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی (دین میں زبردستی نہیں۔ کیونکہ گمراہی ہدایت سے الگ اور ظاہر ہو چکی ہے۔ پس جو شخص بتوں سے کفر کر کے اللہ پر ایمان لے آئے۔ تو اس نے ایک مضبوط کنڈا کو پکڑ لیا) +

الذکر

یہ دوا ر زبان کی بیہودگیوں کا مسہل ہے۔ اور رسوائی کے تپ کو دور کرتا ہے اور دلوں میں اس سے اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (آگاہ رہو کہ ذکر خدا سے ہی دل مطمئن ہوا کرتے ہیں) دوا رذکر سب دواؤں سے بہتر اور نافع تر ہے۔ اور دنیا و ریاست کی محبت کو دل سے زائل کر دیتی ہے +

ریاضت

یہ دوا نہایت مفید ہے۔ اور تمام امراض کے لئے مسہل ہے۔ نفوس کو رذائل سے پاک اور دلوں کو خواہش سے صاف کرتی ہے۔ ریاضت باغ جنت کا ایک درخت ہے۔ اور اسکا مطلب یہ ہے کہ دائمی بھوک و پیاس کو برداشت کرکے لذات سے اعراض کیا جائے۔ خدا تعالےٰ نے اپنے نبی کی زبان سے اہل ریاضت کی خبر دی ہے۔ کہ "جو لوگ دنیا میں خدا کے ساتھ مشغول رہتے ہیں۔ آخرت میں بھی وہی خدا میں مشغول ہونگے۔" اور حضرت یوسف علیہ السلام کی ریاضت کی بابت خبر دیتے ہوئے خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ +

زُہد

زُہد نہایت نافع دوا ہے۔ حرارت حرص کو تسکین دیتی ہے۔ اور طمع کے بخار کو زائل کرتی ہے۔ اور اسکا مطلب یہ ہے کہ دُنیا و مافیہا کو نظر اور دل میں حقیر سمجھے۔ خدا تعالےٰ اپنے بندوں کو اس میں ترغیب دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ (جو تمہارے پاس ہے وہ زائل ہو جائیگا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ باقی رہیگا) +

سکینۃ

سکینۃ (تسلی) یہ مرض ہیبت کی دوا ہے۔ اور آسمان عنایت سے اُتر کر مومنین کے سینوں کو شفا دیتی ہے۔ اسکی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ (خدا تعالےٰ ہی وہ ذات پاک ہے۔ جو مومنوں کے دل میں تسلی نازل کرتا ہے۔ تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان زیادہ کرے) دوا سکینہ بمنزلہ شربت دینار سکے ہے۔ جو حرارت غریزیہ یعنے ایمان کو زیادہ کرتی ہے +

شوق

یہ ایک نہایت مفید دوا ہے طلب بقا میں۔ مردوں کی ہمت کو تقویت دیتی ہے یہ امید و رجا کی منزل اور گھر ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ (جو شخص ملاقات خدا تعالےٰ کا ارادہ رکھتا ہے وہ تیار ہو جائے) کیونکہ خدا کا وقت مقرر آنیوالا ہے +

صدق

یہ دوا آفات کذب چغلخوری کو دور کردیتی ہے۔ اور فساد اور اعمالِ بد کی جڑ بیخ کاٹ ڈالتی ہے۔ اور صحت و سلامتی اور درستی پیدا کرتی ہے۔ خدائیتعالےٰ نے صادقین کی نسبت خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ (یہ وہ دن ہے۔ جسمیں سچوں کو اُن کا سچ نفع دیگا +

ضرورت

یہ دوا غفران کو واجب کرنیوالی اور خذلان کو دور کرنیوالی ہے۔ حالتِ اضطرار میں صبر کرنا زیادتی شفار کو کھینچنے والا ہے۔ خدائیتعالےٰ فرماتا ہے۔ اَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ (خدائیتعالےٰ کے سوا کون ہے۔ جو مضطر کی دعا قبول کرتا ہے۔ اور اس سے برائی کو دُور کرتا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ +

طہارت

یہ ایک نہایت عمدہ شرعی علاج ہے۔ جو تکلیف خبائث کو دُور کردیتا ہے۔ اور قولنج فواحش کو کھول دیتا ہے۔ اس دوا کے استعمال سے خدائیتعالےٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ دوا کئی مفرد دواؤں سے مرکب ہے۔ جیسے اعضاء ظاہری کا پاک پانی سے دھونا۔ اور علم کے میٹھے پانی سے باطن کا تنقیہ کرنا۔ خدائیتعالےٰ انکی شفار کی بابت فرماتا ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (بیشک اللہ تعالےٰ توبہ کرنیوالوں اور پاکیزگی حاصل کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے) +

ظنِ حسن

حسن ظن۔ اس دوا سے سوءِ ظنی کا علاج کیا جاتا ہے۔ جو بہت بُرا مرض ہے اور جسکی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ الظَّانِّينَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔ حسن ظن کا ثواب جنت ہے۔ یہ دوا ایک معجون مرکب ہے۔ اور

اس کے اجزاء یہ ہیں۔ رحمتِ الٰہی کی وسعت کا خیال۔ خدائے تعالےٰ اور اُس کے فضل پر اعتماد۔ عنایت خدائیتعالےٰ کیساتھ تمسک کرنا۔ خدائے تعالےٰ کے کمال جود کا جاننا۔ اُسکی بخشش کو محیط جاننا۔ اُسکے کمال اور اپنے نقص بشریت کو مدنظر رکھنا۔ جب یہ سب دوائیں جمع ہوتی ہیں۔ تو ان سے حسن ظن پیدا ہوتا ہے۔ اور جو اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ بھی اُسکے ساتھ نظر رحمت رکھتا ہے۔ اور اُس کے اگلے پچھلے سب گناہ بخشدیتا ہے۔

عفت

مہلک روحانی امراض کے لئے یہ نہایت بھروسہ کی دوا ہے۔ شدت غضب اور قوت ہوس کو اس سے توڑا جاتا ہے۔ اور اس سے حیا اور وقار اور راحتِ عیش اور قلتِ طمع پیدا ہوتی ہے۔ اور اسکا مطلب یہ ہے۔ کہ دل ماسوی اللہ سے ہو اور گناہوں سے باز رہا جائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ جس نے عفت اختیار کی خدا تعالےٰ نے اسکی تمام تکالیف کو دور کر دیا۔

غیرت

یہ دوا غصے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ غصہ جب اعتدال پر آجاتا ہے۔ تو وہ حرارت اصلیہ پر آٹھیرتا ہے۔ جسکا نام حمیت ہے۔ اور جو بدنی اور روحانی مصالح کی محافظ ہے۔ غیرت قبائح اور فحش سے روکتی ہے جنہیں خدا تعالےٰ نے حرام فرمایا ہے۔ پس غیرت نہایت اچھی چیز ہے۔ جس سے اہل و عیال اور نفس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ نیز اس سے حقائق اشیاء کے دریافت میں فہم کو مدد ملتی ہے۔ تو اس لحاظ سے یہ بہت ہی مفید دوا ہے۔ کیونکہ بہت سے امراض روحانیہ جو نفس پر طاری ہوتے ہیں۔ جیسے شک۔ سوءِ ظن اور شرک وغیرہ یہ سب کے سب سوءِ فہم سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اور سوءِ فہم بمنزلہ سوءِ مزاج کے ہے۔ اور فہم بمنزلہ طبیعت علم کے ہے۔ جسکو اعتدال مزاج سمجھنا چاہیئے۔ اور اعتدال مزاج ہی اصل صحت اور سب دواؤں کا سردار ہے۔ پس جب دل حقائق اشیاء کو حاصل کر لیتا ہے۔ تو گویا انکو اس حالت پر دیکھتا ہے جس پر خدائے تعالےٰ نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اور شکوک و ظنون کی آفات سے نجات پا لیتا ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خداوند تعالےٰ سے اس فہم کی التجا کی ہے۔ کہ اَرِنِی الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ (یعنی چیزوں کی

کی جو حقیقت ہے۔ وہ مجھے دکھا دے) اور ایک حدیث میں فرمایا ہے۔ اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ (اے خدا ہمیں حق کو حق دکھا۔ اور اسکے اتباع کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمیں باطل کو باطل دکھا۔ اور اس سے اجتناب کی توفیق دے) +

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں جب خطبہ پڑھا۔ تو بر سر منبر فرمایا۔ مرد کے لئے دارین کی خوبی اسی بات میں ہے۔ کہ اسے کتاب اللہ کا فہم اور سمجھ عطا ہو۔ نیز فرمایا کہ جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ میرے پاس کتاب اللہ کی سمجھ اور میری تلوار کے قبضہ کے سوا اور بھی کچھ چیز ہے۔ تو اس نے خدا پر بہتان باندھا۔ قرآن مجید میں کئی جگہ اس کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ انّ فی ذالک لآیات لقوم یعقلون۔ اور ایک جگہ فرمایا ہے لقوم یعلمون۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہے لقوم یتذکرون۔ ان سب کا مفہوم حقائق اشیاء کے فہم کی طرف ہی ہے +

قرأت القرآن

یہ ایک نہایت عمدہ معجون ہے۔ اور خاص و عام اور مریض و تندرست کے لئے مفید ہے۔ قلب و روح کے لئے اس سے بڑھکر کوئی دوا نہیں ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ فانّ الذکریٰ تنفع المؤمنین۔ اس دوا سے اللہ تعالےٰ بہت سے ردی امراض سے شفا دے دیتا ہے۔ اگر پڑھنے والا پڑھنے کے ساتھ اسکے مضامین کو بھی سمجھتا ہے۔ تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو ایسی دوا سے اپنا علاج کرتا ہے جس کے خواص سے وہ واقف ہے۔ اور اگر اسکے مطلب کو نہیں سمجھتا۔ تو اسکی مثال اس شخص کی سی ہے۔ جو طبیب کے حکم کے موافق علاج کرتا ہے۔ بہر حال خواہ کوئی سی صورت ہو۔ وہ صحت کی موجب ہے۔ کیونکہ جو شخص سقمونیا کی خاصیت و کیفیت جانتا ہے۔ اور اسے اسہال صفراوی کے لئے استعمال کرتا ہے۔ تو اسے وہ اسی طرح نفع دیگی جو اسکی خاصیت سے تو واقف نہیں۔ مگر اسہال صفرا کے لئے اُسے استعمال کرتا ہے۔ بلکہ جو اسکی خاصیت سے تو جاہل ہے۔ مگر حسب ضرورت اسے استعمال کرتا ہے۔ وہ اس عالم خاصیت سے بہتر ہے جو اسے بوقت ضرورت استعمال نہیں کرتا۔ پس جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے۔ اور اسکے مضامین سے واقف ہے۔ اور انکے موافق عمل بھی کرتا ہے۔ تو وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور جو اس پر

عمل نہ کرتا ہے۔ مگر اسکے مطالب نہیں سمجھتا۔ تو وہ طالب نور ہے۔ ویھدی اللّٰہ لنورہٖ من یشاء۔ اور جو شخص اسے پڑہتا ہے۔ مگر نہ تو اس کے مطالب سمجھتا ہے اور نہ اسپر عمل کرتا ہے۔ تو وہ مثل اس شخص کی ہے جسکی کوئی چیز گم ہوگئی ہو۔ اور وہ خدائیتعالے کی رحمت و مغفرت کا امیدوار ہو۔ اور خدائیتعالے نے فرمایا ہے۔ انا عند ظن عبدی بی وانا معہ حین یذکرنی (میں بندے سے وہی برتاؤ کرتا ہوں جیسا اسکا میرے ساتھ خیال ہوتا ہے۔ اور میں بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جبکہ وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ اور جو شخص نہ پڑہتا ہے۔ اور نہ ہی اسکے مضامین اور مطالب سے واقف ہے۔ تو وہ گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں پڑا ہے۔ نہ اسکا دنیا میں کچھ حصہ ہے۔ اور نہ آخرت میں +

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ "جس نے کتاب الٰہی میں سے کچھ پڑھا۔ اسکے لئے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ہیں۔ اور میں یہ نہیں کہتا۔ کہ الٓمٓ ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف ہے۔ لام ایک حرف ہے۔ اور میم ایک حرف ہے" اور اسکے بدلے اس کے لئے تیس (۳۰) نیکیاں ہیں +

الکفّ عن المعاصی

یعنی گناہوں سے رکا رہنا۔ یہ نہایت عمدہ دوا ہے جس سے مرض عذاب دور ہوجاتا ہے۔ اور تکلیف حساب کم ہوجاتی ہے۔ اور فوائد حساب زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی گناہ کو خدائیتعالے سے ڈر کر ترک کر دیتا ہے۔ تو خدائیتعالے اس کے تمام عمر کے گناہ بخشدیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسا ہی مروی ہے +

لین

لین (نرمی) لوگوں کیساتھ نرمی کرنا۔ یہی وہ ہے جو دلوں کو اسکی طرف کھینچ لیتی ہے اور محبت میں اسکا خاص اثر ہے۔ یہ دوا خدائیتعالے کی رحمت سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے خدائیتعالے فرماتا ہے۔ فبما رحمۃٍ من اللّٰہ لنت لھم ولو کنت فظًّا غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔ اور حقیقت لین وہ ہے جو خدائیتعالے نے اس آیت کے آخر میں فرمائی ہے۔ فاعف عنھم واستغفر لھم وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ

ان اللہ یحب المتوکلین۔ یعنے توبہ کرنے والوں سے درگذر کرو۔ اور گنہگاروں کے لئے بخشش طلب کرو۔ اور عقلمندوں سے مشورہ لو۔ مگر اس لئے کہ انکے دل خوش ہوجائیں۔ نہ اسلئے کہ تمہاری رائے میں قصور ہے۔ اور جب کسی امر کا ارادہ کرو۔ تو پھر کسی کے مشورے کی طرف توجہ نہ کرو۔ کیونکہ تمہاری رائے نہائیت بہتر ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی رحمت پر توکل کرو۔ کیونکہ جہاں کہیں کہ تم ہو خدا تعالےٰ تمہارے ساتھ ہے +

ضعیفوں کی مدد کرنا بھی نرمی کا سا کام کرتا ہے۔ یعنی اس سے بھی لوگوں کے دل مسخر ہوجاتے ہیں۔ اور ان میں محبت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور ثواب جتنا حاصل ہوتی ہے۔ یہ ایسی دوا ہے۔ جو اکیلی ہی اثر کرتی ہے۔ کسی اور دوا، کے ملانے کی اس کے لئے ضرورت نہیں۔ نیز اس سے خدا تعالےٰ کی خوش وعنائیت پیدا ہوتی ہے چنانچہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ" اللہ تعالےٰ بندے کی مدد میں رہتا ہے۔ جب تک کہ بندہ اپنے بھائی مسلمان کی مدد میں رہتا ہے +

نبالت

نبالت (بزرگ ہونا) یہ صحت نفسانیہ کے کمالات سے ایک کمال ہے۔ اور مندرجہ ذیل دوائیں کے استعمال سے پیدا ہونا، مسلمانوں کی مہمات اور بڑے بڑے کاموں میں ان کا نائب ہونا۔ ضرورت کے وقت انکی مدد کرنا۔ حقائق علام اور تہذیب اخلاق کے حاصل کرنے میں انتہائی کوشش خرچ کرنا۔ یہ سب دوائیں جب جمع ہوتی ہیں۔ تو حالت نبالت حاصل ہوتی ہے۔ جو صحت وکمال کا انتہائی درجہ ہے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نبیل وپرہیزگار شخص کو دوست رکھتا ہے" +

ورع

ورع (پرہیزگاری) اس دوا کا شریعت میں وہی درجہ ہے۔ جو طبیعت میں نبالت کا ہے۔ اور یہ ایک نہائیت ہی مفید دوا ہے۔ جو شخص فضولیات میں مستغرق ہو۔ اسے ورع کی بہت ضرورت ہے۔ جیسے کہ طبیعت کو ہلیلہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اور ہلیلہ کا مزا اگرچہ کڑوا ہے۔ مگر اسکے فوائد ومنافع بہت ہیں۔ حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اے ابوہریرہ پرہیزگار بنجاؤ سب لوگوں سے زیادہ عبادت گزار ہو جاؤ گے ۔

ہدایت

یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے۔ اور اسکے ہوتے کسی بیرونی معالجہ اور دوا کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اور خدا تعالیٰ اسکو کبھی تو بلا واسطہ ہی ہدایت کیا کرتا ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی جسکی نسبت فرماتا ہے مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا (تم نہ جانتے تھے کہ کتاب و ہدایت کیا چیز ہے۔ مگر ہم نے اس کتاب کو نور بنایا ہے جس کے ذریعہ سے ہم اپنے بندوں سے جسکو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں) اور کبھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہدایت کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اِنَّكَ لَتَهْدِيْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اَلَا اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ (بیشک تم (اے رسول) اس خدا کا سیدھا رستہ دکھا سکتے ہو جس کے لئے زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہیں۔ اور آگاہ رہو کہ خدا کی طرف ہی تمام کام رجوع کرتے ہیں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے "بیشک میں رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔ جب انسان کو ہدایت سے کافی بہرہ ملجاتا ہے۔ تو وہ تمام معالجات سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ اب طبیعت کے موافق اشیاء استعمال کرکے اپنی صحت بحال و قائم رکھنی چاہئے۔ اور اوامر شرعیہ کو بجالانا چاہئے۔ اور حفظ صحت کی کیفیت تمہیں عنقریب ہی معلوم ہو جائیگی ۔

یقین

یہ ایک نہایت ہی مفید دوا ہے۔ اور بمنزلہ اکلیل الملک کے ہے۔ اور تمام امراض مہلکہ مثل تنگی دل اور قنوط وغیرہ کو دور کرتی ہے۔ جتنی دوائیں ہمنے بیان کی ہیں ان سب میں یہ دوا اعلیٰ ہے۔ جو شخص اس دوا کا استعمال کرتا ہے وہ حقائق نہاں و رموز مکنونہ سے واقف ہو جاتا ہے۔ اور امراض قلوب سے نجات پالیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے راحت اور خوشی کو امید و یقین میں رکھا ہے۔ اور رنج و غم کو شک و شبہ میں رکھا

ہے۔" خداوند تعالےٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ (بیشک اسمیں اہل یقین کے لئے نشانیاں ہیں)+

یقین کے لئے مراتب ہیں جنہیں ہم نے نوع اول میں یقین کے بیان میں بیان کردیا ہے۔ طالب کو اس جگہ تلاش کرنے چاہئیں۔ اور صحت روحانی طلب کرنے کے لئے ان کے استعمال میں مشغول ہونا چاہئے +

علاج کرنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے۔ کہ شافی خداوند تعالےٰ ہے۔ نہ کہ ادویہ۔ بلکہ یہ تو اسباب ہیں جنہیں خدائیتعالےٰ نے ذریعۂ شفا بنایا ہے۔ اسی سے اسکی ربوبیت کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ اور اسی پر بنیاد عبودیت کی انتہا ہے۔ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ (جسکو خدائیتعالےٰ ہدایت کرنا چاہتا ہے۔ اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھولدیتا ہے۔ اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے سینہ کو تنگ و تاریک بنادیتا ہے گویا کہ وہ آسمان میں چڑھتا ہے +

وہ معجون کبیر جو کل ادویہ پر مشتمل او تمام امراض کے لئے مفید ہے۔ اور جس کی مثل لانے سے تمام معالج عاجز ہیں۔ اور تمام طبیبوں کی عقلیں اسکی شکل میں حیران اور علماء کے فہم اسکے اصل میں سرگردان ہیں۔ وہ دوا ہے طبیب الٰہی نے لام و الف کی دونوں طرفوں کے مابین رکھا ہے۔ اور وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اس سے بڑھکر کوئی دوا نہیں۔ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا وَمَا یُضِلُّ بِہٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ۔ خدائے تعالےٰ نے اس دوا کو ترتیب طبیعت سے اگایا ہے۔ اسکا اول کلمہ ہے۔ اور آخر ایک پھلدار درخت ہے۔ اس کی ایک ایک جز مستقل دوا اور شفا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّھَا وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ (کیا تم نے نہیں دیکھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال کس طرح بیان فرمائی ہے۔ جیسے ایک پاکیزہ درخت ہے۔ جڑ اسکی زمین میں مضبوط ہے۔ اور شاخیں اسکی آسمان میں پہنچ گئی ہیں۔ ہر وقت بحکم خدا پھل دیتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ لوگوں کے واسطے اسلئے مثالیں بیان فرماتا ہے۔ تاکہ وہ

نصیحت حاصل کریں۔

اس کلمہ کی دو طرفیں ہیں۔ ایک تو نفی کی طرف ہے۔ جو کڑوی ہے۔ اور دوسری اثبات کی طرف ہے جو میٹھی ہے۔ اور کڑوی تو بمنزلہ دوا کے ذائقہ کے ہے۔ اور میٹھی بمنزلہ نفع دوا کے ہے یعنی اسکی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک دوا کا ذائقہ تو کڑوا ہو۔ مگر اسکا نفع میٹھا ہو۔ اگر ہم اس دوا کی تشریح کو تفصیل کیساتھ بیان کریں۔ تو کتاب نہائیت طویل ہو جائے۔ بلکہ اسکے ارکان و فوائد اور نکات کے بیان کرنے کے لئے تو علیحدہ ایک کتاب چاہیئے۔ اور اسمیں ایسے ایسے نکات ہیں جسے علمائے راسخین ہی سمجھ سکتے ہیں۔ پس اے طالبِ صادق تمہیں لازم ہے کہ مذکورہ بالا ادویہ کا پہلے اچھی طرح علم حاصل کرو۔ اور بعد ازاں بقدر امکان و طاقت انکے استعمال میں مشغول ہو جاؤ۔ اور انکی مقدارِ خوراک سے اچھی طرح واقفیت حاصل کر لو۔ کیونکہ بعض دوائیں سم قاتل ہوتی ہیں۔ انہیں صرف بقدرِ حاجت و ضرورت ہی استعمال کرنا چاہیئے نیز مکان و زمان اور مرض وغیرہ میں اچھی طرح غور کر لینا چاہیئے۔ اور بعد ازاں ادویہ موافق سے علاج کریں۔ خبردار! انکے استعمال میں کسی کی پیروی نہ کرنا۔ کیونکہ وہ تمہیں قتل کردینگی۔ اور اس موت کے بعد پھر حیوٰۃ و نجات نصیب نہوگی۔ پس اے حریص! خدائے تعالےٰ کی اپنے بندہ ضعیف پر جو عنایت ہے۔ اسے دیکھو کہ اُسنے کس طرح اسکے دل کی آنکھوں کو حقائق اشیاء کے ساتھ بینا کر دیا ہے۔ اور اس نے کس طرح حقائق کو ظواہر کے مقابلے میں وضع کیا ہے۔ مذکورہ بالا ادویہ و امراض میں سے ہر دوا اور مرض کے متعلق ہماری بڑی گفتگو ہے۔ جو اس کتاب میں نہیں سما سکتی۔ اس لئے ہم نے اسے دل کی تہ اور خواطر کی لحد میں دفن کر دیا ہے۔ تاکہ اللہ تعالےٰ اسے قیامت کے دن ظاہر کرے جس دن کے تمام راز کھل جائینگے۔ پس تم شیطان کے وسوسوں سے خدائے تعالےٰ کی پناہ چاہو۔ اور امراض کو اپنی طرف اور شفاء کو اپنے پروردگار کی طرف منسوب کرو۔ اور حضرت خلیل علیہ السلام کی پیروی کرو۔ کہ انہوں نے فرمایا تھا۔ وَالَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَھُوَ یَھْدِیْنِ وَالَّذِیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ (میرا رب وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ اور وہی مجھے ہدایت کرتا ہے۔ اور وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے) چنانچہ حضرت خلیل علیہ السلام نے یہاں مرض کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اور شفا کی اپنے رب کی طرف نسبت کی ہے۔ کیونکہ نفس

منبع امراض ہے۔ اور اللہ شافی وکافی مطلق ہے۔ چنانچہ اسی مضمون کو خدا تعالےٰ نے تمہیں قرآن مجید میں بھی سکھایا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ (جو شخص کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے نفس کے لئے ہی کوشش کرتا ہے)۔ اور ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ رَهِيْنَةٌ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ (سب لوگ اپنے اپنے اعمال کے مرہون ہونگے۔ مگر دائیں طرف والے) تمام دواؤں سے افضل واعلےٰ اللہ پر ایمان لانا ہے۔ اور متابعت رسول سے بڑھکر کوئی دوا نافع نہیں۔ اور نہایت مفید معجون یہ ہے۔ کہ خدائے تعالےٰ کی محبت اور اُس کے رسول کی متابعت اور خلیفۂ وقت اور امام زمان کی محبت دل میں ہو۔ پس جو شخص اس معجون مرکب کو استعمال کریگا۔ وہ قومِ ظالمین سے نجات پائیگا ✦

پانچواں باب

حفظِ صحت میں اور اسمیں دو فصلیں ہیں

پہلی فصل

صحتِ جسمانی کی حفاظت میں

واضح ہو۔ کہ دفعِ مرض تو بالقصد ہوا کرتا ہے۔ اور حفظِ صحت بالمثل ہوتا ہے اور طبیبوں نے جو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔ کہ حفظِ صحت کے لئے فلاں کھانا کھانا چاہیئے۔ اور فلاں شربت پینا چاہیئے۔ اور فلاں قسم کے کپڑے پہننے چاہئیں اور تمام اسباب وعلاج کا یہ طریقہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ تمام باتیں عقلِ کامل کے نزدیک ثابت نہیں۔ کیونکہ انسانی مزاج زمان ومکان کے تابع ہے۔ اور اکثر کا یہ حال ہے کہ وہ زمانے کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ اور زمانہ حرکاتِ فلک سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔ اور حرکاتِ فلک کواکب وریاضت کے

اعتبار سے مختلف ہوتی رہتی ہیں۔ اور یہ ایسے امور ہیں جنکا حصر ممکن نہیں۔ بلکہ تحدید وقیاس سے خارج ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (وہ ہر روز ایک نئی شان میں ہوتا ہے) تمام امور خدا تعالےٰ کے قبضۂ قدرت میں داخل ہیں۔ بعض وقت ایک نافع چیز نقصان دیتی ہے۔ اور بعض وقت اس سے نفع ہوتا ہے۔ اور کسی وقت غذا کی کمی سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اور کسی وقت نہیں پہنچتا۔ بعض وقت ایک شخص کو ایک دفعہ مباشرت کرنا نقصان دہ ہوتا ہے۔ مگر دوسرے شخص کو دس دفعہ کرنے سے بھی نقصان نہیں ہوتا۔ پس اب کونسی عقل ہے۔ جو طبیعت کی کنہ اور حقیقت معلوم کر سکے۔ اور حفظ صحت کے لئے اشیاء معینہ کی مقدار وکمیت مقرر کرے اسلئے طبیب کو لازم ہے۔ کہ زمانہ اور عنصر کی حالت اور اختلاف ارکان کی کیفیت اور ان سے اشیاء کے پیدا ہونیکا حال اور ہوا وجو کی حالت اور زمانے کی فصلوں کے تغیر وتبدل اور جہات مکان اور وقت پر طالع کے تغلب اور ستاروں کے استیلا کا اچھی طرح لحاظ کرے۔ اور پھر معالجہ اور حفظ صحت میں مشغول ہو۔ اور دیکھے کہ کونسی خلط دوسروں پر غالب ہے۔ اور مزاج کس طرح پر اپنی اصلی حالت پر آسکتا ہے۔ پھر اس وقت کے مناسب غذائیں تجویز کرے۔ اور بعد ازاں حفظ صحت کے قوانین پر لوگوں کو عملدرآمد کرائے۔ مگر اس طرح ایک ہی شخص تمام دنیا کا علاج نہیں کر سکتا۔ بلکہ ہر شہر کے لئے ایسے طبیب کی ضرورت ہے۔ جو وہاں کے طریقہ علاج سے خوب واقف ہو۔ اطباء متقدمین کا یہی دستور رہا ہے۔ کہ وہ پہلے اجرام ہی پر نظر کیا کرتے تھے۔ اور پھر ان پر نتیجہ اور تجربہ مبنی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ بقراط کی نسبت نقل ہے کہ انہوں نے بیان کیا۔ کہ ہمارے ملک میں ایک پرندہ مچھلیاں کھایا کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک روز اس جانور نے جزیرہ میں جا کر خوب مچھلیاں کھائیں اور ان سے اسکو قبض ہو گئی۔ کہ اُسے اجابت آنی مشکل ہو گئی۔ بقراط چونکہ اسکی نقل و حرکت کو نگاہ میں رکھتے تھے کیا دیکھتے ہیں۔ کہ وہ جانور سمندر کے کنارے گیا۔ اور چونچ میں سمندر کا پانی بھر کر مقعد میں داخل کیا جس سے اُسے پاخانہ آگیا۔ اس حالت کو دیکھ کر بقراط نے حقنہ کا عمل ایجاد کیا۔ الغرض [illegible] معلوم کئے گئے ہیں۔ تجربہ سے [illegible] ضروری ہے کہ وقت [illegible] کے لحاظ سے دواؤں کی مقداروں میں کمی بیشی کرے۔ پس حفظ صحت کی غرض یہ ہے کہ انسان اپنی عمر کے حالات میں غور کرے۔ اور ابتداء سے [illegible] وقت تک دیکھے۔ کہ پہلے

میری طبیعت کیسی تھی۔ اور اب کیسی ہے۔ اور پھر اسی کا لحاظ کر کے اسکی تدبیر میں مشغول ہو۔ مثلاً غلبہ صفرا کیوقت ایسی دواؤں کا استعمال کرے۔ جو اسکو تسکین دیں۔ اور باقیوں کو قوی کریں۔ اور غلبۂ خون کے وقت ایسی چیز کا استعمال کرے جو اسے لطیف اور صاف کرے۔ اور باقی خلطوں کو قوت دے۔ اور اگر خون فاسد ہو جائے۔ تو اسے فصد سے نکلوادے۔ اور اگر صفرا یا سودا فاسد ہو جاوے۔ تو اسے مسہلات سے خارج کرے۔ اور مزاج کے ضُعف و قوت کا خیال رکھے۔ حکماء کا قول ہے۔ کہ صفرا ایک لطیف چیز ہے۔ اُسکی تسکین کے لئے سرد پانی کے ایک دو گھونٹ ہی کافی ہیں۔ مگر سودا کا حال اسکے برخلاف ہے۔ یعنی اُسکے لئے ایسی ادویہ کا استعمال چاہئے۔ جو اسکو جڑھ سے اُکھاڑ پھینکیں۔ فصد اختیاری کے لئے سب سے بہتر وقت چاشت ہے جبکہ معدہ خالی ہو۔ اور مہینہ کا نصف آخری ہو۔ اور فصاد کو چاہئے۔ کہ نشتر اچھی طرح سے لگائے۔ اور سوراخ کشادہ کرے۔ تاکہ غلیظ خون نکلجاوے۔ تنگ سوراخ نہ کرے۔ کہ جس سے لطیف خون نکلجائے۔ اور غلیظ اندر ہی رہ جائے۔ مسہلات کے عادی شخص کے لئے مسہل کھانے کا وہ وقت اچھا ہے۔ جبکہ موسم ربیع کا آغاز ہو۔ اور اگر دوسری بار کھانے کی ضرورت ہو۔ تو موسم ربیع کے درمیان میں کھانا چاہئے۔ نیز اسکا استعمال ایسے وقت چاہئے۔ جبکہ قمر۔ سرطان۔ عقرب اور حوت وغیرہ بروج مائیہ سے نکل گیا ہو۔ اور جب قمر برج جوزا یا ثور میں ہو۔ تو اسوقت نہ پچھنے لگوائے اور نہ ہی فصد کھلوائے +

حافظ صحت کے لئے ضروری ہے۔ کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائے۔ کیونکہ سیر ہو کر کھانا صحت کا دشمن ہے۔ بلکہ ابھی کچھ بھوک باقی ہی ہو۔ تو کھانے سے ہاتھ اُٹھا لے۔ اور کھانے کے درمیان پانی نہ پیئے۔ مگر یہ اغلبی حکم ہے۔ کیونکہ جس شخص میں حرارت زیادہ ہو۔ وہ پیاس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے بہت بڑے بڑے حکما کو دیکھا ہے۔ کہ وہ کھانے کے درمیان پانی پیتے تھے۔ تو میں نے ان سے اسکی وجہ پوچھی۔ تو جو اُن میں سے بڑا ماہر تھا۔ وہ بولا۔ کہ بعض طبیعتوں کے لئے کھانے میں پانی پینا مضر ہے۔ اور بعض کے لئے نہ پینا مضر ہے“ +

اور کھانے کا عمدہ طریقہ یہ ہے۔ کہ دو دنوں میں تین مرتبہ کھاؤ۔ یعنی پہلے روز دوپہر کے وقت۔ اور دوسرے روز صبح کے وقت۔ اور تیسرے روز عشاء کے وقت۔ اور اس ترتیب سے ہی ہمیشہ کھاتے رہو +

مجامعت کے لئے یہ طریقہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ نہ تو خالی پیٹ جماع کرو۔ اور نہ اسوقت جبکہ پیٹ بھرا ہوا ہو۔ بلکہ سیری کی حالت میں جماع کرنا بھوک کی حالت میں جماع کرنے کی نسبت زیادہ مضر پڑتا ہے۔ اور نہ ہی طبیعت کو جماع کرنے پر مجبور کرنا چاہئے۔ اور نہ ہی رغبت کے وقت اس سے رکنا چاہئے۔ کیونکہ زیادتی جماع بھی مضر ہے۔ اور شدت رغبت کے وقت اس سے رکنا بھی مضر ہے۔ اور سب سے بہتر مجامعت وہ ہے جو شدت رغبت اور ارادہ طبیعت اور ہضم طعام اور استراحت نفس کے بعد ہو۔ اور اسکی اشکال میں سے اچھی شکل یہ ہے۔ کہ عورت نیچے ہو۔ اور مرد اوپر۔ سوتے ہوئے یا کھڑے ہوکر یا حالت مستی یا فصد والے دن یا اس کے ایک روز بعد جماع کرنا بہت مضر ہے۔ اسی طرح اسہال کے بعد اور نہایت خوف کی حالت میں یا حمام میں جماع کرنا مضر ہے۔ مگر بعض طبیعتیں ان اوقات میں جماع کرنے کے نقصان کو فوراً محسوس نہیں کرتیں۔ اور بعض کو اسکا ضرر فوراً محسوس ہوتا ہے۔ ایک دفعہ جماع کرنے کے بعد ہی فوراً دوسری دفعہ جماع کرنا بھی مضر ہے۔ اور کھانے پر کھانا کھانا بھی نقصان دیتا ہے۔ محافظ صحت کو چاہئے۔ کہ کھانا صرف ایک دفعہ ہی کھائے۔ اور اپنی طبیعت اور مزاج کو دیکھکر موافق وقت غذائیں استعمال کرے۔ اور اسی طرح گرمی و سردی کے ہر موسم میں موافق موسم گرم و سرد ریشمی یا سوتی کپڑے پہنے۔ جوانوں کو گرم کپڑے نہیں پہننے چاہئیں۔ خاصکر گرمی میں ان سے پرہیز ضرور کرنی چاہئے۔

کھانا کھانے کے بعد چار گھنٹے تک مشقت کے کام نہیں کرنے چاہئیں۔ حمام کی بھی عادت چاہئے۔ بشرطیکہ حمام نہایت وسیع اور اونچی چھتوں والا ہو۔ کسی نے کہا ہے۔ کہ بہتر حمام وہ ہوتا ہے۔ جسکی بنا قدیم اور پانی صاف اور میدان وسیع ہو۔ ہلکے اور دبلے آدمی کو پسینہ نہ لانا چاہئے۔ بلکہ اسے ٹھنڈا پانی ڈال کر نہانا چاہئے۔ مگر موٹے اور مرطوب آدمی کو چاہئے۔ کہ پہلے پسینہ لائے۔ اور پھر گرم پانی سے نہائے۔ حمام کے بعد صفراوی مزاج والے کو تو سکنجبین سکری یا شربت رمانی پینا چاہئے۔ اور سوداوی مزاج والے کو سکنجبین عسلی نوش کرنی چاہئے۔ اور بلغمی مزاج والے کو صرف شربت نوش کرنا چاہئے۔ اور دموی مزاج والے کو شربت انار یا آلو بخارا نوش کرنا چاہئے۔ حمام میں کھانا کھاکر یا بھوکا رہکر نہ جانا چاہئے۔ خصوصاً صفراوی مزاج والے کو اس سے احتیاط چاہئے۔

گرم مزاج والے کو عود۔ عنبر۔ کافور۔ اور صندل وغیرہ خوشبوئیں استعمال کرنی چاہئیں۔ مشک کا استعمال نہ کرے۔ خوشبوئیں خواہ کسی طرح کی ہوں۔ بالوں کی سیاہی کو مضر ہیں۔ مگر دل کو قوت دیتی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خوشبو بہت پسند تھی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔ کہ "تمہاری دنیا میں سے چیزیں مجھے زیادہ محبوب ہیں۔ خوشبو اور عورتیں۔ اور میری آنکھ کی ٹھنڈک تو نماز میں کی گئی ہے"۔

حفظ صحت کے بارے میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا دکھاؤ۔ پیو۔ مگر حد سے تجاوز نہ کرو)۔ کھانے کو بسم اللہ سے شروع کرنا اور الحمد للہ پر ختم کرنا چاہئے۔ اور سیر ہو کر نہ کھائے۔ بلکہ جھوٹی بھوک لگنے سے کھانے لگ جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کر گیہوں کی روٹی نہیں کھائی۔ معالجہ کا اصل اصول پرہیز اور بھوک ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ "بھوک صدیقوں کا طعام ہے"۔

حافظان صحت سے جو شخص دوا پینے اور جلاب لینے کی طاقت رکھتا ہو۔ اسکو چاہیے۔ کہ طبرزد اور عرق گلاب سے جلاب لے۔ کیونکہ یہ نہایت مقوی اور دل کو نافع ہے۔ اور حافظ صحت کو ضروری ہے۔ کہ دل جگر اور دماغ کو بیماری سے بچائے رکھے۔ کیونکہ یہ اعضائے رئیسہ ہیں۔ اور جب تک اعضائے رئیسہ صحیح و تندرست رہتے ہیں۔ اسوقت تک تمام بدن تندرست رہتا ہے۔ اور جب ان میں سے کوئی فاسد ہو جاتا ہے۔ تو تمام بدن فاسد ہو جاتا ہے۔ گرمی ہو۔ خواہ سردی آگ سے پرہیز کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ نہایت مضر ہے۔ اگر سردی محسوس ہو۔ تو گرم کپڑوں سے گرمی حاصل کرے۔ نیز سر کو سرد ہواؤں سے بچائے۔ خصوصاً موسم خریف میں کیونکہ ان سے زکام اور کھانسی۔ اور درد سر پیدا ہوتا ہے۔

حفظ صحت کے لئے سب سے اعلےٰ اور افضل دوا یہ ہے۔ کہ غموم اور ہموم کو دل سے دور کیا جائے۔ اور مفرحات اور معجونات کے ساتھ اسے تقویت پہنچائی جائے۔ کیونکہ غم روح کا دشمن ہے۔ اور رنج دل کا عدو ہے۔ اگر غم کے ہوتے انسان تمام معالجات سے علاج کرے۔ تو بھی فائدہ نہ ہوگا۔ اور اگر دل خوش ہو۔ تو خواہ کیسی بد احتیاطیاں کرے۔ اسے کچھ نقصان نہ پہنچیگا۔ پس حفظ صحت

کا اصول اصلی دل کی قوت اور خوشی کا محفوظ رکھنا ہے اور دل کی خوشی کی حفاظت کے دو طریق ہیں۔ ایک روحانی۔ اور دوسرا جسمانی۔ جسمانی تو یہ ہے کہ جوارشوں اور معجونوں کا استعمال کیا جائے۔ اور روحانی یہ ہے کہ اسے اچھی اچھی صورتوں کے دیکھنے اور اچھی آوازوں کے سننے اور خوشبوؤں کے سونگھنے سے تقویت دی جائے اور قضا و قدر پر راضی ہو کر امید کو قطع کر دے۔ اور تمام امور خدا تعالے کے سپرد کر دے اور تمام کاموں میں اسپر بھروسہ رکھے۔ علم معقول سے لذت حاصل کرنا یعنی مقوی اور مفرح ہے۔ اور اسی طرح خدا کا سننا بھی مگر ان سے قوی تر یہ ہے کہ دوستوں کے ساتھ بیٹھے۔ اور جسکی طرف دل مائل ہو۔ اسکا دیدار کرے۔ کہ یہ سب سے بڑھ کر مفرح اور مقوی چیز ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے عبداللہ بن مسعود سے فرمایا کہ اپنے رفقار کی ملاقات سے غم دور کیا کرو۔ پس جس شخص نے اس دوا کو استعمال کیا۔ تو گویا اس نے ایک مفرح اکبر کو استعمال کیا۔ پس اے طالب صادق! تمہیں لازم ہے کہ اپنے دل کو خوش رکھو۔ اور اس سے ہموم و غموم کو دور کر دو۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی کرو۔ کیونکہ رضا بالقضا راحت اور بقا کی کنجی ہے۔ الغرض یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید پر راضی رہنا چاہئے۔

دوسری فصل

صحت روحانی کی حفاظت کے بیان میں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان۔ صوموا تصحوا یعنی روزہ رکھا کرو تندرست ہو جاؤ گے۔ واضح رہے کہ صحت روحانی ایمان قلب ہے۔ اور اسکی حفاظت یہ ہے کہ ان اعمال پر ہمیشگی کی جائے جو ایمان سے متعلق ہوتے ہیں صحت روحانی کا خیال صحت جسمانی پر مقدم ہے۔ کیونکہ جسم تو بوسیدہ ہو جائیگا اور باقی نہ رہیگا۔ مگر روح باقی رہیگی۔ اور کبھی فنا نہ ہوگی۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ باقی اور غیر فانی چیز کو فیوم امراض سے نکالنا بہ نسبت فانی اور متغیر چیز کے علاج کرنے کے اولیٰ اور بہتر ہے۔ اور روح کی تندرستی اور صحت یہ ہے کہ اس کے جوہر

سے امراض مذکورہ کو دُور کیا جائے۔ اور اسپر صحت ایمان کی محافظت کی جائے۔ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ کہ صحت کی حفاظت بالمثل ہوا کرتی ہے (اور ایمان کی مثل ایمان ہی ہے۔ اور ایمان کے ارکان بمنزلہ اطعمہ واشربہ کے ہیں۔ جو ہر مزاج کے موافق ہیں۔ دُنیا کی سب غذائیں ایسی نہیں ہیں جو ہر مزاج کے موافق ہوں۔ اور کسی مزاج کے بھی مخالف نہ ہوں۔ پس ایمان اور اعمال شرعیہ کی مثال گیہوں اور پانی کی سی ہے۔ جو ہر مزاج کے موافق ہیں۔ ہر عالم۔ جاہل اور عاقل وکامل کو ضروری ہے۔ کہ انکی حفاظت کرے۔ اور انکے ذریعے اپنی صحت کی حفاظت کرے۔ اعمال وعبادات تو بہت ہیں۔ مگر وہ اعمال جن میں مؤمنین کی صحت کی بقا اور انکی صلاح وفلاح ہے۔ وہ یہ ہیں جنکی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمؤْمِنُونَ الذین فی صلاتہم خاشعون والّذین ہم عن اللغو معرضون والّذین ہم للزکوٰۃ فاعلون والّذین ہم لفروجہم حافظون والّذین ہم لاماناتہم وعہدہم راعون +

خدا تعالےٰ نے صحتِ حقیقی کی حفاظت میں شروطِ ذیل کو بیان فرمایا ہے:-

(۱) خشوع وخضوع۔ اور اس سے یہ مراد ہے کہ خدا تعالےٰ کی رویت کا خیال رہے۔ اور اس کی عزت دل میں رہے۔ اور ظاہر وباطن سے اسکی عبادت کرے اور ماسوئی اللہ سے دل کو قطع کرے +

(۲) زکوٰۃ کا فعل ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اچھے مال سے زکوٰۃ دے۔ اور مسلمانوں سے جو اس کے مستحق ہوں انہیں دے +

(۳) اور پھر حفظ امانت اور عہد کا حکم فرمایا ہے۔ تاکہ خیانت اور بدعہدی کی آفات سے محفوظ رہے۔ اور ظاہر اور پوشیدہ خدا تعالےٰ کا عہد پورا کرے +

(۴) اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے۔ یعنی اُسے زنا وغیرہ شہوات نفسانیہ سے بچائے۔ اور یہ دوا سب سے بڑھکر مفید ہے۔ کیونکہ سب سے بڑی آفت شرمگاہ کی آفت ہے۔ شرمگاہ کا آنکھ اور کان سے بھی تعلق ہے۔ پس جو شخص اپنی شرمگاہ کو زنا سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ تو اُسے چاہئے کہ اپنی آنکھ کو نظر حرام سے اور کان کو شہوت انگیز باتوں کے سُننے سے بچائے۔ اور روزہ چونکہ قوت شہوت کو توڑتا ہے۔ اسی لئے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلب صحت کو روزہ رکھنے کے ساتھ معلق فرمایا ہے۔ کیونکہ انسان اگر روزے پر مداومت کرے تو اس کی

خواہشات زائل ہو جاتی ہیں۔ اور قوت شہوانی ضعیف ہو جاتی ہے۔ اور پھر کوئی بات اسکی شہوت کو نہیں بھڑکاتی۔ اور جب حواس اور قوائے شہوانیہ ضعیف ہو جاتے ہیں۔ تو نفس اپنے عمل میں سُست پڑ جاتا ہے۔ اور جب نفس سُست پڑ جاتا ہے تو قلت عمل کے باعث اس کی منفعت بھی کم ہو جاتی ہے۔ اور مضرت بھی بہت گھٹ جاتی ہے۔ اور مضرت کی کمی سے منفعت میں زیادتی ہوتی ہے۔ جو زیادتیِ صحت کا سبب ہے۔ پس جس شخص نے غلبۂ خواہش کے وقت روزہ رکھا تو اس نے اپنے آپ کی طرف صحت کو کھینچا۔ اور آخرت کے لئے ثواب کا ذخیرہ جمع کیا۔ پس ایمان کی حفاظتِ صحت یہ ہے۔ کہ شہوت کا استیصال کر کے حرص و ہوئے کو توڑا جائے۔ اور خلافِ شریعت امور سے حواس کی حفاظت کیجئے۔

حفظِ صحت کے لئے یہ بھی قاعدہ ہے۔ کہ مریضوں کی طرح کھانا ترک کرے اور غصہ کی آگ کو بجھا دیوے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی شخص نے عرض کیا۔ کہ مجھے کوئی وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا۔ کہ غصہ کو ترک کرو۔ اس نے عرض کیا۔ اگر غصہ آجائے۔ تو پھر کیا کروں۔ آپ نے فرمایا۔ جب تمہیں غصہ آجائے تو کھڑے ہو جاؤ۔ اور وضو کر لو۔ پھر آپ نے اسے وضو کرنے کا حکم فرمایا۔ کیونکہ آگ پانی سے ہی بجھتی ہے۔ اور پہلے تم معلوم کر چکے ہو۔ کہ غصہ کی برائی۔ اور دل میں اسکی کیسی حرارت ہوتی ہے۔ پس حفظِ صحت کی شرائط سے یہ بھی ہے کہ غصہ کو دفع کیا جائے۔ نیز انہی شرائط میں سے حسد کا دل سے خارج کرنا سب کو اچھا جانتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ "تم میں سے کسی کا ایمان بھی کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہ بات نہ چاہے۔ جو اپنے واسطے چاہتا ہے"۔

منجملہ ان شرائط کے پابندیِ طاعات بھی ہے۔ خصوصاً سیری کے بعد نماز ضرور پڑھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسکا حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ کہ "اپنے کھانے کو ذکر الٰہی کے ساتھ ہضم کیا کرو۔" اور یہ اسلئے کہ جب انسان کھانا کھا کر سو رہے۔ تو اس سے بدہضمی اور سر اور حواس میں ثقل و کدورت پیدا ہوتی ہے پس صحت کا تقاضا یہی ہے۔ کہ کھانا کھانے کے بعد نماز پڑھنے میں مشغول ہو جائے خصوصاً رات کے وقت تاکہ ذکر خدا تعالیٰ اور اسکی عبادت سے طعام ہضم ہو

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ کہ حفظ صحت کا اصل اصول یہ ہے۔ کہ دل کو تقویت دی جائے۔ تو اس صحت حقیقی میں بھی یہ ضروری ہے۔ کہ قلب حقیقی کو مفرح اکبر کے ساتھ تقویت پہنچائی جائے۔ اور وہ علم معقول سے حاصل ہوتی ہے۔ اور جب تم دل کو علم الٰہی کے مفرح سے تقویت دوگے۔ تو اسکے تمام فنون زائل ہو جائینگے۔ اور اسے قوت حاصل ہوگی۔ اور ہمیشہ شادان و فرحان رہیگا پس اے طالب صادق! تمہیں لازم ہے کہ مفرح ادویہ حاصل کرو۔ اور وہ یہ ہیں۔ کہ خدا تعالٰے کی معرفت حاصل کرو۔ جیسے کہ اسکی معرفت کے حاصل کرنے کا حق ہے۔ اور توحید کو دل میں جماؤ۔ اور خدا تعالٰے کی ذات وصفات اور حشر و قیامت اور معرفت النفس کا علم حاصل کرو۔ کیونکہ یہ سب ذات الٰہی کا آئینہ ہیں۔ اور علم شریعت جس سے مرد تنزیل و تاویل میں تفکر کرتا ہے۔ اور علم نبوت و رسالت کو حاصل کرو۔ پس تمام یہ ادویات دل کو فرحت بخشنے والی ہیں۔ اور وہ معجونیں جس سے قلب کو تقویت پہنچتی ہے۔ وہ قصص قرآنی کے اسرار اور اس کے کلمات کے رموز ہیں۔ یہ تمام باتیں صحت حقیقی کی حفاظت کے لئے مفید ہیں۔ اور وہ چیزیں جو صحت روحانی کے لئے بمنزلہ غذا کے ہیں وہ یہ ہیں (اعمال صالحہ و فرائض و نوافل) انکی مقادیر اور کیفیت و کمیت شرع میں بیان کر دی گئی ہے۔ پس اب کہ تم ان تمام جہات سے واقف ہو گئے ہو۔ تو اب تمہارے لئے ضروری ہے۔ کہ اپنی صحت کی حفاظت میں مشغول ہو جاؤ۔ اور اپنے دل کو مفرحات الٰہیہ سے تقویت دو۔ اور ہم عنقریب ہی ان دونوں کو علم الٰہیات میں ذکر کرینگے +

جب تم نے اسباب کو جان لیا جو ہم نے بیان کیا۔ اور ہمارے کہے پر کاربند ہو کر نماز کو خشوع و خضوع سے ادا کیا۔ اور عہد و امانت کی حفاظت کی۔ تو تم صالحین کے زمرہ میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور ان لوگوں سے بنجاؤ گے جنکی بابت ارشاد ہوتا ہے۔ کہ فاولٰئک ھم الوارثون الذین یرثون الفردوس ھم فیہا خالدون۔ وہی لوگ جنت فردوس کے مالک ہیں اور وہ اسمیں ہمیشہ رہینگے اور یہ اسلئے کہ اہل جنت صحت تامہ میں ہونگے نہ کبھی مریض ہونگے۔ اور نہ بوڑھے ہونگے۔ اور نہ ہی انہیں پیشاب و پاخانہ آئیگا۔ اور صبح و شام اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہونگے +

یہ بات بھی یاد رہے۔ کہ حفظ صحت کے لئے نہایت نافع معجون رسول خداصلعم

اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور آپ کے احکام کی بجا آوری ہے۔ کیونکہ آپ طبیب کامل اور اپنی امت کی روحوں کو نجات دینے والے ہیں۔ چنانچہ خداتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم رسول کی اطاعت کروگے۔ تو ہدایت پاجاؤگے۔ اور ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ یاایھا الذین امنوا ھل ادلکم علیٰ تجارۃٍ تنجیکم من عذاب الیمٍ تؤمنون باللہ ورسولہ۔ پس اے طالب صادق! تم اس معجون متابعت اور مفرح حقیقت کا استعمال کرو۔ اور امام زمان اور خلیفہ عصر کی اطاعت میں مشغول رہو۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہو۔ اور اسکی دوستی اور خدمت پر مداومت کرو۔ کیونکہ یہی دوا سب سے اچھی ہے۔ چنانچہ خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ (اے رسول ان سے کہدو کہ اگر تمہیں خدا سے محبت ہے۔ تو میرا اتباع کرو۔ خداتعالیٰ تمہیں دوست رکھیگا)۔

مقالۂ دوم آلٰہیات کے بیان میں۔

اس میں چھ باب ہیں۔

پہلا باب۔ ذات باری کے بیان میں

اس میں دو فصلیں ہیں۔

فصل اوّل

ذاتِ باری کی توحید کے بیان میں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ "جس شخص نے اس بات کو جان لیا۔ کہ سوائے خداتعالیٰ کے کوئی معبود نہیں۔ وہ جنت میں داخل ہوگا"۔ اور خداتعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ (یعنی اس بات

کو اچھی طرح سے جان لو۔ کہ خدا تعالیٰ کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے۔ اور اپنے گناہوں کی مغفرت چاہو) +

معلوم رہے۔ کہ توحید کی دو طرفیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ذاتِ معبود سے تمام ضداد و امثال اور اشکال و اشباہ اور اعراض اور انکے لواحق کی نفی کی جائے۔ اور دوسری طرف یہ ہے۔ کہ اسکے لئے وحدت اور ہوئیت اور ربوبیت اس طرح ثابت کیجائے کہ ان صفات کے ساتھ کثرت نہ ملنے پائے۔ اور یہ بھی ضروری ہے۔ کہ نفی تعطیل سے خالی اور اثبات تشبیہ سے مجرد ہو۔ کیونکہ تعطیل سے تو حقیقتِ نفی ناس۔ ہو جاتی ہے۔ اور تشبیہ سے اثبات کی صفائی فاسد ہو جاتی ہے۔ اور یہ یاد رہے کہ اللہ تعالےٰ نفی و اثبات سے منزہ ہے۔ کیونکہ زوائد تو اس کی عزت و ربوبیت سے اسکی ذات سے علیحدہ ہیں اور صفات اسکی ہوئیت سے اسکے لئے ثابت ہیں پس اگر جاہل اسکی ذات وصفات سے کسی کی نفی کریں۔ تو اسکی عزت سے کچھ کم نہیں ہو جاتا۔ اور اگر عارف اسکے لئے اسے ثابت کریں۔ تو اس سے اسکی ربوبیت بڑھ نہیں جاتی۔ کیونکہ وہ اپنی ذات میں کامل اور صفات میں مستکمل ہے۔ نہ ہی کوئی شے اس کے مشابہ ہے۔ اور نہ کوئی اسکا مقابل ہے۔ اسکی ذات وصفات قدیم ہیں اور اسکی ذات موصوف ہے جسکی بعض صفات ذاتیہ ہیں۔ اور بعض معنویہ ہیں۔ جیسا کہ ہم عنقریب ہی صفات کے بیان میں ذکر کرینگے۔ اس باب میں صرف ذات میں گفتگو ہے۔ جسکی حقیقت سے زبانِ عبارت قاصر ہے +

علمار کا ذاتِ باری میں اختلاف ہے۔ کیونکہ ذات سے مراد ہوئیت و انیت ہے۔ اور اس میں کسی کو بھی شک نہیں۔ کیونکہ تمام مخلوقات خدا کی انیت کی شاہد ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولئن سالتھم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ (اگر تم ان سے پوچھو۔ کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ تو یہی کہینگے کہ خدا نے)۔ مگر چونکہ اکثر لوگ جادۂ توحید سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ اور احکامِ وحدت کو پہچان نہیں سکتے۔ اسلئے لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض تو عقلِ اول کو خدا مانتے ہیں۔ اور یہ اُن لوگوں کی نسبت زیادہ باریک بین ہیں۔ جو فلکِ اعلےٰ کو معبود مانتے ہیں۔ کیونکہ جو فلکِ اول کو خدا کہتے ہیں۔ تو صانع کو ایک جسم قرار دے رہے ہیں۔ اور جو عقل اول کو معبود مانتے ہیں۔ وہ جوہر کو خدا کہتے ہیں۔ اور جوہر فرد جسم مرکب سے اعلےٰ

ہے +

بعض لوگ ستاروں کی پرستش کرتے ہیں - اور انہیں معبود مانتے ہیں - پھر ان کے بعد ایک اور گروہ پیدا ہوا - جنہوں نے گرجے اور عبادت خانے بنا کر ان میں مشتری مریخ اور زحل وغیرہ ستاروں کی تصویریں بنا کر کھڑی کر دیں - اور کہنے لگے - یہ ہمارے ان ستاروں کی طرف وسائل ہیں - جو آسمان کے معبود ہیں +

پھر ان کے بعد ایک قوم نے حضرت اور انکی والدہ کی صورت بنا کر کھڑی کر دی - اور کہنے لگے - کہ یہ اللہ تعالے کی صورت ہے - پس ان لوگوں کے خیال جسمانی چیزوں کی عبادت میں منہمک ہو گئے - اور وہ جواہر و کواکب کی عبادت کرنے والوں سے بھی گر گئے +

پھر بعض لوگ اسطرف مائل ہوئے - کہ خدا دو ہیں - اور بعض نے کہا چار ہیں - اور بعض نے عقل نفس اور خدا تینوں کے مجموعہ کو خدا کہا - اور یہ قول فلاسفہ میں سے ایک گروہ کا ہے - مگر یہ بھی ایک قسم کی تثلیث ہے +

اور ان سے گھٹیا درجے کے لوگ وہ ہیں - جو اللہ - عیسٰے اور مریم تینوں کے مجموعہ کو ایک خدا مانتے ہیں - اور یہ فرقہ قائلین تثلیث میں سے مجسمیہ ہے +

بعض لوگ دو خدا مانتے ہیں جیسے کہ مجوسیوں کا مذہب ہے - اور بعض عقل و نفس اور نور و ظلمت کو معبود مانتے ہیں - اور طبعیین چار خدا کے قائل ہیں - اور بعض پانچ خدا مانتے ہیں - اور یہ مجوسیوں کے ساتھ موافق ہیں - کتنے رافضیوں کا ایک فرقہ بھی پانچ خدا کا قائل ہے - انکو مخمسہ کہتے ہیں - الغرض ذات باری تعالےٰ میں بہت اختلاف ہے +

بعض لوگوں کا گمان ہے - کہ خدا تعالےٰ کی ذات نور ہے - اور وہ اس آیت سے دلیل لاتے ہیں - کہ اللہ نور السموات والارض (خدا تعالےٰ زمین اور آسمانوں کو منور کرنیوالا ہے) لیکن انہیں آیت کے معنے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے - کیونکہ اس آیت میں نور کے معنے منور کے ہیں - یعنے خدا تعالےٰ آسمان و زمین کو نور ایجاد سے منور کرنیوالا ہے - اور مطلب اسکا یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے وجود کے نور سے تمام عالم کو ایجاد کیا ہے +

بعض لوگوں کا خیال ہے - کہ وہ عقل ہے - مگر وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ عقل یا جوہر ہو گی یا عرض - اور جس پر مختلف احکام جاری ہوں وہ چیز ممکن الوجود ہوا کرتی ہے

کیونکہ اس سے ایک حکم کو دفع کر کے دُوسرے حُکم کا اطلاق اسپر کر سکتے ہیں۔ اور صانع کے لئے یہ ضروری ہے۔کہ وہ واجب الوجود ہو۔ تاکہ اس کے ایجاد سے کوئی چیز ممکن الوجود پیدا ہو سکے۔ اور عقل ایک الگ چیز ہے۔ اسکی ذات میں داخل نہیں۔ اسی طرح جسم بھی ایک اسکی مخلوق ہے۔ نہ کہ اسکی ذات +

عاقل کو چاہئے۔کہ ذات باری تعالے کو کیفیت۔ کمیت۔ اور شیئیت کے طریق سے ثابت نہ کرے۔ کیونکہ اسطرح باقی اعراض مثل متٰی۔ این۔ اور وضع اس کو لازم آجائینگے۔ اور یہ امر حد توحید سے نکل جائیگا۔ بلکہ اسے چاہئے۔کہ صرف توحید پر ہی اقتصار کرے یعنی اسکی ماہیت و انیت و ہویت کی ذات کو ثابت کرے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وھو الذی فی السماء الٰہ و فی الارض الٰہ اور ایک جگہ فرمایا ہے۔ یعلم سرکم و جھرکم و یعلم ما تکسبون۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ وھو القاھر فوق عبادہ و ھو الحکیم الخبیر۔ پس خدا تعالےٰ نے مخلوقات کو ان اختلافات کے بعد عقل اور شریعت کے فتوے سے اپنی توحید اور اثبات وحدانیت کا حکم فرمایا ہے۔ اور عددیت کی نفی کی تاکید فرمائی ہے +

اب موحدوں کا توحید کے بارے میں اختلاف ہے۔ کیونکہ توحید کے بہت سے مرتبے۔ ایک توحید عام ہے۔ اور اس سے عام لوگوں کی توحید مراد نہیں۔ بلکہ عوام مسلمانوں کی توحید مراد ہے۔ جو بمقابلہ عوام الناس کے خاص ہیں۔ اور اس توحید کی یہ شرط ہے۔کہ اسکی ذات کو وحدانیت کے ساتھ پہچانا جائے۔ اور اس کے اسماء وصفات کی معرفت بھی حاصل کی جائے۔ جیسے کہ بیان کرینگے۔ اسماء وصفات کو ایجاب وسلب کی دونوں طرفوں سے باہر نہیں نکالنا چاہئے۔ کیونکہ اگرچہ وہ حد وحصر میں بہت ہیں۔ اور انکی اطراف استخراج و معانی کثرت سے ہیں۔ مگر حقیقت میں یہ حکم انکے لئے نفی و اثبات کے لئے ہی لگایا جاتا ہے۔ پس نفی سے مراد یہ ہے۔کہ اسکی ذات سے تمام ان چیزوں کی نفی کی جائے۔ جو اسکے لائق نہیں۔ اور اثبات کا یہ مطلب ہے۔کہ وہ امور اس کی ذات کے لئے ثابت کئے جائیں۔ جو اس کے شایان ہیں۔ پس کثرت موحد کی عبارات میں ہوا کرتی ہے نہ کہ حقیقت توحید میں۔ کیونکہ توحید کا مطلب یہ ہے۔کہ خدائے واحد کی طلب میں تعلیل اسباب اور رفع حجاب کو کام میں لایا جائے۔ اور یہ تعلیل صرف تکثیر

اسامی سے ہی میسر ہوسکتی ہے۔ اسلئے کہ توحید بغیر شرک کے اور ایمان بغیر کفر کے حاصل نہیں ہوسکتا تاکہ نفی و اثبات کی دونوں طرفیں ثابت ہوجائیں۔ اور چونکہ شی واحد نفی و اثبات کا احتمال نہیں رکھتی۔ اسلئے اسکی ضد کی ضرورت پڑتی ہے۔ جس سے وہ شے دو بنجاتی ہے۔ اور اسطرح اثنینیت پیدا ہوکر نفی و اثبات کی دونوں طرفیں پوری ہوجاتی ہیں۔ اور یہ دونوں باتیں توحید کی ضروریات سے ہیں۔ پس نفی تو احکام موحد کے ابطال کا نام ہے۔ اور اثبات سے اوصاف واحد کا القاء مراد ہے۔ ابطال تو لا الہ الا اللہ کی طرف میں پایا جاتا ہے۔ اور القاء الا کی طرف میں موجود ہے۔ اور یہ گرہ نفی و اثبات کے مابین گرہ لگانے والے کے توسط سے ہی پوری ہوسکتی ہے۔ اور محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ جو دعوت حق کو پہنچانے والے۔ کلمہ حق کو پہچوانے والے اور قول کو لازم کرنے والے ہیں مگر ان کے ہاتھ میں ہدایت کی چابی نہیں۔ اور نہ ہی انکی قدرت میں تشریح قلوب ہے کیونکہ دل خدا تعالے کے ہاتھ میں ہیں۔ جس طرف چاہتا ہے۔ انہیں پھیر دیتا ہے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بُعِثتُ داعیًا ولیس لی من الھدایۃ شئٌ یعنی مجھے تو صرف خدا تعالے کی طرف بلانے والا بنا کر مبعوث کیا گیا۔ کسی کو واصل باللہ کرنا میری قدرت میں نہیں، اسی طرح ابلیس بھی کسی کو گمراہ نہیں کرسکتا۔ البتہ گمراہی کا راستہ دکھاتا ہوتا ہے +

پس توحید تو یہ ہے کہ خدا تعالے کی ذات کو اسکی واحدانیت و ہویت کیساتھ پہچانا جائے۔ اور اسمات کو ذہن نشین کرلیا جائے۔ کہ اسکی ذات تو نہ مرکب و مولف ہے۔ اور نہ ہی متحیز و متغیر۔ اور اسی طرح نہ ہی وہ ابعاد ثلاثہ کو قبول کرتی ہے۔ اور نہ ہی اعراض کا محل ہے۔ اور نہ ہی جسم۔ جوہر اور عرض سے موصوف ہے۔ اور مکان و زمان سے منزہ اور حدوث سے خارج ہے۔ وہ ایک ہے۔ اسکا کوئی ظل۔ وضع۔ نظیر اور شریک نہیں۔ نہ ہی کوئی شے اسکے مقابل ہے اور نہ اس کے مشابہ ہے۔ نہ حواس اسکا ادراک کرسکتے ہیں۔ اور نہ قیاس اسپر حکم لگا سکتا ہے۔ جس نے واحدانیت کے ساتھ اسکی ذات کو پہچانا۔ تو اس نے اسے پالیا۔ اور جس نے اسکی توحید بیان کی۔ تو اس نے اسکی تمجید اور بزرگی بیان کی۔ تو اس نے بھی اسکو پالیا۔ اور جس نے اسکو پالیا۔ وہ اس کے ساتھ کسیکو شریک

نہیں کرتا- وہ رب الارباب اور مسبب الاسباب اور واحد و وہاب ہے ۔ یہ ہے ظاہری توحید کا بیان ۔

اور توحید خواص یہ ہے کہ امکان و وجوب اور امتناع کی بھی اسکی ہویت سے نفی کی جائے- اور اسمیں زیادہ اطناب کی ضرورت نہیں -صرف اسی قدر کافی ہے کہ جو شخص خدا تعالےٰ کو پہچان لیتا ہے- اسکی زبان زیادتی کلام اور کثرت قول سے گونگی ہوجاتی ہے- یعنی معرفت الٰہی انکے دلوں میں ایسی مرکوز ہوجاتی ہے- کہ وہ زبان سے کچھ بیان نہیں کرسکتے ۔

اب خدا تعالےٰ کی ہویت خاصہ کی معرفت کا بیان باقی رہ گیا ہے- جس کے مبادی کے ادراک میں عوام و خواص متحیر ہیں- عوام کی توحید تو لا الہ الا اللہ سے پیدا ہوتی ہے- اور اس سے مراد اس امر کا سمجھ لینا ہے- کہ خدا تعالےٰ قریب ہے- بعید نہیں -اور مدارک وعقول سے اسکی کنہ دور نہیں ہے- کیونکہ اللہ ایک ایسا اسم ہے- جو تمام ظنوں کو قطع کر دیتا ہے - وہ کمال ربوبیت کا مظہر ہے -اور بعض قائلین جو اس کے اشتقاق میں تکلف کیا کرتے ہیں- وہ مقبول نہیں- کیونکہ اللہ ایسی ذات کا نام ہے- جو اپنے اسم سے مطابق ہے- اور اس کی ذات کا تو یہ حال ہے کہ طالبین کی عقول اسمیں حیران ہیں -اور مومنین کے دل اس کے قہر سے لرزاں ہیں- اور اسکا نام یعنی اللہ ہی طالبین کی ملجا و ماوا اور سالکین اور مومنین کی جائے قرار ہے- تو یہ کسی اور سے کیسے مشتق ہوسکتا ہے- بلکہ دوسرے اسامی اس سے مشتق ہیں ۔

خواص کی توحید لا الہ الا ہو سے نکلتی ہے- کیونکہ ہویت انیت ذات کا نام ہے بس اس سے زیادہ بیان کی مجال اور طاقت نہیں -اور نہ ہی اس سے زیادہ تحقیق اور تدقیق ہوسکتی ہے- بلکہ وہ ایک ایسی ہویت ہے- جو تمام اشارات واستعارات سے بعید ہے -اور جب عارف اسکی طرف اشارہ کریگا- اور کہیگا- کہ ہُوَ ہُوَ- تو اس ہُوَ کو نہ تو مدرک وہم سمجھ سکتا ہے- اور نہ حواس اسے معلوم کرسکتے ہیں -اور نہ رُوح اُسکی کُنہ تک پہنچ سکتے ہیں -اور نہ ہی عقل اسکی تہ کو پہنچ سکتی ہے- یہ توحید نہایت نازک ہے -اور اس کے اوپر کوئی مرتبہ نہیں ہے ۔

مندرجہ بالا بیان سے معلوم ہوگیا ہوگا- کہ اسم اللہ چار اشیاء پر مشتمل ہے- یعنی اسکا ہر حرف ایک امر کی طرف مشیر ہے- اور وہ چار امر یہ ہیں- علم- اقرار- اشارہ

عیاں - اور لفظ ہو دو معنوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یعنی کمال علم اور نفی اشارہ کی طرف - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ توحید میں واحد کا کبھی وہم نہیں ہوتا۔ اور عمل میں اتہام تک نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ توہم سے احتراز اور اتہام سے اجتناب کرنا علم ہویت میں داخل ہے۔ اسم اللہ آلہیت پر دلالت کرتا ہے۔ اور ہویت صرف ہویت پر ہی دلالت کرتی ہے۔ اسلئے ہویت آلہیہ سے بڑھتی ہوئی ہے کیونکہ آلہیت توصفت کی طرف اشارہ ہے۔ اور ہویت ذات کی طرف اشارہ ہے۔ اور موحد کامل وہ شخص ہے۔ جو پہلے علم ہویت کو سمجھے۔ اور بعد ازاں علم آلہیت پڑھے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ آلہیت کا ہویت سے مرتبہ کم ہے۔ جیسے کہ اقرار کا مرتبہ علم سے گھٹیا ہے۔ توحید عام کا ایک موقف و مقام ہے۔ مگر توحید خواص کا کوئی موقف نہیں۔ بلکہ وہ اسامی و اشارات کے باعث مواقف امکانیہ سے ترقی کر جاتے ہیں۔ اور پھر ہویت محضہ کو وحدت حقہ سے پہچانتے ہیں۔ جو ایجاب توحید اور سلب تشبیہ اور احتراز تعطیل سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ توحید کا آخری درجہ ہے۔ پس توحید کا ابتدا تجرید قلب سے ہوتا ہے۔ اور اسکا انتہا یہ ہے۔ کہ وجود و حدوث اور قدم کے ماتحت جو چیزیں داخل ہیں۔ ان سب سے حق کی تفرید کرے۔

دوسری فصل۔

ذات باری تعالےٰ کی وحدت میں۔

خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ قُل هو الله احد۔ الله الصمد۔ لم يلد ولم يولد۔ ولم يكن له كفوًا احد۔ واضح ہو۔ کہ آحد اور واحد میں فرق ہے کیونکہ واحد تو دو کے مقابل میں ہے۔ اور احد کا کوئی شریک نہیں۔ یعنی دو اس کے سامنے نہیں ٹھہرتے۔ کیونکہ وہ واحد کی ضد ہیں۔ اور واحد منشاء اعداد ہے۔ اور احد ایک اسم ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کی ہویت کے لئے موضوع ہے۔ تاکہ طبائع اور افہام کو حقیقت عرفان کے قریب کر دے۔ کیونکہ طبائع خواہشات کی کدورتوں میں آلودہ ہیں۔ اور قلوب ظلمت کے ساتھ موصوف ہیں۔ مگر جنکو خدا تعالےٰ نے نجات دے۔ اور انکے سینوں کو کھولدے۔ پھر جب ناس گمانوں پر مدد دانند

کا تصور غالب ہُوا۔ اور اعداد اور انکے مراتب انپر ملتبس ہو گئے۔ اور کثرت و وحدت
میں فرق نہ کر سکے۔ اور یہ خیال کر لیا۔ کہ کثرت اجتماع اعداد کا نام ہے۔ اور وحدت
اس کثرت کے افتراق کو کہتے ہیں۔ اور قلت و کثرت کو اضافات کے قبیل سے
بنا لیا گیا۔ جیسے دس بیس سے کم ہیں۔ اور پانچ سے زیادہ ہیں۔ اور وحدۃ اعداد
کا منشاء ہے۔ جیسے کہ واحد معدودات کا منشا ہے۔ کیونکہ وحدۃ واحد کی صفت
ہے۔ جیسے کہ اثنینیت اثنین کی صفت ہے۔ اور ہر صفت اپنے موصوف کیساتھ
خاص ہوتی ہے۔ ان اسباب سے ظنون کثرت کے ساتھ ملحق ہو گئے۔ اور جاہلوں
نے یہ سمجھ لیا۔ کہ کثرت میں قلت سے زیادہ بھلائی ہے۔ اور وحدت قلت کے قبیل
سے ہے۔ تو انہوں نے اسم الٰہیت کو ایسے امور پر اطلاق کیا۔ جو عدد کے تحت میں
داخل ہیں۔ جیسے عقل۔ نفس۔ فلک۔ کواکب اور طبائع وغیرہ۔ اور پھر ان معانی
کو اجسام انسانیہ میں فرض کیا۔ مثلاً کہنے لگے۔ کہ مسیح علیہ السّلام اور انکی والدہ
خُدا ہیں۔ اور عُزیر خدا ہیں۔ اسی طرح بعض ظنون پر ہوٰی کی ظلمت چھا
گئی۔ اور ان کے دِل کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ اور خدائی کا دعوٰے کرنے لگ۔
کسی نے کہا۔ میں خدا ہوں۔ اور کسی نے کہا۔ کہ میں تمہارا رب ہوں۔ اور کسی نے
کہا۔ کہ میں ملک عظیم ہوں۔ پس جب اس دعوٰے نے مزاجِ خلق کو فاسد کر دیا۔
اور ہوٰی کا لشکر خدا کے ساتھ شریک کرنے والوں پر غالب آگیا۔ تو عقل کا ستارہ
روشن ہُوا۔ اور تمام خیالات و وہم برطرف ہو گئے۔ اور نورِ عقل نے اعداد کے مراتب کو
ظاہر کر کے موجودات کے موافق انکی تقسیم کر دی۔ اور مراتب اعداد اشیاء سبعہ
کے موافق ہو گئے۔ پس عقل اوّل تو بمنزلہ واحد کے ہوئی۔ اور نفس اوّل بمنزلہ ثانی
ہُوا۔ کیونکہ وہ عقل اوّل سے مستفید ہُوا ہے۔ اور اسی طرح ہیولٰے تیسرے
مرتبہ پر ہُوا۔ اور طبیعت چوتھے مرتبے پر۔ اور حرکت مطلقہ بمنزلہ پانچ کے ہوئی۔
اور جسمیت بمنزلہ ستہ کے۔ اور افلاک بمنزلہ سبعہ کے۔ اور اجرام زوائب بمنزلہ ثمانیہ
کے قرار پائے۔ اور قسمت ارکان بمنزلہ تسعہ کے ہوئی۔ اور قابلیت روح سے عشرہ
کا عدد پورا ہُوا۔ اور عددیت ختم ہوئی۔ پس واحد اثنین کا مرتبہ قرار پایا۔ اور ان کے
ملنے سے تین پیدا ہوئے۔ اور چونکہ وحدت بہ نسبت واحد کے زیادہ لطیف ہے۔
کیونکہ واحد کا اطلاق تو کسی عدد پر نہیں ہوتا ہے۔ اور وحدت کا اطلاق ایک عدد
پر قلت اور کثرت کی دونوں طرفوں میں کیا جاتا ہے۔ پس وحدت واحد کی مصحح

ہے۔ اور اثنین کے لئے کملہ ہے۔ اور ثلاثہ کے لئے متممہ ہے۔ اور اسی طرح تمام اعداد اور انکے مراتب میں جاری ہے۔ پھر اس وحدت کی دو قسمیں ہیں۔ حقیقیت اور مجازیت۔ وحدت مجازیہ تو وہ ہے۔ جو تقابل کو قبول کرتی ہے۔ اور یہ تمام محدثات میں جاری ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ جَمَاعَۃٌ وَّاحِدَۃٌ۔ اُمَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ مِائَۃٌ وَّاحِدَۃٌ۔ اَلْفٌ وَّاحِدٌ۔ تو اب ان میں ایک جماعت دوسری کے مقابل ہے۔ اور ایک ہزار دو ہزار کے مقابل ہے۔ اور ایک سو دوسرے سو کے مقابل ہے۔ اور تقابل کے قائم ہونے کے وقت واحد کا اسم اس سے منقطع ہو جائیگا۔ اور مقابل کی مزاحمت سے اسکا حکم اس موضوع سے اُٹھ جائیگا۔ اور وحدت حقیقیہ وہ ہے جسمیں کسی وجہ سے بھی کثرت نہ ہو۔ نہ بوجہ المحسوس اور نہ بوجہ المعقول۔ جو چیز تجزیہ قبول کرتی ہے۔ وہ کثرت میں داخل ہے۔ نہ کہ وحدت میں۔ بلکہ وہ وحدت حقیقیہ کے مرتبہ سے نکلکر عدد کے نیچے داخل ہے۔ اور جو چیز تجزیہ قبول نہ کرے۔ اور نہ کثرت میں داخل ہو۔ اور نہ ہی اس کے مقابل کوئی ضد ہو۔ اور نہ ہی اسکا ظل اس کے سامنے ٹھیرتا ہو۔ تو وہی ہویتِ کاملہ ہے۔ جو اپنے تمام مبتدعات پر شامل اور اپنی مخلوقات کی منقطع ہے۔ اور تکثر۔ تجزی اور تغیر سے مبرا ہے۔ اور اثنینیت اس کے مقابل نہیں ہے۔ یہی ہویت محض اور قیوم دائم ومہویت ہے۔ اس وحدت کے مقابل تمام اعداد کے پر جل گئے ہیں۔ اور کثرت کا اوصاف اسمیں نیست ہو گئے ہیں۔ اس کے لواحق ولوازم نہیں ہے۔ پس یہ وحدت نہ داخلہ ہے نہ خارجہ۔ نہ کسی صفت کے ساتھ موصوف ہے۔ اور نہ ہی تجزیہ وتغیر کے قابل ہے۔ بلکہ ہمیشہ ضدیت کو اپنی ذات سے دفع کرتی ہے۔ اسے یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ وحدت تھی۔ یا ہے یا ہوگی۔ کیونکہ اس کی ذات ازل سے ہے۔ اور ابد تک رہیگی۔ پس وحدت حقیقتِ احدیت ہے۔ اور احدیت ہویتِ احد ہے اور احد بہ نسبت احد کی ذہن میں زیادہ آسانی سے آتا ہے۔ احد اور احدیت کی مثال ہوا اور ہویت کی ہے۔ اور محدثات کے حق میں صفت اور موصوف متفرق ہو کر کثرت اور قلت ان میں داخل ہو جاتی ہے +

ذات باری میں ہویت وہو اور وحدیت واحد ہے۔ پس اس کے اوصاف بیشمار ہیں۔ اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ایسا اور ایسا ہے۔ اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہو ہے۔ یا واحد ہے۔ اور صمد ہے۔ بلکہ کہا جائیگا جیسے کہ وہ خود فرماتا ہے۔ کہ

هوَاللّٰهُ الوَاحدُ الاحدُ الصّمدُ الّذی لمیلد ولمیُولد ولم یکن له کفوًا احد ط اب انمیں اسامی کا ایک دوسرے پر عطف نہیں۔ اور نہ ہی صفات کو بالتعاقب شمار کیا گیا ہے۔ بلکہ واحد کی طرف متواتر و مترادف اشارے کئے گئے ہیں کہ وہ واحد بعینہ ہو ہے۔ اور وہی بعینہ واحد ہے۔ اور وہی بعینہ صمد ہے۔ اور وہی بعینہ احد ہے۔ اور وہی بعینہ لم یولد ہے۔ اور وہی بعینہ ایسا ہے جس کا کوئی کفو نہیں۔ اور نہ ہی نظیر ہے۔ پس یہ کلمات اگرچہ کثیر ہیں۔ مگر سب کے سب وحدت محضہ کی تصحیح کی طرف راجع ہیں۔ کیونکہ اسکا قول احد وحدت کی دلیل ہے۔ اور اس کے قول صمد میں نہ کوئی فرجہ ہے۔ اور نہ کوئی باطن کے مخالف بات ہے۔ اور نہ کوئی ظاہر کے مخالف امر ہے۔ اسلئے وہ اثبات وحدت کی طرف راجع ہے۔ اور لم یکن له کفوًا احد میں بھی اثبات وحدت ہی ہے۔ کیونکہ جب اضداد و اکفاء اُٹھ جائیں۔ تو سوائے واحد کے کوئی باقی نہیں رہتا۔ پس آیات خواہ کتنی ہی زیادہ ہوں۔ اور کلمات خواہ کتنے ہی متطابق ہوں۔ اور دلائل خواہ کتنے ہی کثیر ہوں مگر وہ سب کے سب اس بات کی دلیل ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ واحد لاشریک ہے۔ اور اسکی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور وحدانیت ہی احدیت ہے۔ اور احدیت ایک ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں۔ اور احد وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس کونسی عقل اسے پہچان سکتی ہے۔ اور کونسی زبان اسے تعبیر کر سکتی ہے۔ اور کونسی حس اسکی طرف اشارہ کر سکتی ہے۔ کیونکہ سب کے سب حدوث کے بیابان میں پڑے ہیں۔ اور آحاد و عشرات و مآت وغیرہ مراتب اعداد میں سرگرداں ہیں۔ پس خدا تعالےٰ اس بات سے بالکل پاک اور مبرا ہے۔ کہ اسے یہ کہا جائے۔ کہ وہ عرش پر قائم ہے۔ خدا تعالےٰ کے لئے کوئی آلہ و علت نہیں ہے۔ اور نہ ہی اسکا حدوث سے کوئی تعلق ہے۔ اور نہ ہی موجودات کیطرف التفات ہے۔ اور نہ ہی کوئی امر اسکے علم و ارادہ کے بغیر وقوع پذیر ہو سکتا ہے۔ نہ ہی اُسے کسی آلہ کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی اس کی طرف اور وسط ہے۔ اسکی توحید اسکی احدیت کا علم ہی ہے۔ اور اسکی احدیت کا علم اسکی ہویت کی معرفت ہی ہے۔ اور اسکی ہویت کی معرفت اسکی انیت کی تصدیق ہے۔ اور اسکی انیت اور ماہیت اور عزت و وحدت اور وحدیت سب کی سب اس کی ہویت کی طرف راجع ہیں۔ اور اسکی ہویت ذات محضہ ہے۔ جو علی عظیم ہے جس نے عقلوں کو ضرب امثال اور وضع اشکال سے منع کر دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ فَلَا تَضْرِبُوا

لِلّٰہِ الْاَمْثَالُ۔ کیونکہ دقتِ وحدت میں مثالوں کی مجال نہیں ہے۔ کیونکہ خداوند جل وعلےٰ تمام مخلوقات کا اپنے علم سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور اس نے جو اپنی ربوبیت کی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ تو محض عارفین کے دلوں میں اپنی عزت سمجھانے کے لئے چنانچہ فرمایا ہے۔ وللہ المثل الاعلیٰ (اسی کیواسطے ہے بلند مثال) دوسری جگہ فرمایا ہے۔ وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون ط (ان مثالوں کو ہم لوگوں کے لئے اسلئے بیان کرتے ہیں کہ وہ فکر کریں) پس زمین ربوبیت کی وسعت میں امثال ٹھیر جاتی ہیں۔ اور اشکال حرکت کرتی ہیں۔ اور لوگوں کی عقول دعوے کرتی ہیں کہ ربوبیت محضہ اور وحدت صرفہ میں نہ تو مثالوں کی مجال ہے۔ اور نہ اشکال کے لئے جائے وقوف ہے۔ اور نہ ہی معرفت کا کوئی طریقہ ہے۔ بجز اسکے کہ عقل عاجز ہوجائے۔ اور دل ٹوٹ جائے۔ کیونکہ وہ ذات اپنی وحدت کے باعث اوہام سے بزتر ہے۔ اور اسکی ہویت تصور سے بالا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ (لوگوں نے خدا کی قدر جیسی چاہیئے تھی نہیں کی)۔ وہ ایسا ذی شان ہے۔ کہ چاہے۔ تو سب آسمانوں کو لپیٹ کر ایک انگلی پر رکھ لے۔ اور اسی طرح زمینوں کو بھی۔ جیسے اس کی معرفت کا حق ہے۔ اسے کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اور اس کی معرفت کا یہی طریقہ ہے۔ کہ اس کی معرفت سے عاجز ہوجائے۔ کیونکہ عارف جب اپنے دعوے سے عاجز ہوجائیگا۔ تو اس کے دل پر نورِ معرفت غالب ہوکر اسے اس بات سے روکیگا۔ کہ وہ معرفت حق کا دعوےٰ کرے۔ اور اُسے اس بات کے کہنے میں شرم آئیگی۔ کہ میں نے خدا تعالےٰ کو پہچان لیا۔ بلکہ وہ یہی کہیگا۔ کہ میرا تجھے پہچاننا بھی بڑا گناہ ہے۔ اور یہی کمال معرفت ہے۔

اسکی احدیت کی کوئی صورت نہیں ہے۔ بلکہ اسکی روشنی تمام موجودات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور یہی ربوبیت کاملہ ہے۔ جس میں شرکا کی مجال نہیں۔ چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (اللہ تعالےٰ کے لئے ہی مشرق و مغرب ہے جہاں کہیں تم ہو اللہ ہی کا چہرہ ہے۔ یعنی ذات خدا موجود ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ وسیع وعلیم ہے) اور وحدت اور احدیت کی حقیقت ہویت محضہ کی عزت ہے۔ جس کے لئے نہ کوئی عبارت ہے۔ اور نہ کوئی اشارہ۔ نہ نگاہیں اس کا ادراک کرسکتی

ہیں۔ نہ مقدار اسکو گھیر سکتی ہے۔ وہ تنگی اور کشادگی سے منزہ ہے۔ لیس ھُوَ الا ھُوَ۔ ولا الہ الا ھو۔ وھو الغفور الودود ذوالعرش المجید فعال لما یرید +

پس صورت احدیت کے وقت وہی حق حی وقیوم ہے۔ جو اسکے ماسوا ہے وہ سب باطل متغیر اور متناہی ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّمَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۔ اور حقیقت احدیت کے وقت وہ ہویت محض ہے۔ پس وہی حق معطی ہے۔ اور حق وباطل اسکی مخلوقات میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ يُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ وَ يُبْطِلُ الْبَاطِلَ ۔ دوسری جگہ فرمایا ہے۔ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۔ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ اور اسی کی طرف بازگشت ہے۔ +

پس اے طالب صادق! تمہیں معلوم رہے۔ کہ زبانیں وحدت کی حقیقت سے عاجز ہیں۔ اور ہویت کے ادراک سے اوہام قاصر ہیں۔ اور عقل کے لئے ذات حق کی وحدت ثابت کرنیکا بجز اس کے اور کوئی طریق نہیں۔ کہ وہ اس بات کا اقرار کرلیوے۔ کہ وہ ہو ہے۔ اور اسکی ہویت بلا بدایت ونہایت ہے۔ عارفوں کو اس وحدت اور ہویت سے یہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی استعداد کے موافق نہ کہ اسکے کمال کی کنہ کے برابر اسکا اقرار کریں۔ اور موحدوں کا اس سے اسقدر حصہ ہے۔ کہ وہ اپنی بصیرت کے موافق اس کے عرفان سے سعادت حاصل کریں۔ نہ کہ اس کے جلال کے موافق۔ کیونکہ وہ کمال وتمام سے بھی بڑھکر ہے۔ اور جود وانعام سب اسی سے ہے۔ دنیا میں نفوس کے لئے سب سے بڑی لذت یہ ہے۔ کہ اسکی تعریف کریں۔ اور آخرت میں اس کے دیدار سے مستفیض ہوں۔ پس تمہیں اس کی توحید وتفرید میں پوری پوری کوشش کرنی چاہیے۔ +

یہ بھی واضح رہے۔ کہ خدا تعالےٰ ہر ایک اس چیز کا خالق ہے جو دکھائی دیتی یا نہیں دیتی ہے۔ اور وہ آسمان وزمین دونوں کی جہت سے افق اعلےٰ میں ہے اور اسکی وحدیت ارکان ووجوب کی اقسام سے خارج ہے۔ کیونکہ خدائے تعالےٰ نے اپنی موجودات سے بعض کو واجب الوجود بنایا ہے۔ اور بعض کو ممکن الوجود بنایا ہے۔ اور بعض کو بعض سے مقدم بنایا ہے۔ اور بعض کو موخر کیا ہے۔ تاکہ وہی ہویت اور وحدیت کیساتھ موجد ومبدع اور مقدم وموخر ہو۔ وہ حدوث۔ حدود

حلول۔ نزول۔ اور وصول وغیرہ اوصاف سے منزہ ہے۔ جو اسکی مخلوقات میں پائے جاتے ہیں۔ اور جب تم نے اُس کی احدیت کو استقدر معلوم کر لیا۔ اور خالق و مخلوق میں تمہیں تمیز آگئی۔ اور اسباب کو جان لیا۔ کہ وہ اوصاف جو مخلوقات سے متعلق ہیں۔ ان کا اطلاق خالق کل پر جائز نہیں۔ اور اس امر کو بھی پہچان لیا۔ کہ وہ ان اوصاف کے ساتھ متصف نہیں ہو سکتا۔ جن کے ساتھ اس کی مخلوق متصف ہو سکتی ہے۔ تو بے شک تو نے اسے اپنی طاقت کے موافق پہچان لیا۔ اور اُسکی ہویت کو بھی عقل اور عقیدہ کے نور سے جان لیا۔ اور جب تم نے خدا کو پہچان لیا۔ تو تم نے باطل کی ظلمت سے نجات پالی۔ کیونکہ نجات خدا تعالےٰ کی معرفت میں ہی ہے۔ اور کامل معرفت یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کو اسکے ماسوا سے واحد اور اس کی مخلوقات کی صفات سے منفرد و یگانہ خیال کیا جائے +

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے فی اللہ کہا۔ تو بیشک اس نے خدا اوصاف بیان کیا۔ اور جس نے اُسکا وصف بیان کیا۔ تو بیشک اُس نے اُسے شمار کیا۔ اور جس نے اسے شمار کیا۔ تو اُس نے شرک کیا۔ اور جس نے فیم کہا تو اُس نے اسے محدود کیا۔ اور جس نے علےٰ ما کہا۔ تو اُس نے بھی خدا تعالےٰ کو محدود کیا۔ اور جس نے خدا تعالےٰ کو محدود کیا اُس نے کفر کیا۔ پس تجرید توحید میں انتہائے نظر ہے۔ اور اس کے وراے کوئی مقام نہیں ہے۔ جو کچھ ہم نے بیان کیا اسے تجھ کو یہ خیال نہ کر لینا۔ کہ میں عارف کامل ہو گیا ہوں۔ یا میں نے اس کی ذات کو پورے طور سے پہچان لیا ہے۔ کیونکہ یہ ظن کفر سے بھی بڑھکر ہے +

واضح ہو۔ کہ جیسے خدا تعالےٰ اپنی ہویت سے واقف ہے ویسے کوئی بھی واقف نہیں۔ کیونکہ تم مثلاً اسکو اسکے جود کے ذریعے پہچانو گے۔ تو تم اُس کے غیر ہو۔ وہ اپنی ذات کو اپنی ذات کے ذریعہ سے ہی جانتا ہے۔ وہ خود ہی عارف ہے خود ہی معروف اور خود ہی معرفت۔ اور اسی طرح خود ہی عالم ہے اور خود ہی معلوم اور خود ہی علم۔ اور خود ہی عاشق ہے۔ اور خود ہی معشوق اور خود ہی عشق۔ اور اس کے عاشق کا اس سے استقدر حصہ ہے۔ کہ اسے اسکی ہویت کا علم ہو جائے۔ وہ ذات تمام عالم سے بے پرواہ ہے + شعر

فَلِلّٰہِ مِنْہَا مِنْ وَجْہِہَا قَمَرٌ
وَ لِعَیْنِہَا مِنْ عَیْنِہَا کُحْلٌ

ارسطو نے بیان کیا ہے۔ کہ یہی مقدار ہیں اسکے عرفان سے حاصل ہوئی ہے۔ اور عرفان کی جو لذت ہم نے پائی ہے۔ اس کے سامنے دنیاوی لذات ہیچ ہیں۔ اور اس لذت معرفت کو ہم بیان نہیں کر سکتے"۔ پس دیکھو کہ اس کے شہود سے کیسی لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کے عرفان سے کیسی لذت آتی ہے۔ کہ جس سے نظر رہ جاتی ہے۔ اور زبان گونگی ہو جاتی ہے۔ اور اسکا اظہار نہیں ہو سکتا۔ یہی حقیقت حالت سید الانبیاء علیہم السلام پر شب معراج میں طاری ہوئی تھی۔ جب کہ آپ نے فرمایا تھا۔ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ (میں تیری ثنا بیان نہیں کر سکتا۔ تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے آپ اپنی صفت و ثنا کی) فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْہِرُوْنَ۔ (پس پاکی بیان کرو۔ جبکہ تم شام کرتے ہو۔ اور جب صبح کرتے ہو۔ اور اسی کیواسطے حمد ہے آسمانوں اور زمین میں اور عشاء اور ظہر کے وقت۔ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاہِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (وہی اول ہے۔ اور وہی آخر ہے۔ اور وہی ظاہر ہے۔ اور وہی باطن ہے۔ اور وہی ہر چیز کو جاننے والا۔

دوسرا باب

صفاتِ باری کی تشریح میں اور اس میں دو فصلیں ہیں

فصل اوّل

اسامی اور صفات کی تشریح میں

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ الآیۃ۔ ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی۔ واضح ہو کہ نفس

صفت اور اس کے اثبات میں لوگوں کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض کا تو یہ خیال ہے کہ اللہ تعالٰے صفات سے موصوف ہے۔ اور بعض اس سے صفات کی نفی کرتے ہیں۔ مگر یہ اختلافات ظنون فاسدہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ نہ کہ عقول صادقہ سے۔ کیونکہ اہل عقول باری تعالٰے کو اس طریق سے ثابت کرتے ہیں۔ جو اس کی وحدانیت کے لائق وشایان ہے۔ مگر اہل ظنون و آرا اس بات کے منتظر ہیں۔ کہ انہیں جمال خفاں پردوں کے پیچھے نظر آجائے۔ لیکن چونکہ اس حقیقت کو کما حقہا دیکھ نہیں سکتے۔ اسلئے ظنون و خیالات سے کام لیتے ہیں۔ پس کبھی تو ایسی چیز اس کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ جس کو ثابت کرنا صحیح نہیں۔ اور کبھی ایسی چیز کی نفی کرتے ہیں جس کی نفی ناجائز ہے۔ مگر یہ ظنی اثبات اور ظنی نفی علم توحید سے کوئی تعلق نہیں۔ پس معتزلہ اور انکی طرح کی ایک اور جماعت ذات باری سے صفات کی نفی کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہ ایسی ذات ہے۔ جو تمام اوصاف وصفات سے معرّیٰ ہے۔ صرف اس کے لئے علم ہی ثابت ہے۔ اور اسکو اپنی ذات کا علم ہے۔ نہ کہ صفت کا۔ اور اس مسئلہ میں یہ لوگ فلاسفہ کے قدم بقدم چلتے ہیں۔ کیونکہ فلاسفہ بھی ذات باری کے لئے صرف صفت علم ہی ثابت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ باری تعالٰے کے لئے اور کوئی صفت نہیں۔ بلکہ وہ وجود محض ہے۔ جو اوصاف وصفات سے منزہ ہے۔ مگر یہ تمام اقوال ظنون قاصرہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور عقول باصرہ لئے اثبات حد اور نفی صفت سے خارج خارج کرتی ہیں۔ کیونکہ خداوند تعالٰے ایسی صفات سے موصوف ہے۔ جو اس کی ذات کے لائق ہیں۔ اور اشباہ وامثال اور اشکال سے منزہ ہے۔ وہ یگانہ اور صاحب کرم و جلال ہے۔ جس نے تمام اشیاء کو پیدا کیا ہے۔ اور انہیں اپنے علم کے موافق صورتیں عطا کی ہیں۔ وہ زندوں کے مارنے اور مردوں کے زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اس کا علم تمام مخلوقات ومعلومات پر محیط ہے۔ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (اس نے ہر چیز کی گنتی کو معلوم کر رکھا ہے) جو لوگ اہل حق و ہدایت سے ہیں۔ وہ اللہ تعالٰے کی تقدیس کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے نوعیت و جنسیت ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ وہ اپنی وحدانیت اور ہویت کے ساتھ تمام مبدعات اور مخلوقات کا مالک ہے۔ اور اوصاف وصفات اور اسامی و مبانی و معانی سب کے سب اس کے امر و خلق کے نیچے داخل ہیں۔ اور خلق و امر اسی کے لئے ہے۔ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى۔ الغرض جو کچھ ہے سب اسی کا ہی ہے۔ پس یہی

احدیت کی انتہا ہے۔ کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (اللہ تعالٰی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اور اسی کے لئے اچھے نام ہیں)۔ اور اُس کے لئے سفلی اور علوی اجزا ہیں۔ اس آیت میں چونکہ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی کہا گیا ہے۔ اسلئے وہاں ھُوَ کہنا جائز نہیں۔ احدیت جلال اور ہویت کمال کی بہی باریکی ہے۔ البتہ ربوبیت اور سعت الٰہیہ ہیں اس کے بہت سے نام اور بے شمار صفت ہیں۔ مگر ان اسامی کی مسمّی اور ان صفات کی موصوف صرف وہ ایک ہی ذات ہے جیسے کہ اُس نے قرآن میں اپنے اسامی وصفات کی خبر دی ہے +

صفلت باری کی دو قسمیں ہیں۔ ایک صفاتِ ذاتی۔ اور دوسری صفاتِ غیر ذاتی۔ صفاتِ ذاتی تو وہ ہیں جن کے ساتھ اس کی ذات ازلاً وابداً موصوف ہے۔ اور وہ صفات یہ ہیں۔ حیات۔ قدرت۔ علم۔ سمع۔ بصر۔ کلام۔ ارادہ۔ پس وہ اپنی حیات کے ساتھ زندہ۔ اور اپنی قدرت کے ساتھ قادر۔ اور اپنی سمع کے ساتھ سمیع اور اپنی بصر کے ساتھ بصیر اور اپنے ارادہ کے ساتھ ارادہ کرنیوالا اور اپنے کلام کے ساتھ بولنے والا اور اپنے علم کے ساتھ عالم ہے۔ یہ صفات اُس کی ذات کے لئے کثرت کا باعث نہیں۔ اور نہ ہی اُس کے لئے عرض ہیں اور نہ ہی اُس کی ذات کے ساتھ لاحق اور نہ اسکی جزہیں۔ بلکہ یہ ایسی صفات ہیں کہ جب کبھی اللہ کہا جاتا ہے۔ تو اس سے وہ ذات ذہن میں آتی ہے۔ جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہے پس خدا ئیغلسلئے جانتا ہے۔ مگر بغیر ضمیر اور خاطر اور رویت و تدبر کے مگر اسکی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اور اسکے علم میں نہ شک ہے نہ شبہ۔ نہ غلط و خطا۔ اس سے زمین و آسمان کی چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہوتی۔ ظاہر و غائب سب جانتا ہے۔ اور وہ نہایت بزرگ اور برتر ہے۔ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ + یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ۔ وہ نہایت خفی و باریک آوازیں بھی سُنتا ہے حتٰی کہ اندھیری رات میں سیاہ پتھر پہ چیونٹی کے چلنے کی آواز بھی سُنتا ہو وہی ملا یغلے انہیں مقربین کی دعا سُنتا ہے۔ اور یونس بن متی کی دعا بھی جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں تین اندھیروں یعنی رات کے اندھیرے اور سمندر کے اندھیرے اور مچھلی کے پیٹ کے اندھیرے میں کی تھی۔ اُس نے ہی سُنی تھی۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ کہ

اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ (کیا ان لوگوں کو خیال ہے۔ کہ اُنکی پوشیدہ باتیں اور مشورے ہم نہیں سنتے۔ ہاں بیشک ہمارے فرستادہ فرشتے انکے پاس رہکر سب کچھ لکھ لیتے ہیں +

اسی طرح خدا تعالےٰ ظاہر و پوشیدہ اور دلوں کی باتیں وغیرہ سب کچھ دیکھتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰى۔ دُوسری جگہ فرماتا ہے۔ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرٰى لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ +

وُہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اُسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی کُنجی ہے۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (کہو۔ اے اللہ! تو مالک الملک ہے۔ جسے چاہتا ہے۔ ملک اور سلطنت دیتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے سلطنت چھین لیتا ہے۔ اور جسے چاہے عزت دیتا ہے۔ اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔ اور بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے) +

خدا تعالےٰ کلام قدیم سے متکلم ہے۔ جو حروف و لغات اور اصوات اور تعاقب کلمات اور ان کے مترادف اور تمام تعارات سے منزہ ہے۔ بلکہ وہ اپنی صفت کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۞ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ (جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ تو صرف اتنا ہی کہتا ہے کہ ہو جا۔ تو ہو جاتی ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر شے کی بادشاہت ہے۔ اور اسی کیطرف لوٹائے جاؤ گے)+

خدا تعالےٰ اپنے ایسے ارادہ قدیم کے ساتھ مرید ہے۔ جو نہ حادث ہے۔ اور نہ کسی شہوات کیساتھ متعلق ہے۔ اور جو کچھ وہ ارادہ کرتا ہے۔ وہ بلا تغیر بلا انفعال بدول پر جاری ہوتا ہے۔ وہ اپنی حیٰوۃ قدیمہ کیساتھ حی ہے۔ جو کسی حس و حرکت اور اخلاط و اشباح سے پیدا نہیں ہوتی۔ اور وہ بلا روح و نفس زندہ ہے۔ اور بغیر انفعال اور حدوث خواہش کے ارادہ کرتا ہے۔ اور بغیر آلہ اور صوت کے متکلم ہے۔ اور بغیر کسی اعضاء اور ارکان کے سمیع ہے۔ اور بغیر آنکھ کے بصیر ہے۔ اور بغیر مہلت و فتور کے قادر ہے

اور بلا خطا و غلط کے عالم ہے۔ پس یہ تمام صفات قدیمہ نہ تو ذاتیہ ہیں۔ اور نہ غیر ذاتیہ اور نہ اُسکی ذات سے خارج ہیں۔ اور نہ ہی اُسمیں داخل ہیں۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۔ باقی رہیں صفات غیر ذاتیہ۔ تو وہ یہ ہیں۔ جیسے خلق۔ رزق قبض۔ بسط۔ رحمت۔ غضب وغیرہ +

اسماءِ حُسنیٰ کی بابت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے انہیں یاد کیا۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ وہ ذاتِ پاک ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ مَلِكٌ ہے۔ یعنی آسمان و زمین کی بادشاہت میں بغیر شریک و وزیر کے ہے + قُدُّوسٌ یعنے پاک ہے۔ اور اسکی صفاتِ قدیمہ تشبیہ و تعطیل کی کدورت سے پاک ہیں + سَلَامٌ یعنی اسی کی طرف مسلمانوں کا اسلام اور ملکوں کی تسلیم رجوع کرتی ہے۔ اور قیامت کے دن وہی اپنے بندوں پر سلامتی رکھیگا + مُؤْمِنٌ۔ اپنے بندوں کو اپنی عزت سے امن دیتا ہے۔ اور اسکی وحدت کا اقرار کرتے ہیں۔ اور وہی انکو اپنی رحمت کاملہ کے ساتھ امن دیتا ہے + مُهَيْمِنٌ یعنی لوگ اسکی مغفرت طلب کرنے میں اُسکی تمنا کرتے ہیں + عَزِيزٌ یعنے اس کے جلال کی کُنہ تک خیال کرنے والوں کے اوہام اور تحیر بین کے افہام نہیں پہنچتے۔ اور اُسکی عزت ظن کرنے والوں کی ضمیر میں نہیں سماتی۔ جَبَّارٌ یعنے متکبروں کی گردنیں توڑ دیتا ہے۔ اور مومنوں کے شکستہ دلوں کو جوڑ دیتا ہے۔ مُتَكَبِّرٌ یعنے ذی عزت کفاروں کو ذلیل کرتا ہے۔ اور متکبر فاسقوں پر قہر کرتا ہے + خَالِقٌ یعنے جو ہوا ہے۔ اور جو ہے۔ اور جو ہوگا سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ مادہ۔ صورت۔ آلہ۔ اور زمان و مکان سب کا وہی خالق ہے۔ اور خلق و امر میں اس کا کوئی شریک نہیں + بَارِئٌ یعنے زمین میں بیجوں کی اور رحم میں نطفے کی پرورش کرتا ہے + مُصَوِّرٌ۔ یعنے رحموں میں جس طرح سے چاہتا ہے۔ بغیر تدبیر و تامل اور کسی سابقہ مثال کے صورتیں بناتا ہے۔ غَفَّارٌ۔ مومنین کے گناہ بخشتا اور گنہگاروں کے سروں پر اپنی بخشش کا خود پہناتا ہے + قَهَّارٌ۔ اپنے مشرک بندوں پر اپنے عتاب کا قہر کرتا ہے۔ اور مومنین کے گناہوں کو اُن کی توبہ اور اپنی رحمت سے معاف کرتا ہے + وَهَّابٌ۔ یعنی بغیر غرض اور عوض کے دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بیٹیاں کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔ رَزَّاقٌ یعنے تمام حشرات اور حیوانات کو رزق دیتا ہے۔ اوروں کو کھلاتا ہے۔ مگر خود نہیں کھاتا

اور جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔ چنانچہ قسم کھا کر فرماتا ہے۔ وَ
فِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (آسمان
و زمین کے رب کی قسم ہے۔ کہ تمہارا رزق اور جو کچھ وعدہ کئے جاتے ہو۔ وہ
آسمان میں ہے) فَتَّاحٌ یعنی اپنی مخلوقات پر رحمت کے دروازے کھولتا ہے
اور جب چاہے گا۔ آسمانوں اور جنت کے دروازے کھولے گا۔ نیز اپنے ارادہ سے
بندوں کے دل کھولتا ہے۔ عَلِیْمٌ۔ ہر چیز کو جانتا ہے۔ قَابِضٌ۔ بَاسِطٌ۔
جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے۔ اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ
کر دیتا ہے۔ اور وہی دلوں کو قبض و بسط بھی کرتا ہے۔ جس سے دلوں میں انقباض
و انبساط پیدا ہوتا ہے۔ حَافِظٌ۔ ہر چیز کو اس کی جگہ میں محفوظ رکھتا ہے۔ اور
زندوں کے لئے زندگی کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اپنے ذکر کا بھی محافظ ہے۔
چنانچہ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ تمام اشیاء کو
ان کے حد اور منتہا تک پہنچاتا ہے۔ خَافِضٌ۔ بعض کو پست کرتا ہے۔ اور بعض
کو بلند کرتا ہے مُذِلٌّ۔ عزت والے مشرکین کو ذلت دیتا ہے۔ اور ذلت والے
مومنوں کو عزت دیتا ہے۔ سَمِیْعٌ۔ بَصِیْرٌ۔ سننے والا۔ اور دیکھنے والا ہے۔
اس کا ذکر ہو کر چکے ہیں۔ حَکَمٌ۔ عَدْلٌ۔ قیامت کے روز لوگوں میں
حکم کریگا۔ اور عدل کریگا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا
کَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔ لَطِیْفٌ۔ یعنی اپنے
بندوں کے لئے تو مہربان ہے۔ اور اپنے نفس کی طرف قریب کرتا ہے۔ اور ہمیشہ ان پر
مہربانی کرتا ہے۔ خَبِیْرٌ۔ تمام اشیاء سے واقف ہے۔ حَلِیْمٌ۔ یعنی کافر
کے کفر سے متغیر نہیں ہوتا۔ اور مومن کے ایمان سے خوش نہیں ہوتا۔ عَظِیْمٌ۔
یعنی ایسا بزرگ ہے کہ ملکوت میں سے کسی چیز میں نہیں سما سکتا۔ اور نہ ہی مخلوقات
میں سے کوئی چیز اس میں تفرقہ ڈال سکتی ہے۔ غَفُوْرٌ۔ بڑی بخشش کرنے والا
ہے۔ شَکُوْرٌ۔ بندوں سے تھوڑی عبادت بھی قبول کر لیتا ہے۔ عَلِیٌّ
اپنی تمام مخلوقات اور ممکنات سے بلند ہے۔ اور اس کے اوپر کوئی چیز نہیں۔
کَبِیْرٌ۔ یعنی نہ تو وہم اس کی ذات کو قطع کر سکتی ہیں۔ اور نہ ہی حد و وہم اس کا احاطہ کر سکتی ہیں
حَفِیْظٌ۔ چھوٹے بڑوں سب کی حفاظت کرتا ہے۔ مُقِیْتٌ۔ کوئی کام اس کو مشغول
نہیں کر سکتا۔ حَسِیْبٌ۔ وہ تمام اشیاء کو محیط ہے۔ جَلِیْلٌ۔ الصفات

میں اسکے اوامر بہت بڑے ہیں۔ رَقِیْبٌ۔ اپنے بندوں کے اعمال کی نگہبانی کرتا ہے کَرِیْمٌ۔ باوجود قدرت کے گناہ معاف کرتا ہے۔ اور انپر مواخذہ نہیں کرتا ہے۔ مُجِیْبٌ۔ مضطر لوگوں کی دُعا قبول کرتا ہے۔ وَاسِعٌ۔ تمام معلومات اس کے علم میں موجود ہیں۔ اور کوئی مکان اسکی ذات کو سما نہیں سکتا۔ حَکِیْمٌ۔ تمام چیزوں کو مضبوطی سے قائم کرتا ہے۔ اور چیزوں کی حقیقت و اصلیت سے واقف ہے۔ وَدُوْدٌ۔ بندوں سے قریب ہے۔ اور انکو اپنے قریب کرتا ہے۔ مَجِیْدٌ۔ بندوں کے ساتھ مہربانی و لطف کرنے میں اُسکا کوئی فائدہ نہیں۔ بَاعِثٌ۔ پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرے گا۔ شَھِیْدٌ۔ اپنے افعال و اقوال پر گواہ ہے۔ مَتِیْنٌ یعنی اُسکی ربوبیت میں تغیر نہیں آتا۔ اور اُس کی قوت متزلزل نہیں ہوتی۔ وَلِیٌّ۔ مومنوں پر اپنی رحمتیں پے در پے بھیجتا ہے۔ حَمِیْدٌ۔ بندوں کی انکی عبادت پر تعریف کرتا ہے۔ مُحْصِیٌ۔ تمام موجودات کے شمار پر قادر ہے مُمِیْتٌ۔ یعنے اپنے قہر سے زندوں کو مارتا ہے۔ حَیٌّ۔ زندہ ہے۔ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ قَیُّوْمٌ۔ تمام اشیا اس کے ساتھ قائم ہیں۔ مگر وہ اپنی ذات کے سوائے کسی چیز کے ساتھ قائم نہیں۔ مَاجِدٌ۔ اسکا ذکر پہلے آچکا ہے۔ وَاجِدٌ۔ یعنی کسی چیز کو گم نہیں کرتا۔ وَاحِدٌ۔ یعنی آپمیں کثرت نہیں ہے۔ صَمَدٌ۔ یعنے بے نیاز ہے۔ قَادِرٌ۔ اسکا ذکر پہلے آچکا ہے۔ مُقْتَدِرٌ۔ یعنے قدرت اس کی صفت ذاتیہ ہے کسی خارجی چیز سے اسے حاصل نہیں ہوئی۔ مُقَدِّمٌ نیک بختوں کو مقدم رکھتا ہے۔ مُؤَخِّرٌ۔ بدبختوں کو موخر کرتا ہے۔ اَوَّلٌ۔ اُسکی کوئی ابتدا نہیں۔ اٰخِرٌ۔ اُسکی کوئی انتہا نہیں۔ ظَاہِرٌ۔ اسمیں کوئی شک نہیں۔ بَاطِنٌ۔ حواس اسے معلوم نہیں کر سکتے۔ بَرٌّ۔ عارفوں پر مہربانی کرتا ہے۔ تَوَّابٌ۔ گنہگاروں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور انہیں اپنے دروازے کی طرف آنے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ مُنْتَقِمٌ۔ دشمنوں پر قہر و غضب کرتا ہے۔ عَفُوٌّ۔ نیک لوگوں سے درگذر کرتا ہے۔ رَءُوْفٌ۔ اپنے بندوں پر مہربان ہے مَالِکُ الْمُلْکِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ آسمان و زمین کے ملک کا مالک اور بزرگی و عزت والا ہے۔ وَالِیٌ۔ اپنی ولایت میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ مُتَعَالِیٌ۔ اس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ مُقْسِطٌ۔ ہر کام میں عدل کرتا ہے جَامِعٌ۔ اسکی جمع کردہ اشیا متفرق نہیں ہوتیں۔ غَنِیٌّ۔ اسکی غنا غیر متناہی ہے

مُغْنِیْ ۔ بخشش کرنے سے تھکتا نہیں۔ اور نہ ہی اُسے محتاجی عارض ہوتی ہے + دَافِعُ ۔ اپنی ذات و صفات سے حدود و حدوث کو دفع کرتا ہے + نُوْرٌ ۔ یعنے تمام موجودات اُس کے ایجاد سے ہی پیدا ہوئی ہیں۔ اور اسی نے انہیں عدم کے اندھیرے سے باہر نکالا ہے + ضَآرٌّ جو اس کے ساتھ کفر و شرک کرے۔ اسے نقصان و ضرر پہنچاتا ہے + نَافِعٌ جو اس کے ساتھ ایمان لائے۔ اور اُسے واحد جانے۔ اُسے نفع پہنچاتا ہے هَادِیْ ۔ یعنی اہل قبول کو اپنے عرفان کیطرف ہدایت کرتا ہے + بَدِیْعٌ زمین و آسمان اور جو کچھ اس میں ہے سب کا پیدا کنندہ ہے + بَاقِیْ اپنی مخلوق کو فنا کرنے کے بعد بھی باقی رہیگا + چنانچہ فرماتا ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (یعنی زمین پر کی ہر ایک چیز فنا ہوجائیگی ۔ صرف تیرے پروردگار کی ذات ہی باقی رہیگی ۔ جو بزرگی اور کرم والا ہے) وَارِثٌ یعنے تمام مخلوقات کو مار کر زمین و آسمان کا وارث ہوگا۔ اور آسمان کو لپیٹ لینے کے بعد تفرد کا وارث ہے + رَشِیْدٌ ۔ اولیاء کو رشد عطا فرماتا ہے۔ جس سے وہ اُسے کامل طور پر پہچان لیتے ہیں + صَبُوْرٌ ۔ جاہلوں کی جفا پر صبر کرتا ہے ۔ حالانکہ اُن کی جفا سے اُس کی ذات کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا +

مندرجہ بالا ان اسماء کی تشریح ہے۔ جو شرح میں وارد ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں۔ کہ ان میں سے اٹھائیس (۲۸) اسم ذات ہیں ۔ اور اٹھائیس اسمائے صفات ذاتیہ ہیں ۔ اور چالیس اسماء صفات فعلیہ ہیں ۔ ان میں سے ہر ایک اسم کی طویل شرح ہے۔ جس میں اس کے اشتقاق اور تفصیل معانی اور محال و مدارج اور تاویلات اور صور و اشکال وغیرہ کو بیان کیا جاتا ہے اس کتاب میں اس بیان کی گنجائش نہیں ۔ اصل بات تو یہ ہے ۔ کہ جس نے مسمی کو پہچان لیا۔ تو اُس پر اسامی اور ان کے معانی کا بیان کرنا آسان ہوجائیگا۔ اور اللہ ہی کے لئے اسمائے حسنٰی ہیں ۔ انکے ۔ تم اسے پکارو اور جو لوگ اس کے ناموں میں کفر و الحاد کرتے ہیں۔ ان کو چھوڑ دو۔ اللہ تعالےٰ انہیں قیامت کے دن بدلا دیگا۔ اور اس ندامت کے دن انہیں پشیمان کریگا۔ ان میں سے اکثر نام کتاب اللہ میں پائے جاتے

ہیں۔ میں نے ایک کتاب دیکھی ہے جسے ہمارے دوستوں میں سے ایک نے تصنیف کیا ہے۔ اور اس میں ایک ہزار پانچ سو نام سے زیادہ ذکر کئے ہیں۔ اور ہر نام کے لئے قرآن مجید کی ایک آیت بطور شاہد و دلیل بیان کی ہے اور انہوں نے وہ کتاب نہایت ہی عمدہ لکھی ہے +

خدا تعالےٰ کی اکثر صفات اس کے اسماء سے معلوم ہوتی ہیں۔ اور اس کے اکثر اسماء اس کے علم و کلام اور قدرت سمع اور بصر پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً خَبِیْرٌ۔ حَکِیْمٌ۔ حَسِیْبٌ۔ عَلِیْمٌ۔ وامثالہا۔ تو علم پر دلالت کرتے ہیں۔ اور قَابِضٌ۔ بَاسِطٌ۔ مُعْطِی۔ رَحِیْمٌ۔ غَفُوْرٌ۔ مُحیِ۔ مُمِیْتٌ۔ مُتَکَلِّمٌ۔ ھَادِیْ۔ رَشِیْدٌ و امثالہا۔ اس کے کلام پر دلالت کرتے ہیں۔ اور سَمِیْعٌ۔ مُجِیْبٌ۔ وَدُوْدٌ۔ قَرِیْبٌ۔ سَلَامٌ وامثالہا اس کے سمع پر دلالت کرتے ہیں۔ اور بَصِیْرٌ رَقِیْبٌ۔ حَفِیْظٌ۔ وَکِیْلٌ۔ کَفِیْلٌ۔ وَلِیٌّ۔ وَالِیٌ وامثالہا اس کی بصیرت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور خَالِقٌ۔ رَازِقٌ۔ جَبَّارٌ ضَارٌّ۔ نَافِعٌ۔ صَبُوْرٌ۔ شَکُوْرٌ وامثالہا اسکی قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور صَانِعٌ۔ بَارِیٌ۔ صَبُوْرٌ۔ وَھَّابٌ۔ مُقَدِّمٌ۔ مُؤَخِّرٌ وامثالہا اس کے افعال پر دلالت کرتے ہیں۔ اور یہ اسامی قدرت سے مستخرج ہیں۔ اور صفات سمع و بصر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور یہ صفات صفاتِ کلام سے مستفید ہیں۔ اور کلام اس کے علم میں مستقر ہے۔ اور اس کا علم اوّل و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔ اور وہ ہر شئے سے واقف و عالم ہے +

اے طالب حق تمہیں اب اسامی و صفات کے مراتب معلوم کرنے چاہئیں۔ اور ان کے استعمال کی جگہ معلوم کرنی چاہئے۔ یہ یاد رہے۔ کہ اسامی سے بھی وہی مراد ہے۔ جو صفات سے مراد ہے۔ کیونکہ موصوف اور مسمّٰی حقیقت میں ایک ہیں۔ اور صفات و اسامی کی طرح مبادی ہیں۔ مگر متکلمین کہتے ہیں کہ اسم اور مسمّٰی ایک ہی ہے۔ اور تسمیہ اور اسم میں مغایرت ہے۔ کیونکہ اسم تو مسمّٰی کے لئے ایسا ہے جیسے صفت موصوف کے لئے۔ یعنے جیسے صفت موصوف سے جدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح

اسم بھی مسمّٰی سے جُدا نہیں ہوتا۔ پس اسم مسمّٰی کے ساتھ اور تسمیہ مسمّٰی ذاکر کے ساتھ اِس طرح ہے جیسے صفت موصوف کے ساتھ اور وصف واصف کے ساتھ ہوتی ہے۔ یعنی وصف بمنزلہ تسمیہ ہے۔ اور صفت بمنزلہ اسم ہے۔ پس تسمیہ تو اسامی میں متعدد ہے۔ مگر ذات مسمّٰی واحد ہے۔ اور اوصاف بھی بیانِ صفات میں متعدد ہیں۔ مگر ذات موصوف ایک ہی ہے۔ جب تم نے اس دقیقہ کو سمجھ لیا۔ اور معلوم کر لیا۔ کہ صفاتِ باری میں سے کون ذاتیہ ہیں۔ اور کون معنویہ ہیں۔ اور کون غیر قدیمہ ہیں۔ تو اس بات کو جان لو۔ کہ کلام صفت قدیمہ ہے جو اسکی ذات سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔ مگر اسکا کلام صوت و حرف اور آلہ و نغمہ سے نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ایک کمال ہے۔ جو مقتضیاتِ معلومہ میں اس کے علم کے ظاہر ہونے کا باعث ہے۔ اور وہ اسباب جن سے لفظ اور قول میں کلام کے معنے ظاہر ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب کون کو چاہتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ ان سے بالکل پاک اور منزہ ہے۔ یہی حال تمام صفات کا سمجھنا چاہئے تاکہ مشرکین کے شبہات سے نجات حاصل ہو۔ اور متدینین کے زمرہ میں داخلہ نصیب ہو جنکی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۔

دُوسری فصل

صفات کے بیان کی زیادہ تحقیق میں

خدا تعالیٰ فرماتا ہے قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۔ (یعنے اے رسول ان سے کہدو۔ کہ خواہ تم اللہ کہکر پکارو۔ یا رحمٰن کہا۔ سارے اچھے نام اسی کے ہیں۔ اور تم نہ تو نماز میں بلند آواز سے پڑھا کرو۔ اور نہ آہستہ۔ بلکہ اس کے درمیان رستہ ڈھونڈ لو)۔ واضح ہو۔ کہ ربوبیت کا درجہ الٰہیہ سے کم ہے۔ اور الٰہیہ عزت سے کم ہے۔ اور عزت وحدت سے کم رتبہ ہے۔ اور وحدت ہویت سے کم ہے

اور عاقل حقیقت توحید کو معلوم نہیں کرسکتا ۔ جب تک کہ مدارج صفات پڑھ کر مہابط اسامی کیطرف نہ اُترے ۔ اور پھر ان کے حقایق اور اطلاقات و محامد پر نہ چڑھے ۔ کیونکہ ہر ایک اسم کے ایک معنے کے لئے ایک وقت خاص ہے ۔ کہ اسوقت میں اسکا اطلاق جائز ہے ۔ چنانچہ خالق کے اسم کا اطلاق ظہور خلق سے پہلے جائز نہیں ۔ اسی طرح رازق کا اطلاق حصول رزق سے پہلے ناجائز ہے ۔ کیونکہ اگر اسے ازل سے ابد تک خالق و رازق کہا جاوے ۔ تو لازم آتا ہے کہ خلق اور رزق قدیم ہوں ۔ اور اس سے مخلوقات کا قدم لازم آئیگا ۔ اس سے معلوم ہوا ۔ کہ جب سے مخلوقات کو پیدا کیا ۔ اسی وقت سے وہ خالق ہوا ۔ اور جب سے رزق دیا اسی وقت سے رازق ہوا ۔ یہی حال لطف ۔ قہر اور جبر و غفران کا ہے ۔ کہ جب سے یہ افعال اس سے صادر ہوئے تب سے ہی ان اسمار کا اسپر اطلاق ہوا اور یہی حال اسم رب کا ہے ۔ کہ مربوب کے وجود کے بعد ہی اسکا اطلاق اسپر جائز ہے ۔ کیونکہ رب ایسا اسم ہے جسکا اطلاق باری تعالٰے اور اُس کے غیر پر ہوتا ہے ۔ مگر ازلًا و ابدًا اسکا اطلاق جائز نہیں ۔ کیونکہ یہ ربَبَ یَرُبُّ رَبًّا فھو رَابٌّ فذاک مَرْبُوْبٌ سے مشتق ہے ۔ اور جو شخص کسی چیز کی پرورش کرتا ہے ۔ وہ اس چیز کا اکرم ہوتا ہے ۔ پس وہ اس چیز کا رب ہوتا ہے ۔ اور وہ چیز اسکی مربوبہ ہوتی ہے ۔ جیسے ماں اپنے بچہ کی ربہ کہلاتی ہے ۔ کیونکہ وہ اسکی اپنے دودھ سے پرورش کرتی ہے ۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ من اشارات الساعۃ ان تلد الامۃ ربتہا ۔ باپ کو بھی اسی لحاظ سے بچے کا رب کہا جاتا ہے ۔ اور غلام کے مالک کو بھی اسکا رب کہتے ہیں ۔ پس اس لحاظ سے عقل کو نفس کُلی کا رب کہہ سکتے ہیں ۔ اسی طرح سورج ربیع کا رب ہے ۔ اور ربیع نبات کے لئے رب ہے ۔

ربوبیت کا درجہ الٰہیۃ سے کم ہے ۔ کیونکہ رب تو مربوب کو چاہتا ہے ۔ اور آلہ عبد کا متقاضی ہے ۔ کسی چیز کے پرورش کرنے والے کو رب کہہ سکتے ہیں ۔ مگر اسکو آلہ نہیں کہہ سکتے ۔ جب تک کہ وہ مربوب سے پرستش نہ کرائے ۔ اور اسکو غلام نہ بنائے ۔ پس اسوقت رب کو آلہ کہا جائیگا پس اس سے معلوم ہوگیا کہ الٰہیۃ کا درجہ ربوبیت سے بڑھکر ہے ۔ پس ہر ایک الٰہ رب ہے ۔ مگر ہر ایک رب الٰہ نہیں ۔ چنانچہ خداتعالٰے نے فرمایا ہے ۔ ربّ العٰلمین ۔ دوسری

جگہ فرمایا ہے۔ رب السموات والارض۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ اللّٰہُ الذی جعل لکم الارض قرارًا والسماء بناءً۔ دوسری جگہ فرمایا ہے هوالذی فی الارض الٰهٌ وفی الارض الٰهٌ۔ خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ رب کا اسم تو اسپر اطلاق ہوتا ہے جس کے مربوب ہوں۔ اور الٰہ کا اطلاق اسپر ہوتا ہے جس کے بندے ہوں۔ بہر حال ہویت الٰہیۃ اور ربوبیت سی بڑھکر ہے۔ توحید میں اسطرح نہیں کہا جاتا۔ کہ اللہ ھو یا رب ھو۔ بلکہ کہا جاتا ہے۔ ھُوَاللہ الذی لا الٰہ الا ھُو۔ اور ربوبیت اور الٰہیۃ کی تعریف لفظ ھو سے ہی حاصل ہوجاتی ہے۔ اور ھو کی تعریف اسم ربوبیت و الٰہیۃ کے ساتھ جائز نہیں پس وہ ازلًا و ابدًا بذاتہ و وحدانیتہ ھو ہے۔ اور وہ مخلوقات کے مقاصد کے لئے رب ہے۔ اور اللہ اس لئے ہے کہ اُس نے اپنی مخلوقات سے پرستش کرائی۔ پس وہ الٰہ اور رب کی ہویت ہے۔ نہ یہ کہ وہ اپنی ربوبیت اور الٰہیتہ کے ساتھ ھُو ہے۔ اور یہ ایک باریک نکتہ ہے۔ جسے وہی سمجھ سکتا ہے جس کا سینہ خدائیتعالےٰ نے اپنے نور سے روشن کردیا ہو۔ رحمت۔ رضا لُطف۔ تربیت۔ رزق۔ بسط۔ غُفران اور عفو۔ سب کے سب ربوبیت کے اوصاف و نواعق سے ہیں۔ اور قہر۔ سخط۔ ترفع۔ اخذ۔ قبض۔ حساب۔ منع۔ دفع الٰہیۃ کے اوصاف و لوازم سے ہیں۔ اور دیمومیتہ۔ وحدانیت۔ علم قدرت اور خلق ہویت کے لوازم سے ہیں۔ اور پہلا درجہ ہویت کی حقیقت محضہ کا ہے۔ پھر الٰہیتہ کا۔ اور پھر ربوبیت کا۔ پس خدا ئیتعالےٰ اپنی ذات کا ہی عاشق اور اپنی ذات کا ہی معشوق ہے۔ اور کسی کی طرف اسکی نظر نہیں اور نہ ہی کسی اور سے محبت ہے۔ اور وہ بندوں کے لحاظ سے الٰہ۔ حق قہار۔ جبار۔ متکبر ہے۔ جو چاہتا ہے۔ کرتا ہے۔ اور اپنے عاجز اور بیدست و پا مربوبوں کے لحاظ سے رب۔ بَر۔ لطیف۔ رحیم۔ رحمٰن۔ غفار۔ اور ستار ہے۔ اور بندوں کو جو عصیان۔ کفر اور ایمان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ تو اُسکی الٰہیت کی نظر سے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعبدوا ربکم الذی خلقکم (اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا) اور فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شیءٌ عظیم (اے لوگو اپنے رب سے ڈرو بیشک

قیامت کا زلزلہ ایک بڑی چیز ہے) ۔ ایک اور جگہ فرماتا ہے ۔ ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ ومن کفر فان اللہ غنی عن العٰلمین ۔ (جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی لئے شکر کرتا ہے یعنے شکر گذاری کا فائدہ شکر گذار کو ہی ملتا ہے) ۔ اور جو کفر کرتا ہے اسکا وبال بھی خود اپنے اوپر پڑتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ جہان والوں سے بے پرواہ ہے ۔

اور ایک جگہ فرماتا ہے ۔ فوربک لنسئلنھم اجمعین عما کانوا یعملون ۔ فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین ۔ (تیرے رب کی قسم ہم سب سے پوچھینگے ۔ جو وہ کرتے تھے ۔ تو اُسے بجا لا جسکا تم کو حکم کیا جاتا ہے ۔ اور مشرکوں سے منہ پھیر لے) ۔

دُوسری جگہ فرماتا ہے ۔ ان کل من فی السمٰوات والارض الا اٰتی الرحمٰن عبدًا لقد احصٰھم وعدھم عدًا وکلھم اٰتیہ یوم القیمۃ فردًا (نہیں کوئی شخص کہ بیچ آسمانوں اور زمین کے ہے مگر آتا ہے رحمٰن کے پاس بندہ ہوکر البتہ تحقیق گھیر لیا ہے انکو اور گن لیا ہے انکو گن لینے کر ۔ اور سب وہ آنے والے ہیں دن قیامت کے اکیلے ہوکر ۔

اور فرماتا ہے ۔ لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخٰسرین (اگر تو شرک کریگا ۔ تو تیرے عمل ضایع جائینگے ۔ اور تو خسارہ اٹھانیوالے لوگوں سے ہو جائیگا) ۔

اور ایک جگہ فرماتا ہے ۔ ولولا ان ثبتنٰک لقد کدت ترکن الیھم شیئًا قلیلًا واذًا لاذقنٰک ضعف الحیٰوۃ وضعف الممات (اور اگر نہ ثابت رکھتے ہم تجھہ کو البتہ تحقیق نزدیک تھا تو کہ جھک جاوے طرف اُنکی کچھ تھوڑا ۔ اسوقت البتہ چکھاتے ہم تجھہ کو دوگنا عذاب زندگانی دُنیا کا اور دوگنا عذاب موت کا ۔

ایک اور جگہ فرماتا ہے ۔ یاایھا الناس ضرب مثل فاستمعوا لہ ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابًا ولو اجتمعوا لہ وان یسلبھم الذباب شیئًا لا یستنقذوہ منہ ضعف الطالب والمطلوب وما قدروا اللہ حق قدرہ (اے لوگو بیان کی گئی ہے مثال پس سنو اُسکو تحقیق کہ جنکو پکارتے ہو سوائے اللہ کے ہرگز نہ پیدا کرینگے ایک مکھی ۔ اور اگرچہ

اکٹھے ہوں واسطے اسکے۔ اور گر چھین لے ان سے مکھی کچھ نہ چھڑا سکیں اسکو اس سے۔ بودا
ہے مانگنے والا اور جو مانگتا ہے۔ نہ قدر جانی اللہ کی حق قدر اسکے کا۔)

پس اس قسم کی تمام آیات آہیت سے نازل ہوئی ہیں۔ جبکہ اس نے اپنی ربوبیت
کیطرف نظر کی۔ اور فرماتا ہے۔ یاایھا الذین امنوا من یرتد منکم
عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ (اے ایمان
والو جو تم سے اس کے دین سے پھر جائے (تو کچھ پرواہ نہیں بیشک پھر جائے،
عنقریب اللہ ایک ایسی قوم کو پیدا کریگا جسے وہ محبوب رکھیگا۔ اور وہ اللہ سے
محبت رکھینگے)

ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ ان ربک لسریع الحساب وانہ لغفور
الرحیم (بیشک تیرا رب جلد حساب لینے والا ہے۔ اور بیشک وہ بخشنے والا
اور مہربان ہے)

اور فرماتا ہے۔ ماغرک بربک الکریم الذی خلقک (کس
چیز نے تجھ کو دھوکہ میں ڈالا اپنے سخی بزرگ رب سے جس نے تجھ کو پیدا کیا)

دوسری جگہ فرماتا ہے۔ کتب ربکم علیٰ نفسہ الرحمۃ (تمہارے
رب نے اپنے پر رحمت کو لازم رکھا ہے)

اور یوسف علیہ السلام سے حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ ان ربی لطیف
لما یشاء۔ رب قد اتیتنی من الملک و علمتنی من تاویل
الاحادیث فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والآخرۃ
توفنی مسلما والحقنی بالصلحین۔ بیشک میرا رب لطیف ہے
واسطے جس چیز کے چاہے۔ اے میرے رب تونے مجھ کو بادشاہت عطا کی۔ اور
باتوں کی تاویل سکھائی۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی میرا دنیا
اور آخرت میں آقا ہے۔ بحالت اسلام مارنا اور نیکوں سے ملانا۔

ایک جگہ فرماتا ہے۔ رب لاتذر علی الارض من الکافرین
دیارا (اے میرے رب زمین میں کسی کافر کو نہ چھوڑیو)

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ رب
ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی انک انت الوھاب
اے میرے رب مجھے وہ بادشاہت عطا کر میرے بعد کسی کو نہ ہو۔ بیشک تو ہی

عطا کرنیوالا ہے ؎

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل فرماتا ہے کہ رب اغفر لی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا وللمؤمنین والمؤمنات یوم یقوم الحساب۔ (اے میرے پروردگار مجھے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو میرے خانہ میں ایمان سے داخل ہو بخشدے۔ اور مومن مردوں اور عورتوں کو قیامت کے دن ؎

نیز فرماتا ہے یقولون ربنا اننا امنا فاغفر لنا ذنوبنا وقنا عذاب النار ٥ ربنا انک جامع الناس لیوم لا ریب فیہ ان اللہ لا یخلف المیعاد ٥ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا ٥ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ربنا امنا فاکتبنا مع الشاہدین ٥ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ۔ ربنا انک من تدخل النار فقد اخزیتہ۔ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی ٥ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا لا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ ٥ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولنا فانصرنا علی القوم الکافرین ٥ (کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب بیشک ہم ایمان لائے۔ ہمارے گناہ بخش دے۔ اور عذاب دوزخ سے بچا۔ اے ہمارے پروردگار بیشک تو لوگوں کو اکٹھا کریگا اس دن جس میں کچھ شک وشبہ نہیں۔ بیشک اللہ وعدے میں خلاف نہیں کرتا۔ اے ہمارے پروردگار ہدایت کے بعد ہمارے دلوں کو کجرو (ٹیڑھا) نہ بنا۔ اے ہمارے پروردگار بیشک ہم نے ایمان کے لئے منادی کرنیوالے کو سن لیا۔ ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے ہمیں شاہدین کیساتھ لکھ لے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا اور آخرت میں بہتری عطا کر۔ اے ہمارے پروردگار جسے تونے دوزخ میں ڈالا۔ اسے تونے رسوا کیا۔ اے میرے پروردگار مجھے لگا دے یعنے قائم کر دے۔ کہ میں تیری نعمتوں کا شکریہ ادا کروں جو تونے مجھ پر عنائیت کیں اور میرے ماں باپ پر عطا کیں۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں نہ پکڑیو اگر ہم بھول گئے۔ یا ہم سے خطا ہوئی۔ اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ لاد ناجس کے اٹھانے کی ہم کو طاقت

نہ ہو۔ ہمیں معاف کر دے اور ہمارے گناہوں کو بخش دے۔ اور ہم پر رحم کر۔ تو ہمارا آقا ہے۔ اور کافروں پر ہم کو غلبہ عطا کر +

پس اس قسم کی تمام آیات ربوبیت سے نازل ہوئی ہیں۔ اور ان میں رب کی اپنے ضعیف و عاجز مربوبوں کے ساتھ مہربانی کا بیان ہے۔ پھر اپنی ہویت و وحدیت کی طرف نظر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (اللہ گواہی دیتا ہے۔ کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں مگر وہی (یعنے اللہ تعالےٰ) اور فرشتے اور اہل علم انصاف سے قائم ہیں؛ +

ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ کوئی معبود نہیں مگر وہی +)

ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ وَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اور جان لے کہ کوئی معبود نہیں۔ مگر وہی +)

ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ مگر وہی جو ہمیشہ زندہ اور قائم ہے +)

ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (وہی اول آخر ظاہر اور باطن ہے +)

دوسری جگہ فرماتا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (آنکھیں اُسے نہیں پاتیں اور وہ آنکھوں کو پاتا ہے +)

ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (آج کس کی بادشاہت ہے۔ اللہ واحد قہار کی) +

اور فرماتا ہے۔ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۔ اور فرماتا ہے۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ هُوَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ + هو ہی اس خدائے لایزال کی ہویت ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ پس اس قسم کی تمام آیات ہویت واحدیت سے نازل ہوئی ہیں +

قرآن کریم کی آیات تین اقسام پر حاوی ہیں۔ ایک قسم تو ذات باری پر دلالت

کرتی ہو۔ اور دوسری قسم صفات پر۔ اور تیسری افعال پر۔ پس ربوبیت کا مرجع
اور صفاتِ الٰہیہ کا منبع ہویت واحدیت کی ذات کی حقیقت ہے۔ قرآن
مجید ان تینوں اقسام پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلی صفت جس سے ہو
اور آحد موصوف ہوتا ہے۔ وہ صفت الٰہیۃ ہے۔ پھر اس کے بعد ربوبیت ہے
پس صفات کا اصل تو الٰہیۃ ہے۔ اور اسامی کا ربوبیت۔ اور تمام اسما رب
سے مشتق ہیں۔ اور صفات اللہ اور الٰہ سے منخرج ہیں۔ اور وہ خود جمال و جلال کے
پردوں میں پوشیدہ ہے جو الٰہیۃ اور ربوبیت سے اس پر پڑے ہوئے ہیں۔
ان میں ایک تو نارِ عزت ہے۔ اور دوسرا نورِ رحمت ہے۔ اور باقی اسامی و صفات
ان دونوں پردوں کے نقش و نگار ہیں۔ پس جو شخص ان حجابوں میں سے کسی طرف
نظر ڈالتا ہے۔ تو اسپر صفات کی آیات اور اسامی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ اور
جو شخص حجاب کے پرے دیکھتا ہے۔ وہ الٰہیۃ و ربوبیت کے اوپر حق واحد کو پہچان
لیتا ہے۔ اور اغیار کی غلامی سے خلاصی پاتا ہے۔ اور پوشیدگیوں کی ذلت سے
نکل آتا ہے +

پس اے طالبو! تمہیں لازم ہے۔ کہ حقیقت ذات و صفات کا علم حاصل کرو
اور اس بات کو جانتے رہو۔ کہ ذات باری میں نہ کوئی اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ
کوئی عبارت اُسے تعبیر کر سکتی ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے۔ ھُوَ
الْوَاحِدُ الْحَقُّ الْمُبْطِلُ۔ اور یہ بھی واضح رہے۔ کہ صفات میں تعدد نہیں
ہے۔ اور انکی اصل دو صفتیں ہیں۔ ایک الٰہیۃ دوسری ربوبیت۔ باقی سب
انہی میں داخل ہیں۔ صفت الٰہیۃ نے عقل کا حجاب بنایا ہے۔ اور ربوبیت نے
نفس کو حجاب مقرر کیا ہے۔ اور نفس حق واحد کا مربوب ہے۔ اور عقل محق مُبطل
محض ہُو کے پاس ہے۔ پس ان مراتب کو یاد رکھو۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ وَلَا
تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَلَا تَأْمَنُوا مَكْرَ اللّٰهِ وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا
وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا
وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝ وَمَنْ لَمْ
يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَلَا يَرْجُوا اللّٰهَ وَقَارًا ۝ وَلَمْ يَزِدْهُ
مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا تَبَارًا ۝ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا
خَسَارًا ۝

تیسرا باب

امر الٰہی کے بیان میں اور اسمیں تین فصلیں ہیں

فصل اوّل

ظاہر امر کے بیان میں۔

خداتعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (خدا تعالےٰ کے نزدیک عیسےٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی سی ہے۔ کہ اسے مٹی سے پیدا کر کے فرمایا ہوجا۔ تو وہ ہوگیا)

جاننا چاہئے۔ کہ جو چیز عدم سے وجود میں آئی ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کے حکم سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ اُسی نے معدوم کو وجود میں آنے کا حکم دیا تھا۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ اس کا حکم حقیقی ہے۔ اسمیں مجاز کا شائبہ تک نہیں۔ اور نہ ہی وہ کسی ایسے ارادے یا خواہش سے پیدا ہوتا ہے۔ جو تصورات سے پیدا ہوتا ہو۔ وہ مالک الامر اور جبار و قادر ہے۔ جب کسی چیز کے اختراع و ابداع کا ارادہ کرتا ہے۔ تو وہ اُس کے کُنْ کہتے ہی بلا تقدم و تاخر کے موجود ہو جاتی ہے۔ اس کے امر سے کسی چیز کا تخلف ممکن نہیں۔ اس کے امر کو مخلوقات کے امر پر قیاس نہ کرلینا چاہئے۔ کیونکہ وہ تو کسی ایسی چیز کا تصور کرتے ہیں جو انکی کسی غرض سے متعلق ہوتی ہے۔ اور پھر اس کے وجود کے لئے انہیں قوت۔ شوکت۔ آلات زمان۔ اور کارندوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ تاکہ انہیں اپنی خواہش و مراد کے مطابق امر کا انہیں حکم دیں۔ مگر باوجود اس کے بعض اوقات مامور ان کا حکم بجا نہیں لاتا۔ یا تو اسلئے کہ وہ اسے کر ہی نہیں سکتا۔ اور یا اسلئے کہ حکم کنندہ ضعیف ہوتا ہے۔ اور یا اس لئے کہ مامور بہ کا وجود ہی ناممکن ہوتا ہے۔ پھر

اگر وہ کام ہو بھی جائے۔ تو طمع و خوف وغیرہ اغراض کے تشابہ سے خالی نہیں ہوتا۔ تو اسوقت جذب منفعت مقصود ہوتا ہے۔ نہ کہ اسکے حکم کی بجا آوری مگر باریتعالےٰ آلہ۔ غرض۔ لذت۔ تصور فائدہ اور اجتناب مضرت سے پاک و منزہ ہے۔ وہ صرف عاقل و بالغ کو ہی اوامر جزویہ کا حکم کرتا ہے۔ اور صرف اسی ممکن الوجود کو امر فرماتا ہے جو اسکے اوامر کلیہ کے قبول کی استعداد رکھتا ہو۔ اور اسکا امر کسی غرض طاری وساری سے متعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اپنے علم وارادے سے امر کرتا ہے۔ اور معلومات میں اسکا علم تکلف و احتیال سے حاصل نہیں ہوا بلکہ اُسکی بجا آوری انقیاداً و اضطراراً ہوتی ہے۔ اور وہ ماموں کا موجد ہے۔ نہ کہ اسکا محرک۔ اور اسکا مبدع ہے۔ نہ کہ مُدبّر۔ کیونکہ تحریک ایجاد کے بعد ہوا کرتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے جسکو پیدا کیا ہے۔ اپنے امر سے ایجاد کیا ہے پس اس کے اوامر کی بجا آوری میں انکی حرکت وجود کے تابع ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے پہلے معدومات کو وجود کے قبول کرنے کا امر فرمایا۔ اور بعدازاں اُنہیں عبودیت کی ادائیگی کا حکم دیا۔ پس خدا تعالےٰ کا حکم موجودات کے وجود کی علت ہے اور اس سے میری یہ مراد نہیں کہ اُسکے وجود کا سبب ہے۔ کیونکہ سبب ضعیف ہوا کرتا ہے۔ اور اسمیں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ مسبّب کسی اور سبب سے بھی پایا جائے اسلئے وہ موجودات کے وجود کی علت ہے۔ اور معلول بغیر علت کے پایا نہیں جاتا۔ پس سب سے پہلا امر جو خدا نے کیا۔ وہ ایجادِ مخلوق کا تھا۔ جو پہلے عدم میں پوشیدہ تھی۔ اور یہی امر اسکا ارادہ تھا۔ اور تکوین کا اس کے ارادے سے مختلف جائز نہیں۔ اور جب یہ چیز اسکے امر و تکوین سے پیدا ہوئی۔ تو اُس نے حرکت کی۔ اور بڑھ گئی۔ اور سب سے آخری حکم جو خدا تعالےٰ نے فرمایا یہ تھا۔ کہ ایک خشک مٹی کو حکم دیا۔ کہ اہل امر کے لئے اس کا خلیفہ بنے۔ اور ان دونوں امروں کے درمیان اُس نے آسمان و زمین کو حکم دیا۔ کہ تیار ہو جاؤ۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ کہ ہم بدل و جان حاضر ہیں۔ تب اُس نے دو دن کے عرصہ میں انکے سات طبقے بنائے۔ اور ہر ایک آسمان کو اس کے متعلقہ امور کا حکم فرمایا۔ اور آسمان دنیا ہی کو روشنی اور حفاظت کیلئے ستاروں سے مزین کیا۔ بعدازاں آدم علیہ السلام کو کہا۔ کہ ہو جا۔ تو وہ بغیر کسی مادہ محسوسہ یا مدت معلومہ کے محض اسکی صنعت و قدرت سے فوراً ہو گئے۔ اور آدم علیہ السلام اس کے

امر کا ایک سِر ہے۔ جو ایک پاکیزہ مٹی میں داخل ہُوا۔ اور اس سے گویا آدم علیہ السلام
مٹی کی چادر اوڑھے اختیار و اضطرار کے درمیان استفادۂ غیب کے لئے کھڑے
ہو گئے۔ تو خدا تعالےٰ نے اُنہیں تمام اسما اور بعض معانی سکھائے۔ پھر جب
آدم علیہ السلام کا زمانہ گزرے ہوئے عرصہ ہو گیا۔ اور امر بالایجاد کی کیفیت
پوشیدہ ہو گئی۔ مگر نہ مادۂ عقل اور موضع اتصال سے بلکہ عوام کی نظروں سے
تو اللہ تعالےٰ نے عیسےٰ علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اور انہیں انکی والدہ کے پیٹ
میں فرمایا۔ کہ "جا۔ تو وہ بغیر والد اور نطفے کے پیدا ہو گئے۔ اور امر الٰہی نے
ان پر ایسا اثر کیا۔ کہ اُس کی صفت و ثنا کی۔ اور اس کی عبودیت کا اقرار کیا۔
چنانچہ پنگھوڑے میں ہی کہا۔ اِنِّی عَبۡدُ اللّٰہِ اٰتَانِیَ الۡکِتَابَ (میں
خدا کا بندہ ہوں۔ اور مجھے کتاب عطا کی گئی ہے)

عقلمند کو چاہئے۔ کہ یہ بُرا گمان نہ کرے۔ کہ خدا کا حکم آدم علیہ السلام سے
منقطع ہو گیا۔ یا عیسےٰ علیہ السلام سے متصل ہُوا۔ کیونکہ یہ ظن فاسد اُس کی
عقل کی طرف ہی رجوع کریگا۔ خدا تعالےٰ کا امر اُس کی رحمت کی صفت ہی
اور اس کی قدرت شعاع کی روشنی ہمیشہ تک جاری ہے۔ جب تک کہ اسکا
ارادہ معدوم کی ایجاد کا تقاضا کرتا رہے گا۔ مگر کبھی تو وہ حس میں ظاہر ہوتا ہے
اور کبھی عقل میں چھپ جاتا ہے۔ پس اسی ظہور حسی کے وقت عیسےٰ علیہ السلام
کا ظہور ہُوا۔ مگر ان دونوں امروں کے مابین بھی انبیاء علیہم السلام کے عہد
اور موجودیت کی مدت منقطع نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی مامورین کا زمانہ مفقود ہُوا
ہے۔ کیونکہ یہ امر کسی غرض کے لئے نہیں ہے۔ جو کبھی آمر مرکب ذہن
سے صادر ہُوا ہو۔ بلکہ وہ ایک صفت ہے۔ جو آمر کے علم و ارادے کو لازم
ہے۔ جس کے نور اور قدرت کا فیضان ماوریت پر کبھی تو عالم میں ظاہر ہوتا
ہے۔ اور کبھی وجود میں۔ متکلمین امر کو صفات ذاتیہ میں سے شمار نہیں
کرتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ وہ صرف امر کے وقت آمر ہوتا ہے۔ جیسے کہ خلق
کے وقت خالق ہوتا ہے۔ بخلاف علم کے۔ کیونکہ وہ ازل سے عالم ہے۔
اور ابد تک رہیگا۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ ہمیشہ ہی سے خالق ہے۔
کیونکہ اگر یہ کہا جائے۔ تو لازم آئیگا۔ کہ مخلوقات ازلیہ ہیں۔ اور یہی حال امر
کا ہے۔ کہ اگر کہا جائے۔ کہ وہ ہمیشہ ہی سے آمر ہے۔ تو لازم آئیگا۔ کہ

مامورین بھی ازل سے ہی ہوں۔ اور یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ جو ازلی ہو وہ ابدی ہوتا ہے۔ اور جو شے ازلی و ابدی ہے۔ وہ قدیم ہے۔ حالانکہ سوائے خدائے تعالے کے کوئی چیز قدیم نہیں۔ بالحقیقت وہی قدیم ہے۔ مگر تحقیق یہ ہی کہ اُسے مطلق رکھا جائے۔ یعنے اس کے لئے خلق ہے۔ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور اُس کے لئے امر ہے۔ جب چاہتا ہے امر کرتا ہے +

دُوسری فصل

امر کی تحقیق کے بیان میں -

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا اَمْرُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنَاہُ اَنْ نَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (بیشک ہمارا حکم یہ ہے۔ کہ جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو اُسے کہتے ہیں۔ کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے)

اے طالب صادق تمہیں واضح رہے۔ کہ امر ایسا کمال قدرت ہے جو منقطع نہیں ہوتا۔ اور وہ ارادہ اور علم کا فیضان ہے۔ جو ایسے شخص کے لئے ہوتا ہے جس میں خطاب کی استعداد اور اُس کے امتثال کی قدرت ہو۔ امر الٰہی کے تین مرتبے ہیں۔ ایک تو حقیقۃ الامر ہے۔ اور وہ علم ذاتی ہے جو ما کان و ما یکون و لا یکون پر مشتمل ہے۔ اسی سے ارادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور قدرت اسی سے متعلق ہے۔ اور اثبات قول اسی پر صحیح ہے۔ امر الٰہی فعل و انفعال کے قبیل سے نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس میں انقطاع و اتصال ہے وہ صرف اسکا قول اور فعل ہے۔ اور کلام اسکی مراد ہے۔ اور مراد اسکی اس کے علم کے اسرار سے ہے۔ اور اسکا علم اس کی ہویت ہے۔ پس اسکا امر الٰہیہ کی بُرہان اور ربوبیت کا محافظ ہے۔ اس بات کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ کہ الٰہیہ و ربوبیت صفات باری سے ہیں۔ نہ کہ اُس کی ذات۔ پس حقیقت امر اس کی صفات سے متعلق ہے۔ نہ کہ اُسکی ذات سے۔ کیونکہ اُسکی ذات اس بات سے اعلےٰ اور ارفع ہے۔ کہ وہ حکم کرے۔ یا اُسے کوئی حکم کیا جائے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَکَ

اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ: خدا کے لئے ہی خلق وامر ہے۔ پس اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ بڑا ہی بابرکت ہے۔ پس اس کے لئے امر اسی طرح ثابت ہے۔ جیسے کہ ربوبیت اور آلہیۃ ثابت ہے اور وہ آلہیۃ کی طرف نظر کرنے کے وقت امر کی طرف بھی نظر کرتا ہے۔ پس خدا تعالٰے اپنے بندوں کو حکم کرتا ہے۔ مگر ہویت محضہ کی ذات امر ونہی سے موصوف نہیں ہو سکتی۔ اس کے امر کی حقیقت معدوم کو موجود کرنا ہے۔ اور نہی سے مراد موجود کو معدوم کرنا ہے پس وہ حکم بھی کرتا ہے۔ اور نہی بھی کرتا ہے۔ اس معنے کرکے کہ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اور اس امر کی حقیقت نہ تو لفظ کی محتاج ہے۔ اور نہ فعل وزجر کی۔

جو شخص کسی بات کا حکم کرتا ہے۔ تو اس بات سے خالی نہیں ہوتا۔ کہ یا تو وہ حکم طمع کے لئے ہوتا ہے۔ یا طلب کے لئے۔ یا نفع (نفع) کے حصول اور شر کے دور کرنے کے لئے۔ اور جو شخص کسی چیز سے منع کرتا ہے۔ تو وہ نہی بھی اسباب سے خالی نہیں ہوتی۔ کہ یا تو وہ انفعال سے ہوئی ہے۔ اور یا غصے سے۔ یا طبیعت کی نفرت سے۔ اور یہ تم نے معلوم کر ہی لیا ہے۔ کہ اللہ تعالٰے رضا وغضب اور فعل وانفعال سے منزہ ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ اسکا امر اور نہی اس کے علم کے لوازم سے ہے۔ اور اس کے اوصاف وصفات اسکی ذات کے لوازم سے ہیں۔ اللہ تعالٰے امر ونہی کے ساتھ اپنے کمالات طلب نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اپنے امر سے جس بندے پر چاہتا ہے قبضہ کر لیتا ہے۔ پس اس کے امر کی حقیقت اسکا کلام ہے۔ اور اس کا کلام وحی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (اسی طرح ہم نے تمہاری طرف اپنے حکم سے روح کو وحی کیا ہے)

دوسرا مرتبہ اثر الامر ہے۔ اور وہ ربوبیت کا ایک اثر ہے۔ پس اسکی حقیقت تو آلہیۃ سے ہے۔ اور اس کا اثر ربوبیت سے ہے۔ اور امر ایک صورت متشخصہ ہے۔ جیسے کہ تم عنقریب پہچان لوگے۔ اور اثر امر سے مراد اجسام کو حرکت دینا اور ارواح کا اختراع ہے۔ یہ امر اللہ تعالٰے کی صفات سے نہیں۔ بلکہ وہ ملائکہ مقربین سے ایک مقرب فرشتہ ہے۔ جس کے ہاتھ میں روحوں کی کنجیاں ہیں۔ اللہ تعالٰے اسی کی بابت خبر دیتے ہوئے فرماتے

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (تم سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں۔ ان سے کہہ دو۔ کہ روح میرے رب کے حکم سے ہی) پس روح امر سے مستفاد ہے۔ مگر امر ذاتی سے نہیں۔ بلکہ امر ثانی کے آثار سے اور وہ آنیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ نہ کہ وحدت اور ہویت سے ٭

تیسرا مرتبہ صورت الامر کا ہے۔ اور وہ شریعت ہے۔ جو وحی نبوت اور دعوت رسالت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کا مرتبہ اثر الامر سے کم ہے۔ اور اثر کا رتبہ امر سے کم ہے۔ اور اسکی اصلیت یوں سمجھنی چاہئیے۔ کہ حقیقت الامر تو امر الٰہی ہے۔ اور اثر الامر جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ اور صورت الامر ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ ہے امر کے بیان کی تحقیق جو بیان ہوئی۔ لیکن حقیقت امر سے مراد خلق وایجاد اور احیاء واماتت ہے۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے مگر اس کے قول میں عبارت ولفظ نہیں۔ بلکہ وہ لفظ کُنْ ہے۔ لیکن قول ہری کا کُنْ کاف اور نون سے مرکب نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ عقل اول کا افاضہ اور نفس کا استفادہ ہے ٭

اور اثر الامر سے مراد تبلیغ کلام اور اشیاء کو انکے مراتب میں ترتیب دینا ہے اور یہ اس مقرب فرشتے سے ظاہر ہوتا ہے جو ہر وقت درگاہ الٰہی میں کھڑا اس کے جلال میں نظر رکھتا ہے۔ اس فرشتہ کو جبرائیل علیہ السلام۔ طاؤس الملائکہ امین الوحی۔ معلم الملائکہ اور صاحب الشریعت کہتے ہیں۔ اور یونانیوں کی زبان میں اسی کو ناموس اکبر سے ملقب کرتے ہیں۔ تبلیغ شرع اور خدا کی طرف دعوت عباد کی تاسیس اسی کے ذمہ ہے ٭

اور صورت امر سے مراد نبوت اور رسالت اور دعوت اور شریعت ہے۔ اور وہ اس آخری زمانہ میں ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہوئی صورت امر کو اثر امر سے بھی مدد ملتی ہے۔ اور حقیقت امر سے بھی علم کلی کے قبول کرنے کی اعانت پہنچتی ہے۔ اسی لئے ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے جو صورت الامر تھے۔ وحی کو اثر الامر سے قبول کیا۔ اور علم کلی کو جو علم الٰہی ہے۔ حقیقت الامر سے اخذ کیا۔ پس جب آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے جو اثر الامر ہیں۔ مدد لی۔ تو انہوں نے وحی نازل کی۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ اس کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ

(اس کو روح الامین نے تمہارے دل پر نازل کیا ہے) اس آیت میں جبرئیل علیہ السلام کو روح الامین سے پکارا گیا ہے۔ کیونکہ روح اثر الامر سے ہے۔ اور علم کلی کو آپ نے اللہ تعالےٰ سے حاصل کیا تھا۔ چنانچہ اس کی بابت ارشاد ہوتا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ (رحمٰن نے قرآن سکھایا۔ انسان کو پیدا کیا۔ اور اسے بیان سکھایا) پس حقیقت الامر سے مراد علم الٰہی ہے۔ اور سب علام اسی سے نکلے ہیں۔ اور اثر الامر سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ اور وحی و تنزیلات انہی سے ہیں۔ اور صورت الامر ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور شریعت و دعوت اور تکلیف اوامر و نواہی آپ ہی سے ہیں۔ پس آپ بمنزلہ شب قدر کے ہیں۔ کہ جس میں اللہ تعالےٰ بوسیلہ روح حقیقۃ العلم کو نازل کیا۔ اور آپ نے صورت الامر میں بندوں کو باب الٰہی کی طرف بلایا۔
چنانچہ انہی معانی کیطرف اللہ تعالےٰ کے اس قول میں اشارہ ہے۔ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ (بیشک ہم نے اسے (قرآن مجید کو) لیلۃ القدر میں اتارا۔ اور تو کیا جانے کہ لیلۃ القدر کیا ہے۔ لیلۃ القدر ہزار ماہ سے اچھی ہے۔ اسمیں روح اور فرشتے اترتے ہیں۔ اپنے رب کے حکم سے ہر کام میں سلامتی ہے) اب اس جگہ روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ نہ کہ الٰہیت و ربوبیت۔ اور ملائکہ دیگر روحیں ہیں۔ جو اثر الامر سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور كُلِّ اَمْرٍ سے مراد یہ ہے کہ حقیقت سے صورت کی طرف نازل ہوتے ہیں۔ اور سَلٰمٌ سے مراد شریعت ہے۔ اور حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ سے مراد روز قیامت ہے۔ جس میں روح اپنی اپنی قرارگاہ کیطرف چڑھ جائینگے۔ پس یہاں جو چیز حقیقت الامر سے ظاہر ہوئی تھی۔ وہ محض تحقیق و تاویل ہی تھی جو لفظ و عبارت سے خالی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اضداد سے منزہ ہے۔
اِذَاۤ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (اللہ تعالےٰ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔ تو صرف یہ کہدیتا ہے کہ ہو جا تو پس وہ ہو جاتی ہے) اس آیت میں لہٗ کی ضمیر ممکن الوجود کیطرف راجع ہے۔ جو سرادق علم میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ممکن الوجود حس میں تو معدوم ہوتا ہے۔ مگر عقل میں موجود ہوتا ہے۔ چونکہ حس میں معدوم ہونے کے باعث اس کے ایجاد کی حاجت پڑتی ہے۔ اور چونکہ عقل میں

اسکا وجود وامکان ہوتا ہے ۔ اسلئے وہ خطاب ایجاد اور امر تکوین کو قبول کرلیتا ہے +

اور وہ چیز جو انزال امر سے ظاہر ہوتی ہے ۔ وہ کتب منزلہ اور آیات ودلالات بیّنہ ہیں ۔ اور کلمات کے صیغے اختلاف اوقات کے باعث مختلف ہوا کرتے ہیں ۔ جیسے کہ توراۃ ۔ انجیل اور قرآن مجید کی زبانیں مختلف ہیں +

اور صورتِ امر سے جو چیز ظاہر ہوئی ہے ۔ وہ شریعت اور دعوت ہے ۔ شریعت تکلیف پر مشتمل ہے ۔ اور تکلیف کے دو حکم ہیں ۔ ایک تو امر جبروی ہے ۔ یعنی بندوں کو طبیعت سے کھینچکر شریعت کی طرف لانا ۔ اور روحوں کو دنیا سے کھینچکر آخرت کی طرف لے جانا ۔ اور دوسرا حکم نہی ہے ۔ یعنی بندوں کو خواہشات کے سمندر میں انہماک سے منع کرنا ۔ اور آرزوؤں کے شبہات میں غرق ہونے سے بچانا +

پھر امر شرعی کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک علمی ہے ۔ اور اس سے مراد اقرار اور تصدیق کو لازم پکڑنا ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ۔ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (اور کلمہ تقویٰ ان کے ساتھ لازم کیا)

اور دوسری عملی ہے ۔ اور اس سے مراد خدائیتعالےٰ کی عبادت اور اس کی شرع کی متابعت ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ۔ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ (اور نماز قائم کرو) اور یہ وجدان حرکت کی طرف اشارہ ہے ۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے ۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں) اور یہ عدم حرکت ہے +

اسی طرح نہی کی بھی دو قسمیں ہیں ۔ ایک تو قول ترک سے منع کرنا ۔ جیسے ارشاد ہوتا ہے ۔ لَا تَقُولُوا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوا (تین خدا نہ کہو ۔ اور اس سے باز آ جاؤ) اور دوسری فاحش باتوں سے روکنا ۔ پھر اس قسم کی آگے دو قسمیں ہیں ۔ ایک تو ارتکاب معاصی سے منع کرنا ۔ جیسے فرماتا ہے ۔ کہ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ (اس جان کو قتل نہ کرو ۔ جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے ۔) دوسری جگہ فرمایا ہے ۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ (بیشک شراب اور قمار اور انصاب اور ازلام ناپاک شیطانی کاموں سے ہیں ۔ ان سے بچتے رہو) + اور دوسری

طرف خباثت اور افعال قبیحہ کے ساتھ عبادات کو بجا لانے سے روکتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ (اے ایمان والو جب نماز کے لئے تم اٹھو تو تم اپنے چہروں کو دھو) دوسری جگہ فرماتا ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ۔ وضو کا حکم اگرچہ بصیغہ امر ہے۔ مگر اس سے صیغہ نہی بھی سمجھا جاتا ہے۔ یعنے لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ اِلَّا بَعْدَ الْوُضُوْءِ وَغَسْلِ الْاَعْضَاءِ الْمَامُوْرِ (یعنے نماز کے قریب نہ جاؤ۔ جب تک کہ وضو یعنے اعضائے ماموره کو نہ دھولو) ؎

پھر امر شرعی کے لئے جس کی ہم نے علمی اور عملی دو قسمیں بیان کی ہیں دو حکم ہیں۔ امر علمی جس سے مراد دعوت الی المعرفت ہے۔ اسکا حکم اصول کا سا حکم ہے۔ کہ اس کے نہ ماننے سے کفر اور ابدی عذاب پیدا ہوتا ہے اور امر عملی جس سے مراد دعوت الی التعبد ہے۔ اسکا حکم فروع کا سا علم ہے یعنی اگر سہواً اسکی نافرمانی کرے۔ تو خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر بالقصد و عمداً نہ مانے۔ اور اس کے کرنے سے انکار کردے۔ تو وہ ہلاکت اور عذاب الیم کو پیدا کرتا ہے۔ اور ان دونوں کے ماننے میں ثواب جزیل ہے اس امر کی دو قسمیں اور بھی ہیں۔ یعنی کلی جس سے مراد دعوت الی الاسلام ہے۔ اور جزوی یعنے ارکان اسلام اور ایمان کا حکم جو شارع علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ پس خطاب کا درجہ امر سے کم ہے۔ اور وہ امر جو صورت الامر سے صادر ہو۔ وہ اثر الامر سے کم ہے۔ اور اثر الامر حقیقت الامر سے کم ہے۔ اور یہی امر اللہ تعالےٰ کی طرف نسبت کیا گیا ہے۔ اور اسکی مخالفت سے شرک پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۔ پس یہ امر صورت امر ہے۔ اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ؎

پس اے طالب صادق ان مراتب امر کو معلوم کرلو۔ اور اس بات کو تحقیق شرح سے جان لو۔ کہ حقیقت میں امر خدا تعالےٰ کے لئے ہے۔ اور بعد ازاں اس کے رسول کے لئے جو صاحب الاثر ہیں۔ اور جبرئیل اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے درمیان واسطہ ہیں۔ اور ان دونوں کے سوا جس نے امر کا دعوےٰ کیا

وہ کافر مطلق ہے۔ پس تم قیامت کے دن سے ڈرو۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ اسلئے تمہیں لازم ہے کہ خدا کے اوامر ونواہی کو بجا لاؤ۔ اور اس کے خطاب و کلمات کی اطاعت ومتابعت کرو۔ کیونکہ مومن اللہ تعالےٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور کافر خدا کا مخالف ہوتا ہے۔ اور خلافت خلاف سے بدرجہا بہتر ہے۔ جب تمہیں یہ بات معلوم ہو گئی کہ صورت الامر محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں تو اس بات کو بھی جان لو۔ کہ ہر صورت کے لئے ایک ظل ہوا کرتا ہے۔ اور صورت الامر کا ظل خلیفہ عصر اور لوگوں کا امام ہے۔ پس تمہیں چاہئے کہ ظل امر کے نیچے آجاؤ۔ تاکہ قیامت کے دن جسدن کوئی سایہ نہ ہوگا۔ خدا تمہیں اپنے سایہ میں بٹھائے۔

چوتھا باب

خدا تعالےٰ کے فعل اور خلق کے بیان میں

اور اس میں دو فصلیں ہیں

فصل اوّل اس کے ظاہری افعال ومخلوقات میں

خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِىْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِىْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗ اَنْدَادًا ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ واضح ہو کہ فعل قدرت کا اثر ہے۔ اور قادر درحقیقت وہی

ذات باری ہے۔ اور تمام افعال جزویہ وکلیہ اسی کی طرف منسوب ہیں۔ مگر جزئیات دفعات زمان کی طرف منسوب ہیں۔ کیونکہ وہ انکی محتاج ہیں۔ پس جزئیات تدبیر کی جہت سے ہماری طرف منسوب ہیں۔ اور کلیات تقدیر کی جہت سے خدا کی طرف منسوب ہیں۔ کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے۔ فعل انسانی مادہ۔ مدت۔ آلہ۔ غرض۔ مقصود۔ حرکت اور قوت کا محتاج ہے۔ مگر باری تعالےٰ ان اسباب کے بغیر ہی فاعل ہے۔ کیونکہ مادہ۔ مدت۔ آلہ اور حرکت وغیرہ اسباب کا وہی خالق ہے چنانچہ اگر صاحبِ تخت اگر تخت بنوانا چاہے۔ تو پہلے اُسے لکڑی کی ضرورت پڑیگی جو مادہ ہے۔ اور پھر کسی بنانے والے کی۔ اور وہ آلہ ہے۔ اور پھر بنانے کی جو مدت ہے۔ اور پھر حرکت کی۔ یعنی لکڑی کو چیرنے پھاڑنے کی۔ اور غرض کی جو تصور سریر ہے۔ اور مقصود کی اور وہ اجر ہے۔ مگر خدا تعالےٰ جو کچھ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ بغیر ان اسباب کے ہی پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے ہیولیٰ اولےٰ کو بمنزلہ مادہ کے پیدا کیا۔ اور عقل ونفس کو بمنزلہ آلہ کے بنایا اور آسمان کو بمنزلہ مساد کے پیدا کیا۔ اور تمام جہان کو بمنزلہ مکان کے بنایا۔ اور پھر حرکت کو پیدا کر کے اس کے ذریعہ جو کچھ چاہا بنا دیا۔ بغیر اس بات کے کہ اس کو انکی حاجت یا ضرورت تھی۔ پس فاعلِ حقیقی وہی ہے۔

فعل کے کئی مراتب ہیں۔ پہلا مرتبہ تو ابداع کا ہے۔ یعنی بلاواسطہ کسی چیز کو ظاہر کرنا۔ اور دوسرا مرتبہ خلق کا ہے۔ یعنی کسی چیز کو بواسطہ دوسری چیز کے بنانا۔ پہلے کی مثال ایجادِ عقل ہے۔ اور دوسرے کی ایجادِ نفس جو عقل کے واسطہ سے پیدا ہوا۔ تیسرا مرتبہ صنعت کا ہے۔ جو خلق کے مرتبہ سے بھی نیچے ہے۔ پس ہم کو خالق نہیں کہہ سکتے۔ البتہ صانع کہہ سکتے ہیں۔ پھر صانع کے بھی دو معنے آیا کرتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ کئی اشیاء کو ترتیب دیکر ایک چیز بنانا۔ جیسے نجاری وخیاطت وغیرہ۔ اور ان معنوں میں یہ اسم اللہ تعالےٰ اور اس کے بندوں میں مشترک ہے۔ اور دوسرے معنے یہ ہیں۔ کہ کسی چیز کو ایجاد کرنا۔ اور اُسے حرکت دینا۔ یہ معنے صرف باری تعالےٰ کے ساتھ ہی مخصوص ہیں۔ اور اس میں کوئی شریک نہیں۔

خلق بمعنی صنع تو تمام طور پہ مستعمل ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ تَبَارَکَ

اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ؕ مگر صُنع بمعنے خلق خاص موقعوں پر استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ صُنْعَ اللّٰہِ ۔ وَاللّٰہُ صَانِعُ کُلِّ شَیْءٍ ؕ

چوتھا مرتبہ فعل کا بمنزلہ صُنع کے ہے۔ لیکن اس سے کم درجہ کا۔ کیونکہ ہر صُنع کو فعل کہ سکتے ہیں۔ اور ہر فعل کو صنع نہیں کہ سکتے۔ مثال کے طور پر دیکھو۔ کہ کسی امر و فعل کے فاعل کو اکثر صانع کہ لیا کرتے ہیں۔ مگر فاعل صرف عامل کو ہی کہتے ہیں۔ پس صانع بمنزلہ اُستاد کے ہے۔ اور فاعل بمنزلہ شاگرد کے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ صُنع و فعل تو لوازم ربوبیت سے ہیں۔ اور خلق اور ابداع لواحقِ الٰہیۃ سے ہیں۔ اور قادر حقیقی حفظ واحد قہار ہی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ ھُوَ الْقَاھِرُ فَوْقَ عِبَادِہٖ ۔ پس جب تمہیں فعل۔ صُنع اور خلق میں فرق معلوم ہوگیا۔ تو اس بات کو جان لو۔ کہ عمل کا رُتبہ فعل سے کم ہے۔ کیونکہ فعل کا اجرا کسی کے حکم و امر سے نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ فاعل خود مختار ہوا کرتا ہے مگر عامل خود مختار نہیں ہوا کرتا۔ وہ کسی کے حُکم سے کام کیا کرتا ہے۔ پس فاعلِ حقیقی تو خدا تعالےٰ ہے۔ اور عامل اسکا مطیع فرمان ہے ؕ

خدا کے افعال کی دو قسمیں ہیں۔ ظاہر و باطن۔ یعنی محسوس و معقول۔ پس اس کے افعالِ محسوسہ ظاہرہ تو وہ ہیں جن کی طرف خارج میں اشارہ ہو سکتا ہے۔ جیسے زمین۔ آسمان۔ پہاڑ۔ عناصر مرکبہ۔ نباتات۔ معادن۔ حیوان اور انسان وغیرہ۔ اور ہماری گفتگو بھی انہی میں ہے۔ کیونکہ ہماری طبیعتیں چونکہ حس کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہیں۔ اسلئے محسوسات بہ نسبت معقولات کی ہمارے ذہن کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے اپنے افعال ظاہرہ کو اپنی آیات باطنہ کا آئینہ بنایا ہے۔ اور بینات حقیقت کو افعال محسوسہ کی شکل میں ظاہر کیا ہے۔ یہ افعالِ ظاہرہ بمنزلہ حروفِ تہجی و مقطعات کے ہیں۔ کہ اُستاد پہلے شاگرد کو انہی کا سبق دیتا ہے۔ ان کے بعد اسکے مرکبات سکھلائے جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے بھی ابتداء افعال ظاہرہ جیسے آسمان و زمین وغیرہ بچوں کو سمجھانے اور مستفید ہونے کی طرف عام قریب کرنے کے لئے بنائے ہیں۔ پس وہ بمنزلہ حروف تہجی کے ہیں اب جو شخص ان حروف کو پڑھکر طفولیت کی پستی سے اوپر نہ چڑھیگا۔ تو وہ اس کے مکتوبات کو پڑھنے اور سمجھنے کی طاقت کیسے حاصل کریگا ؕ

جب اللہ تعالےٰ نے اپنے افعال ظاہر کئے۔ اور فعل کی بنیاد کو قائم کیا۔ تو زمین و آسمان اور پہاڑ اور اونٹوں کو ظاہر کیا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اَفَلَا یَنظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ۔ اور اونٹ کا ذکر اس واسطے فرمایا۔ کہ وہ بڑا عظیم الجسم اور قوت والا ہوتا ہے۔ بھاری بھاری بوجھ اٹھاتا ہے۔ اور اس کا خرچ بہت کم ہے۔ کیونکہ درختوں کے پتوں کو کھا کر گذارہ کر لیتا ہے۔ اور نفع بہت ہے۔ نہایت حلیم ہوتا ہے۔ اور آسانی سے تابع رہتا ہے۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مومن کو اونٹ سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ "مومن نہایت نرم مزاج اور نرم دل ہوتے ہیں جیسے کہ سدھایا ہوا اونٹ اگر اسے چلائیں تو چلنے لگتا ہے۔ اور اگر کسی پتھر کے پاس اترنے کے لئے بٹھائیں۔ تو بیٹھ جاتا ہے"

پس اللہ تعالےٰ نے اپنے افعال ظاہرہ کو بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے اونٹ کا ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ ہماری نظر میں ایک بہت بڑا جانور معلوم ہوتا ہے۔ اور ہماری طبیعتوں سے زیادہ قریب ہے (کیونکہ اسے ہر روز ہم دیکھتے ہیں) اور نیز اس لئے کہ طالب اس سے اخلاق حسنہ حاصل کرلے۔ یعنی اس جیسی نرمی۔ حلم۔ اطاعت۔ قناعت۔ بوجھوں کا اٹھانا۔ اور تکالیف برداشت کرنا سیکھ جائے۔ اور چلنے اور حرکت کرنے میں تانی اختیار کرلے۔

اونٹ کے ذکر کے بعد اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو آسمان میں غور کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ اس کی بلندی کی کیفیت میں غور کریں۔ کہ کس طرح وہ بغیر ستونوں کے کھڑا ہے۔ اور کیسا لطیف اور صاف ہے۔ اور کس تیزی سے حرکت کر رہا ہے+

اس کے بعد زمین کی طرف توجہ کرنے کی طرف رغبت دلائی ہے۔ کہ اس کی کمیت و مقدار کتنی بڑی ہے۔ اور ایسی مطیع ہے۔ اور نباتات کی اس میں کیسی پرورش ہوتی ہے۔ اور اپنے جواہرات و اسرار کو کس طرح چھپائے رکھتی ہے۔ اور کیسی مہربان اور حلیم ہے۔ کہ کافر اور فاسق اور مومن و منافق سب اسے اپنے پاؤں کے نیچے روندتے ہیں۔ اس کے بعد پہاڑوں کی طرف متوجہ کیا ہے۔ کہ وہ کیسے وقار و ثبات اور رسوخ سے کھڑے ہیں۔ کہیں ان سے پانی کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ اور کہیں وہ جواہرات اگل رہے ہیں۔ پس پہاڑ درختوں

نہروں چشموں اور معادن پر شامل ہیں۔ کیونکہ اگرچہ بعض جگہ ان میں یہ چیزیں دکھائی نہیں دیتیں۔ مگر ان کے اندر بے شمار عجائب و غرائب اشیاء بھری پڑی ہیں۔ اور زمین کی صورت بھی اگرچہ یہی ہے۔ جو دکھائی دے رہی ہے۔ مگر اسمیں بے شمار فوائد اور نفائس غیر محسوسہ ہیں۔

اسی طرح آسمان کی صورت بھی دکھائی دیتی ہے۔ مگر اس میں نہایت ہی لطیف و عجیب حکمی دوائر ہیں +

اور اونٹ کی صورت بھی اگرچہ محسوس ہے۔ مگر اس میں بھی بہت سے اخلاقِ حمیدہ اور اوصاف جمیلہ ہیں۔ جو طلاب حقائق پر پوشیدہ نہیں ہیں +

پس آسمان اور اس کی رفعت تو شخصِ عالم اور اجزاءِ معقول کی طرف اشارہ ہے۔ اور زمین اور اس کی سطح میں ظاہری مکان اور اس میں چیزوں کے نشو و نما پانے اور قرار پکڑنے کی طرف اشارہ ہے۔ اور پہاڑوں کے ذکر سے جمادات اور ان کی اصناف کی طرف اشارہ ہے۔ اور اونٹ میں حیوانات کی انواع و اقسام کی طرف اشارہ ہے +

پس اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں گویا اپنے تمام افعال ظاہرہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ ان کے سوا اللہ تعالےٰ کے لئے اور کوئی شئے افعال ظاہرہ سے نہیں ہے۔ کیونکہ ان چار مختصر کلمات میں تمام محسوسات داخل ہیں۔ کیونکہ محسوسات کی چار قسمیں ہیں۔ یا تو وہ دائمہ ہیں۔ یا مستخیلہ۔ یا ساکنہ یا متحرکہ۔ پس اونٹ کے ذکر سے متحرکات کی طرف اشارہ ہے۔ اور زمین سے مستحیلات کی طرف۔ اور جبال سے ساکنات کی طرف۔ اور آسمان سے دائمات کی طرف۔ ان کلیات کی جزئیات اور اجزاءِ ظاہرہ میں منطقیوں کا اختلاف ہے۔ کہ آیا وہ ذہن اور خارج میں موجود ہو سکتے ہیں۔ یا نہیں۔ اگر کوئی شخص اس سے یہ وہم کرنے لگے۔ کہ وہ ان جزئیات کو شمار کر سکتا ہے۔ تو یہ اس کی غلطی ہے۔ کیونکہ افعال باری کی کوئی انتہا نہیں۔ کیونکہ وہ قدیم ہے۔ اسے مادہ و مُدت کی ضرورت نہیں۔ اور نہ وہ کسی کام سے تھکتا ہے۔ بلکہ ہمیشہ جیسے چاہتا ہے کرتا رہتا ہے۔ کوئی شخص اس کے افعال کو شمار کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی اس کے افعال کا حصر ممکن ہے۔ اس کے تمام افعال نعمتیں ہیں۔ جو اس سے صادر ہوئیں

کیونکہ نعمت سے مراد شرف وکمال کا عنایت کرنا ہے۔ اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ نعمت وجود سب سے اعلیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ فاعل ہے یعنی موجد و محرک ہے۔ مگر ایسا موجد نہیں جو تحرک و اشتغال کے معنی میں ہے۔ کیونکہ اسے ایک کام دوسرے کام سے روک نہیں سکتا۔ وہ ہر دن ایک نئی شان میں ہوتا ہے۔ پس اس کے تمام افعال یہ ہیں کہ اُس نے تمام اشیاء کو محض اپنے فضل و کرم اور ایجاد و انعام سے کتم عدم سے نکالکر فضاءِ وجود میں موجود کر دیا۔ تو اس کے افعال و انعام کا شمار کرنا انسانی قوت سے غیر ممکن ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان کو شمار کرنے سے منع بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہ کر سکو گے) یہ تو خدا تعالیٰ کے افعالِ کلیہ کا بیان تھا۔ لیکن اس کے افعال جزئیہ اگرچہ محصور نہیں ہیں۔ مگر پھر بھی ان میں سے بعض جزئیات ہمارے اجسام میں ظاہر ہیں۔ جیسے ہمارے اعضائے رئیسہ جگر۔ دماغ۔ دل۔ گردے وغیرہ اور اعضائے آلیہ جیسے ہاتھ پاؤں سر اور عمال حواس جیسے زبان۔ کان۔ آنکھیں منہ وغیرہ۔ اسی طرح اعصاب عضلات۔ اور عروق وغیرہ۔ دل کی پیدائش بھی خدا تعالیٰ کے افعالِ ظاہرہ سے ہے۔ اور اس سے مراد شکلِ قلب ہے نہ کہ حقیقتِ قلب۔ کیونکہ حقیقتِ قلب حقیقتِ افعال میں مذکور ہے۔ خدا تعالیٰ نے دل کی صورت صنوبری بنائی ہے۔ اور اسے منکوس لٹکایا ہے۔ اور اسمیں بارہ قطرے خون پیدا کیا ہے۔ اور روح حیوانی کا محل بھی اسے ہی بنایا ہے۔ دل کے بعد خدا تعالیٰ نے جگر کو پیدا کیا۔ اور اس کے اوپر بالوں جیسی باریک رگوں کو پیدا کیا۔ اور ان میں خون جاری کیا۔ اور اس کے بعد آلۂ تناسل پیدا کیا۔ اور اسمیں تمام بدن کے پٹھے اور رگیں جمع کر دیں۔ اور اسے توالد و تناسل کا ذریعہ بنایا۔

جعل و فعل دونوں کے ایک ہی معنے ہیں۔ کیونکہ وہی جاعل ہے۔ اور وہی فاعل۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ وہی ظلمات و نور کا جاعل ہے۔ اور شخص بنفس کا فاعل۔ اور آسمان و زمین کا خالق ہے۔ پس عالم کی تمام اشکال اور بندوں کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے افعال ظاہر ہیں۔ جس شخص نے اس کے افعال میں اسے پہچان لیا۔ اور اس بات کو جان لیا۔ کہ وہ فاعلِ کل ہے۔ اور اس کے فعل

میں تغیر و تبدل نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی وہ کبھی منفعل ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ اللہ تعالے کا فعل کسی علت و آلہ سے نہیں ہوا کرتا۔ اور اس کے سوا جہان کا کوئی صانع و فاعل نہیں ہے۔ پس اے طالب حریص تمہیں باری تعالے کے افعال ظاہرہ میں غور کرنا چاہئے۔ اور فطرت اللہ میں فکر کرنا چاہئے جس پر خدا تعالے نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اسکی پیدائش کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

دوسری فصل

باریتعالے کے افعال کے حقائق کے بیان میں

خدا تعالے فرماتا ہے۔ قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ان سے کہدو۔ کہ غور کریں زمین و آسمان میں کیا کیا نشان ہیں)

واضح ہو۔ کہ اللہ تعالے نے بندوں کو پہلے خدا ہر علم کیطرف نظر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ افہام و حواس کے زیادہ قریب ہیں۔ پھر معرفت و توحید کے سیکھنے کرنے کے بعد عالم کی بدائع و صنائع میں غور کرنے کو کہا ہے۔ کیونکہ ظاہری افعال حواس و حرکات ہیں۔ اور باطنی افعال بینات و آیات ہیں۔ اور معرفت آیات میں ہی نظر کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا (جب اُن کے سامنے ہماری آتیں پڑھی جاتی ہیں۔ تو وہ اُن کا ایمان بڑھاتی ہیں) پس تمام معقولات اللہ تعالے کیطرف سے نفوس کے لئے نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالے نے عقل اور حس کی دونوں طرفوں میں بندوں پر اپنے افعال سے انعام کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (اُس نے تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں کامل و پوری کی ہیں)

ظاہری نعمتیں تو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اور باطنی نعمتیں آفاق و نفوس میں اس کی آیات جلالیہ کے دلائل ہیں۔ آفاق میں تو روحانیات ہیں۔ جو تمام اطراف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور انکی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم تو فرشتے ہیں۔ جنہیں انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ وہ خدا تعالے کی نافرمانی نہیں

کرتے۔ ان سے بعض عرش کے اردگرد طواف کر رہے ہیں۔ اور بعض انسانوں کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں۔ اور بعض ان میں بہت ہی مقرب ہیں۔ جنہیں کروبین کہتے ہیں۔ اور بعض ان میں سے خدا تعالےٰ کی تقدیس بیان کرتے ہیں + روحانیات کی دوسری قسم جن و شیاطین ہیں۔ جنکی بہت سی اقسام ہیں۔ بعض ان میں سے گمراہ ہیں۔ اور بعض مکار اور دھوکے باز ہیں۔ اور بعض ان میں سے مومن ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتوں اور انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں۔ فرشتے آسمان پر رہتے ہیں۔ اور زمین کے اردگرد تسبیح پڑھتے ہیں۔ اور شیاطین زمین پر رہتے ہیں وہ آسمان پر نہیں جا سکتے۔ یہ سب خدا تعالےٰ کے افعال باطنہ سے ہیں۔ علاوہ ازیں خداوند تعالےٰ نے اور بھی روحانیات پیدا کئے ہیں۔ جن سے بعض افلاک اور ان کے دوائر سے مخصوص ہیں۔ اور بعض ان کوکب کے ساتھ خاص ہیں جو سیارہ ہیں۔ اور بعض کواکب ثوابت کے ساتھ مختص ہیں۔ چنانچہ بعض روحانیات مریخ کے ساتھ خاص ہیں۔ اور بعض شمس کے ساتھ۔ اور اسی طرح ہر ایک ستارے کے ساتھ خاص خاص روحانیات مقرر ہیں۔ یہ سب خدا تعالےٰ کے افعال حقیقیہ سے ہیں۔ کواکب ثابتہ میں سے ہر ستارے کے لئے پانچ پانچ روحانیات ہیں۔ فرشتوں سے بعض عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور اس کے گرد تسبیح و تقدیس میں مشغول ہیں۔ پس یہ سب آفاق میں اللہ تعالےٰ کی نشانیاں ہیں۔ اور اللہ تبارک و تعالےٰ نے اپنے بندوں کو آسمانوں اور زمین کی طرف غور اور نظر کرنے کا اسی لئے حکم فرمایا ہے۔ کہ وہ ان سے عبرت حاصل کریں۔ اور تاکہ ان افعال ظاہرہ میں اس کے افعال باطنہ ظاہر ہو جائیں +

خدا تعالےٰ کے وہ باطنی افعال جو نفوس میں ہیں۔ یہ ہیں۔ خواطر۔ اوہام بری اشیاء کو برا خیال کرنا۔ اور اچھی چیزوں کو اچھا سمجھنا۔ طبائع میں اخلاق حسنہ کا پیدا کرنا۔ اور ان کے دلوں میں لطائف کا موجود کرنا۔ قوائے دراکہ و انفعالہ و ذکرہ و مفکرہ و حافظہ و متخیلہ وغیرہ کا پیدا کرنا۔ اور ہوا و حرص کی کدورت سے نفوس کا باہر نکل آنا۔ اور اللہ تعالےٰ کے عرفان کی طرف دلوں کا راغب ہونا۔ وغیر ذلک اس کے افعال خفیات سے ہیں۔ کیونکہ دلوں کی باگیں اور سینوں کی چابیاں اس کے دست تصرف میں ہیں۔ جس طرح سے چاہتا ہے انہیں کھولتا اور بند کرتا ہے۔ اور جس طرف چاہتا ہے

ہے۔اور وہی دل میں اپنے افعال خفیہ سے ایمان۔احسان۔تقرب۔توفیق اعمال صالحہ۔نیک باتوں کا الہام وغیرہ امور ڈالتا ہے۔اور اسی طرح نفس امارہ میں بھی اپنے اعمال خفیہ ڈالتا ہے۔جیسے نور ہدایت کا گم ہو جانا۔اچھی باتوں سے نفرت کرنا۔عمل صالح سے دل کا اعراض کر لینا۔دل میں بدنیت کا پیدا ہوتا وغیرہ۔ کیونکہ حقیقت میں خیر و شر کا فاعل وہی ہے۔اور وہ دونوں اللہ کے افعال سے ہیں اسی لئے شارع علیہ السلام نے تقدیر پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔اور فرمایا ہے کہ بھلائی برائی میٹھا کڑوا سب خدائے تعالےٰ کی طرف سے ہے۔اس پر ایمان لاؤ۔ جب جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی بابت سوال کیا۔تو آپ نے فرمایا۔"ایمان یہ ہے کہ تم خدائے تعالےٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔اور نیز مرنے کے بعد جینے اور جنت و دوزخ اور خیر و شر کی تقدیر پر ایمان لاؤ"۔پس خیر و شر اور نفع و ضرر کا اجرار خدائے تعالےٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔اور یہ سب کے سب اللہ تعالےٰ کے افعال باطنہ ہیں۔ اور وہ نفوس میں اسی طرح جاری ہیں۔جیسے آفاق میں روحانیات جاری ہیں۔پس اللہ تعالےٰ نے آفاق و نفوس میں اپنی آیات و نشانات کے آئینے بنائے ہیں۔اور ان میں اپنے افعال جاری کر کے دونوں طرفیں ظاہر کر دی ہیں۔تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ وہی قادر مطلق اور واحد و قہار ہے۔خلاصہ کلام یہ ہے۔کہ یہ جہان اور اس کے اجزا تو خدائے تعالےٰ کے افعال ظاہرہ سے ہے۔اور جو کچھ نفس عالم اور اس کے اجزار میں ہے۔وہ اس کے افعال باطنہ سے ہے۔اور عالم جو چیز معقول ہے۔وہ پوشیدہ ہے۔کیونکہ معقولات محسوسات سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔جیسے کہ اس کے اعمال باطنہ افعال ظاہرہ سے مستور ہیں۔اسکے افعال ظاہرہ کا محل اشخاص ہیں۔ اور افعال باطنہ کا محل نفوس و عقول ہیں۔خدائے تعالےٰ کی آیات باطنہ پہلے آسمانوں میں ظاہر ہوئیں۔اور پھر زمینوں میں۔اور پھر انسان میں۔چنانچہ جب انسان کے ذکر کی نوبت آئی۔تو فرمایا ہے۔وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ پہلے ان نشانیوں میں غور کرنے کا حکم دیا جو عالم میں ہیں۔اور پھر نفوس میں فکر کرنے کو کہا۔تاکہ آفاق و نفوس کی دونوں نشانیاں جمع ہو جائیں۔پھر اپنے نہایت ہی لطیف افعال کو قالب انسانی میں ودیعت رکھا۔اور پھر سارے بدن سے اعضائے رئیسہ کو انتخاب کیا اور ان میں سے ہر ایک عضو میں اپنے افعال خفیہ پوشیدہ کئے۔چنانچہ دماغ میں

حس مشترک۔ تمیز۔ تذکیر۔ حفظ۔ خیال اور فکر کو پیدا کیا۔ اور پھر حس مشترک کی پانچ قسمیں کیں۔ اور ان پانچوں میں اپنے افعال خفیہ کو ظاہر کیا۔ یعنی حواس ظاہری کو بنایا۔ اور بینائی کو آنکھ میں اور شنوائی کو کان میں اور قوت شامہ کو ناک میں اور ذائقہ کو زبان وحلق میں اور قوت لامسہ کو سر سے پاؤں تک تمام بدن میں پیدا کیا۔ اور اپنے بعض افعال خفیہ کو دل میں جاری کیا۔ جیسے حیات حس حقیقی اور حرکت اصلیہ۔ اور بعض جگر میں ودیعت رکھے۔ جیسے قوت طبیعہ۔ ہاضمہ۔ دافعہ۔ غاذیہ۔ اور ماسکہ اور قوت شہویہ کو باطن میں پیدا کیا۔ اور یہ خدا کے افعال خفیہ سے ہے۔ جس کے آثار تصور شہوت کے وقت ظاہر ہوتے ہیں۔ اور قوت مولدہ کو خصیتین میں جگہ دی ہے اللہ تعالےٰ کے ان افعال میں سے ہر فعل کے کئی اجزا اور بہت سے جزویات ہیں۔ جن کا ذکر بہت طویل ہے۔ پھر جب اللہ تعالےٰ نے اپنے افعال کو ظاہر و باطن دو قسموں میں ظاہر کیا۔ اور فعل کو انسان کے ساتھ ختم کیا۔ تو حقیقت فعل میں سوائے تکرار اور تذکار کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ تو فعل انسان کے ساتھ لازم کیا۔ اور اس کے سپرد کیا۔ اور فعل کو ہیکل انسانی میں اپنی قدرت کا خلیفہ بنایا۔ تاکہ وہ ان افعال الٰہی کو بجا لائے۔ جو اس کی وسعت اور طاقت میں ہوں۔ اور اسکی طبیعت کی حرکت کے لائق وشایاں ہوں۔ پس انسان بھی حس میں قدرت اولیٰ کی طرح فعل کا فاعل بن گیا۔ اور جب انسان اپنی عقل کے ذریعہ افعال خفیہ وظاہرہ کا فاعل ٹھیرا۔ تو اللہ تعالےٰ نے صنعت کا دروازہ اس پر کھول دیا۔ اور اپنے فعل کی آیت اسی پر ختم کی۔ تاکہ انسان خدا کا منفعل اور خلق کا فاعل ہو۔ اسی لئے فعل وانفعال کے دونوں معنے اس میں پائے جاتے ہیں۔ وہ منفعل تو اس لئے ہے کہ خدا سے مرتبہ میں نیچے ہے۔ اور فاعل اس سبب سے ہے کہ کل مخلوقات سے مرتبہ میں بلند ہے۔ اور افعال خداوندی کا محل اور اسکی مخلوقات کا آئینہ اور اس کی صنعت کا عنوان اور اس کی قدرت کی برہان ہے انسان فاعل بنفسہ اور مختار بعقلہ ہے۔ اپنی روح اور حس کے ساتھ مشرف ہے۔ اور اپنی ہی جنس سے بلند مرتبہ ہے۔ اور حق و باطل میں ٹھیرا ہے۔ اور کفر وایمان میں منقلب ہے۔ جو ان میں سے اللہ تعالےٰ کے افعال و باطن میں نظر کرنے کے لئے مستعد ہو گیا۔ اور آفاق و نفوس کی آیات دیکھنے لگ گیا۔ تو مومن کامل ہے۔ اور جو اس مرتبہ سے محروم رہا۔ وہ بہائم سے بھی بدتر ہے جسکی نسبت ارشاد ہے۔ کہ اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ الصُّمُّ الْبُكْمُ ؕ

پس اے طالب صادق جو کچھ ہم نے اللہ تعالٰے کے افعالِ ظاہری و باطنی بیان کئے ہیں۔ اُن کے ظاہر میں تو اپنی آنکھ کی نظر سے دیکھو۔ اور باطن میں نظر بصیرت سے غور کرو۔ اور ان آیات وحرکات سے عرفان طلب کرو۔ اور اس بات کو بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ معقول محسوس سے مستور ہے۔ اور محسوس معقول کے ساتھ قائم ہے۔ اور اللہ تعالٰے کے افعال بھی ان دونوں اقسام سے خالی نہیں ہیں۔ پس جب تم اس کے افعال کے مراتب پہچان لو گے۔ تو تمہارا ایمان قوی ہو جائیگا اور دین کامل ہو جائیگا۔ اور تمہیں اس بات کا اچھی طرح علم ہو جائیگا۔ کہ فاعلِ حقیقی خدا تعالٰے ہی ہے۔ اور وہی سب کا خالق ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی فاعل ہے۔ نہ خالق۔ بلکہ تمام مخلوقات اُس کی قدرت میں داخل ہے۔ خدا کا فعل رجل حقیقی ہے اور مخلوق عورت ہے۔ اور توالد مذکر و مونث میں ہی ہوتا ہے۔ اور اسی کا نام فعل و انفعال ہے۔ اور عقل سلیم پر یہ بات واضح اور روشن ہے۔ پس تمہیں چاہیئے۔ کہ افعالِ شیاطین کی متابعت سے نکل آؤ۔ اور افعالِ الٰہی میں نظر کرو۔ تاکہ تمہیں وہ باتیں سوجھیں جن میں تمہارے دین و دنیا کی بھلائی ہو۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ خلافت الٰہی کا حصہ و بہرہ تمام افعال الٰہی سے بہتر ہے۔ کیونکہ اُس نے دُنیا میں خلیفہ اسلئے بنایا ہے۔ کہ وہ اسکی استعانت سے ہر جزو اپنی اپنی جگہ چلا جائے۔ اور انتظام قائم رہے۔ اسلئے تمہیں لازم ہے۔ کہ خلیفۂ وقت کی اطاعت کرو۔ تاکہ تم صنع الٰہی سے واقف ہو جاؤ اور اُس کے فعل خاص کو جو پوشیدہ ہے۔ دیکھنے لگو۔ اور اللہ تعالٰے ہر پرہیزگار کو جو اسکی طرف رجوع کرے دوست رکھتا ہے +

پانچواں باب

موجودات کی ترتیب کے بیان میں اور اس میں تین فصلیں ہیں۔

فصل اوّل پیدائش عالم کی کیفیت اور اسکی ابتدا میں

اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔ اِنَّ رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (بیشک تمہارا پروردگار وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین
کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ اور پھر عرش پر قائم ہوا۔) رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا۔ اور پھر ان پر اپنا نور چھڑکا
واضح ہو۔ کہ عالم ایسا اسم ہے۔ جو اجزاء کثیرہ کا جامع ہے۔ یعنی آسمان و زمین اور
جو کچھ ان میں مولدات و ارکان ہیں۔ سب پر اسکا اطلاق ہوتا ہے۔ اور جب اسے مطلق
بولا جائے (یعنی کوئی قید اس کے ساتھ نہ لگائی جائے) تو پھر اس سے مراد ملک اعلےٰ ہوتی
ہے۔ کیونکہ وہ تمام موجودات پر شامل اور انہیں احاطہ کئے ہوئے ہے۔ تمام اجزائے
عالم مخلوقیت کی جہت سے ایک ہی رتبے میں ہیں۔ یعنی جواز۔ امکان۔ ضعف۔ فنا
وغیرہ امور میں وہ سب برابر ہیں۔ اور ان میں جو تفاوت ہے۔ وہ خالق الخلق کی جہت
سے نہیں ہے۔ بلکہ ان کا اختلاف استعدادات کے مختلف ہونے کے باعث ہے
کیونکہ ہر نوع میں ایک خاص استعداد ہوتی ہے۔ جس کے موافق اس نے ہر ملکہ کی مقدار
کو قبول کیا۔ اور وجود میں وہی شکل اور ہیئت اختیار کی۔ اسمیں خدا تعالےٰ کے
بخل و میل کا دخل نہیں۔ کیونکہ وہ نقصانوں سے منزہ اور بلا روک بخل وجود
عطا کرنیوالا ہے۔ اور ہر شخص اپنی قوت و طاقت کے اندازے سے اسے قبول کرتا
ہے۔ یہیں سے قلت و کثرت اور تقدم و تاخر و شرف و نقص میں اختلاف مراتب
ظاہر ہو جائیگا۔ اور اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔ یہ بھی واضح رہے۔ کہ عالم حادث ہے
کیونکہ اسمیں تغیر و تحرک ہوتا رہتا ہے۔ اور ایسی چیز کے لئے کسی متحرک و متغیر کا ہونا
ضروری ہے۔ کیونکہ تغیر کون و فساد میں ہوا کرتا ہے۔ اور حرکت انتقال اور انتقال میں
ہوا کرتی ہے۔ اور اگر متحرک بذات خود بغیر محرک کے حرکت کرے۔ تو لازم آتا ہے
کہ تمام متحرکات جہت کمال کیطرف حرکت کریں۔ بلکہ ضروری ہے کہ کمال متحرک میں
ہی ہو۔ کیونکہ حرکت میں اسے غیر کی استعانت کی ضرورت نہیں۔ اور یہ بات ظاہر ہے
کہ متحرک غیر کا محتاج ہوا کرتا ہے۔ حرکت میں بھی اور سکون میں بھی۔ یعنی حرکت تو وجود کی
طرف ہے۔ اور جو چیز عدم سے وجود میں آئی ہے۔ اسکے لئے مکون کی ضرورت ہوتی
ہے۔ جو اسے وجود کی طرف لاتا ہے۔ اور اس مکون کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ
وہ غیر کے تصرف سے منزہ ہو۔ اور خدائے واحد ہے اور تمام موجودات حدوث
سے کون میں آنے میں اسکی طرف محتاج ہیں۔ اور جب انہوں نے جواد مطلق کی ایجاد
سے وجود کو قبول کر لیا۔ تو وہ احکام مختلفہ کے قابل ہو گئیں۔ اور اپنے حدوث

سے اپنے خالق و موجد کی قدامت پر دلیل ہوئیں۔ اور ان کا احتیاج خالق کے جود و کرم اور عنایت کی دلیل ہے پس عالم محدث اور خالق کی حفاظت اور عنایت کا محتاج ہے۔ اور اس کے تمام اجزاء اپنے تذلل و احتیاج کے باعث اس بات کی گواہی دے رہے ہیں۔ کہ صرف خدا تعالےٰ ہی محرک و خالق ہے۔ اسی شہادت کو اللہ تعالےٰ نے تسبیح سے تعبیر فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (یعنی ہر چیز خدا کی تسبیح پڑھ رہی ہے۔ لیکن لوگ نہیں سمجھ سکتے) اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا۔ ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْهًا (آسمان و زمین کی سب چیزیں اللہ کے لئے ہی سجدہ کرتی ہیں +

مندرجہ بالا بیان سے واضح ہو گیا۔ کہ عالم حادث ہے۔ اور حدوث کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایک ایسے موجود سابق کی طرف محتاج ہے جس پر کوئی دوسرا موجود سابق نہیں ہے۔ اور یہی موجود سابق جس پر کوئی دوسرا موجود سابق نہیں۔ خدا تعالےٰ ہے۔ جس نے تمام موجودات کو پردہ کتم سے موجود کیا۔ اور اس پیدا کرنے میں اسے کوئی طمع یا غرض اور کسی قسم کی احتیاج و ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ محض فیضان جود اور اتساع قدرت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور پیدا بھی بغیر آلہ و مادہ اور مدت و موضوع کے کیا ہے۔ مُبدَع اول یعنی وہ پہلی چیز جس کو خدا تعالےٰ نے پیدا کیا۔ ایک جوہر صافی اور کامل و عاقل تھا۔ پس اللہ تعالےٰ نے اس کی آنکھ کو نور وحدانیت سے منور کیا۔ تو اس نے دو نظریں کیں۔ ایک کمال ابداع کی طرف۔ اور دوسری نقص حدوث کی طرف۔ اور دونوں نظروں کے معنی سے فعل و انفعال ظاہر ہوئے۔ کیونکہ فعل تو نقصان کے مشابہ ہے۔ اور وہ مُبدَع کے اپنی ذات کی طرف نظر کرنے سے پیدا ہوا۔ اور کمال اپنے خالق کی ذات میں نظر کرنے سے پیدا ہوا۔ یہ نقص و کمال جو فعل و انفعال پر دلالت کرتے ہیں ان دونوں نظروں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہی بات اللہ تعالےٰ کے لفظ کُنْ میں مضمر ہے۔ یعنی کاف سے مراد وہ کمال ہے۔ جو فعل سے متولد ہوتا ہے۔ اور وہ فعل مُبدَع کی ذات میں نظر کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور نون سے مراد محل نقصان ہے۔ جو ان افعال میں ودیعت رکھا گیا ہے۔ جو حدوث مُبدَع کی طرف نظر کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ فعل و انفعال پہلی دو

اصلیں ہیں جن سے وجود عالم پورا ہوا - اور یہ دونوں کون وفساد کی دونوں طرفوں میں جاری ہیں - اور تمام کائنات انہی سے پیدا ہوئی ہے - ان دونوں قوتوں سے پہلے کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی تھی فعل تو خدا بزرگ وبلند کی قدرت سے پیدا ہوا - اور انفعال حادث کے فعل کو قبول کرنے سے ظاہر ہوا - یہ دونوں قوتیں مذکر و مونث کے مشابہ ہیں یعنی فعل مذکر ہے - اور انفعال مُونث ہے - اور وہ دونوں اللہ تعالےٰ کے امر سے پیدا ہوئی ہیں بس سب سے پہلے چیز جو خدا تعالےٰ نے پیدا کی - وہ کلمہ جامعہ وشاقعہ اور تمام عبارات واستعارات اور امکنہ واوقات اور ازمنہ سے منزہ تھا - یہ کلمہ امر الٰہی میں پوشیدہ تھا پس جب وحدت اور ہویت محضہ نے الٰہیت کا لباس پہنا - تو اپنے امر کا کلمہ فرمایا - تو ایک جوہر کامل الذات والصفات ظاہر ہوا - اور اس جوہر نے ایک نظر اپنی ذات کی طرف کی - اور ایک نظر اپنے خالق کی طرف کی - پس انہی دونوں نظروں سے فعل وانفعال کی قوتیں ظاہر ہوئیں - اور فعل نے ذاتِ عقل میں قرار پکڑا - اور انفعال نے ذاتِ نفس میں اور نفس عقل سے منفعل ہوا - اور عقل نے نفس میں کام کرنا شروع کیا - اور ان دونوں کو خدا نے باہم ملنے کا حکم فرمایا - تاکہ توالد وتناسل کا سلسلہ جاری ہو - یہ قول الٰہی گویا ان دونوں کے نکاح کا خطبہ تھا - اور اسکا حکم خطبہ مباشرت تھا عقل بمنزلہ مذکر کے ہے - اور نفس بمنزلہ مونث کے - اور درحقیقت آدم وحوا عالم اشخاص میں ان دونوں کی مثالیں ہیں پس سب سے پہلی چیز جو خدا تعالےٰ نے پیدا کی - وہ نفس ہے - اور سب سے پہلے جو چیز ابداع کی - وہ عقل ہے - اور خلق وابداع میں جو فرق ہے اُسے تم معلوم کر ہی چکے ہو - پس سب سے پہلے جو چیز خدا تعالےٰ نے اپنے کلمہ سے اپنے صمیم علم سے پیدا کی - وہ ایک جوہر کامل وعاقل اور عرفان وعقل وکمال اور شرف وتقدم اور ربوبیت سے موصوف تھا - اور تمام الوان واشکال اور مقادیر وہیات سے منزہ تھا - اور اس جوہر اور اس کے مبدع میں کوئی واسطہ نہیں تھا - بلکہ وہ جوہر خود اللہ اور تمام اشیاء کی پیدائش میں واسطہ بنا - اور پھر بواسطہ عقل ایک جوہر کامل پیدا کیا - جو عقل میں کامل تھا - اور اس کے جسم میں کوئی نقص نہ تھا - بلکہ معتدل - زندہ - عالم بالقوہ نہ بالفعل تھا - یہ نفس عقل کے فیضان کیطرف محتاج ہے - کیونکہ عادتِ عورت مرد کے نطفہ کی محتاج ہے - تاکہ اُسے اپنے رحم میں تربیت دیکر انسان بنائے پس نفس اوّل عقل اوّل کے نطفہ کی طرف محتاج ہوا - اور اس کا عاشق اور چاہنے

والا بن گیا۔ پس اللہ تعالٰے نے جوہر عقل کو جوہر نفس پر متوجہ ہونے کا حکم فرمایا۔ اور اسمیں قوت کو پیدا کیا۔ کیونکہ وہ زمین وچراگاہ ان فطرات کے قبول کرنے کی استعداد رکھتی تھی جو آسمانِ عقل سے نازل ہوئیں۔ نفس کو پیدا کرنے کے بعد خدا تعالٰے نے قوت ہیولٰے کو پیدا کیا۔ اسی کا نام مادہ ہے۔ جو تمام صورتوں کو قبول کرنے کی استعداد رکھتا ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے۔ جیسے حیوان کی شہوت مطلقہ جو اگر نوع فرس میں جوش زن ہو۔ تو اس سے گھوڑے کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر نوع حمار میں پیدا ہو۔ تو اس سے گدھے کی صورت ظاہر ہوگی۔ اور اگر نوع انسانی میں پیدا ہو۔ تو اس سے انسان ہی پیدا ہوگا۔ اس کے بعد خدا تعالٰے نے طبیعت کو پیدا کیا۔ اور اس سے مراد وہ قوت ہے۔ جو فعل و انفعال کے حکم سے ہیولٰے متعین ہوئی۔ قبول صورت کا امر اس سے ہی پورا ہوتا ہے۔ اور یہی ہر ہیولٰے کو جو صورت اس کے لائق ہوتی ہے عطا کرتی ہے۔ چنانچہ ہیولٰے فرس کو صورت فرسیہ اسی نے عطا کی۔ اور ہیولٰے آسمان کو صورت آسمانی بھی اسی نے عطا کی۔ اسی طرح ہیولٰی انسان کو صورت انسانیہ بھی یہی بخشتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طبیعت مطلقہ کی نسبت یوں ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا یَسُوْقُ الْاَھْلَ اِلَی الْاَھْلِ اسی فرشتہ کا نام طبیعت ہے۔ جو ہر ایک صورت مناسبہ ہر ایک مادہ کو عطا کرتا ہے۔ پس گویا کہ یہ طبیعت بمنزلہ وکیل کے ہے۔ جو ہیولٰے پر مستولی ہے اس کے بعد خدا تعالٰے نے حرکت مطلقہ کو نفس طبیعت میں پیدا کیا تاکہ حرکت کرے۔ اور اس سے مادوں اور صورتوں میں حرکت پیدا ہو۔ چنانچہ طبیعت حرکت کرنے لگی۔ اور اس نے صورت کو ہیولٰے جسمیہ کے ساتھ ملحق کر دیا اور اس سے جسمیت ظاہر ہوگئی۔ پھر یہ طبیعت حکم الٰہی سے جسم مطلق کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ اور خدا تعالٰے نے اسے عالم کا قالب بنایا۔ یہی فلک اعلےٰ کا جسم ہے۔ پھر اللہ تعالٰے نے تمام آسمان جسم مطلق سے پیدا کئے۔ اور طبیعت نے آسمان میں تصرف کر کے انکی طبعی تقسیم کردی۔ یعنی ان کے ٹکڑے کر دیئے۔ پھر ستاروں کو پیدا کیا جن میں سے بعض پر شدت استعداد سے لطافت غالب ہوئی۔ پس بعض تو فلک البروج میں ہی ثابت رہے۔ اور سات سیارے جدا ہو کر ایک ایک آسمان میں مقیم ہوگئے۔ اسی طرح طبیعت تصرف کرتی ہوئی

فلک القمر کے پاس آئی - جو سب سے اخیر ہے - اور اسے بھی حرکت دی - پھر خدا تعالےٰ نے ہیولےٰ مطلقہ سے ارکانِ اربعہ کا مادہ بنایا - جو مختلف صورتوں کو قبول کرنے والا ہے - اور اسے آسمان کے وسط میں مرکزِ عالم پر جگہ دی - یہ نقطہ بسیط دائرہ میں اسی طرح ہے - جیسے کہ دل ہوتا ہے - کہ اسکی طرف تمام اجزاء رجوع کرتے ہیں - مگر یہ مرکز کسی دوسری [illegible] نہیں ہے - بلکہ یہ ایک نقطہ موصوفہ غیر متجزیہ اور غیر متحرکہ ہے - اسی پر تمام عالم قرار پکڑتا ہے - اس کے بعد خدا تعالےٰ نے ارکان میں طبیعت کی قوت سے مزاج کو پیدا کیا - اور انکے باہم ملنے سے کئی اشیاء پیدا ہوئیں - چنانچہ سب سے پہلے معدنوں کے اندر جواہرات پیدا ہوئے - جو پہلے ضعیف تھے - مگر پھر نہایت مضبوط ہو گئے - اور اس سے نہروں کے کناروں اور اطرافِ زمین میں ہر قسم کی نباتات اور پھل پھول پیدا ہوئے - جو پہلے تو ضعیف تھے - مگر بعد ازاں مضبوط ہوتے ہوتے اور ترقی کرتے کرتے حیوانیت کے درجہ تک جا پہنچے - اور حیوانوں کی طرح انہیں بھی تزویج و پیوند کی ضرورت ہوئی - جیسے کہ انگور اور کھجور میں ہوتا ہے - اسی طرح طبیعتِ حیوانیہ بھی شروع شروع میں ضعیف تھی - جیسے چیونٹیاں اور کیڑے مکوڑے - مگر پھر ترقی کرتے کرتے اس سے بے شمار اقسام کے چرند و پرند پیدا ہوئے - جن سے بعض نے تمیز اور ذہن کو بھی قبول کر لیا - جیسے کہ ہاتھی اور گینڈا وغیرہ - پس ہاتھی تو حیوانات کا اخیر و نہایت ہے - اور کھجور کا درخت نباتات کا نہایت ہے - اور [illegible] معدن کا نہایت ہے - اسی طرح مرجان نباتات کی ہدایت ہے - اور صورتِ نخل حیوانیت کی ہدایت ہے - اور صورتِ فیل انسانیت کی ہدایت ہے - اور صورتِ انسان نبوت کی ہدایت ہے - اس کے بعد طبیعت نے انسان کی پیدائش کیطرف توجہ کی - اور اسے اتم و احسن شکل عطا کی - اور اس کا مزاج سب سے زیادہ معتدل بنایا - جیسے کہ ہم عنقریب ہی بیان کرینگے - صورتِ انسانی کے وقت طبیعت واقع ہوئی - اور خالقیت تمام ہو کر قدرت کمال کو پہنچی - اور انسانیت کا انتہا ہوا - اور خلافت لازم ہوئی - اور ربوبیت کا اتصال ہوا - وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ یعنی صورتِ انسانی نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے - جو امواج طوفان میں ادھر ادھر پھرتی پھراتی اس صورتِ کمال پر جا پہنچی - اور اس کے پیدا کرنے

سے گویا خالق فارغ ہوگیا۔ اور اس سے انوکھی اور اچھی صورت کو پیدا کیا۔ کیونکہ اس صورت میں اُس نے تمام کمالات پائے ؛

مندرجہ بالا بیان سے معلوم ہُوا۔ کہ موجودات میں سے خالق کے زیادہ قریب عقل ہے۔ اور مخلوقات میں سے عقل کے زیادہ قریب نفس ہے۔ اور مصنوعات میں سے نفس کے زیادہ قریب جسم مطلق ہے۔ اور یہ سب موجودات مراتب عدد میں مترتب ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا (یعنی اُس نے ہر چیز کو شمار کر رکھا ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ لَقَدْ اَحْصٰھُمْ وَعَدَّھُمْ عَدًّا وَکُلُّھُمْ اٰتِیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَرْدًا۔ پھر خدا تعالےٰ نے نوع انسانی میں سے بعض کو علم و عمل کے ساتھ برگزیدہ کیا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ اٰمَنُوْا سے مراد یہ ہے۔ کہ انہوں نے علم پڑھا۔ اور عَمِلُوْا سے یہ مطلب ہے۔ کہ علم کے موافق عمل بھی کیا۔ اور وُدًّا کے یہ معنے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ انہیں مخلوقات میں سے برگزیدہ کریگا۔ پس عقل خدا تعالےٰ سے دوسرے مرتبے پر ہے۔ اور نفس عقل سے دوسرے مرتبہ پر ہے۔ اور ہیولےٰ تیسرے مرتبہ پر۔ کیونکہ اسمیں قبول افعال کا مادہ ہے۔ جو تیسرے درجہ پر ہیں۔ طبیعت کا چوتھا مرتبہ ہے۔ کیونکہ اسمیں ارکان اربعہ پائے جاتے ہیں۔ حرکت پانچویں مرتبہ پر ہے۔ کیونکہ اس میں جہات خمسہ کیطرف تحرک پایا جاتا ہے۔ اسلئے کہ حواس کی پانچ قسمیں ہیں۔ اور نیز اسلئے کہ حرکت کی پانچ قسمیں ہیں۔ چار تو فلک کے نیچے۔ اور ایک خود فلک کی۔ آسمان چھٹے مرتبے پر ہے۔ اور یہ جسم ہے۔ کیونکہ یہ جہات ستہ کو قبول کرتا ہے۔ پھر جسم کی جو چھٹے مرتبہ میں ہے۔ سات قسمیں کی گئیں۔ یعنی سات آسمان پیدا کئے۔ اور یہ ساتواں مرتبہ ہُوا۔ آٹھواں مرتبہ ارکانِ مفردہ و مرکبہ کا ہے۔ اور مزاج کا مرتبہ نواں ہے۔ پھر دس کا نمبر انسان سے پُورا ہُوا۔ پس جیسے کہ گنتی دس کے عدد سے پوری ہوتی ہے۔ اسی طرح صورت بھی انسانی صُورت سے کامل ہوئی۔ اسکی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (ہم نے انسان کو نہایت ہی اچھی صُورت میں پیدا کیا ہے) پس انسانی صُورت سے بڑھکر نہ تو کوئی صُورت ہے۔ اور نہ کوئی رتبہ اور زینت۔ کیونکہ سوائے انسان کے ہر صنف دوسری صنف سے صُورت یا صفت میں مشابہ ہوتی ہے۔ مگر مخلوقات میں سے انسان کے ساتھ کوئی چیز مشابہ نہیں ہے۔ پس یہ

مخلوق اپنے خالق کی مانند یکتا ہے۔ اسی لئے خدائیتعالے نے جس طرح اپنی ذات سے تمام امثال کی نفی کی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (اس جیسی کوئی شے نہیں) اسی طرح ذات انسانی سے بھی نفی کی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْٓا اَمْثَالَکُمْ (اگر تم پیٹھ پھیرو گے۔ تو وہ تمہارے بدلے دوسری قوم لے آئیگا۔ اور پھر وہ تمہاری مثل نہ ہونگے) کیونکہ اللہ تعالےٰ نے انسان کو ایک ایسی صورت پر پیدا کیا ہے جو تمام صورتوں سے اعلےٰ و پسندیدہ ہے اسلئے اسکا نہ کوئی اس صورت میں شریک ہے۔ اور نہ نظیر پس مفردات میں سے خدا تعالےٰ کے زیادہ قریب عقل ہے۔ اور مرکبات میں سے عاقل یعنی انسان سب سے زیادہ قریب ہے۔ اور باقی تمام اشیاء عقل و عاقل کے درمیان ہیں۔ اور معقول محض اللہ تعالےٰ ہی ہر اور موجودات میں سے زیادہ قریب عقل ہے۔ اور عقل کا شرف عاقل میں ظاہر ہوتا ہے پس تمام عالم عاقل کے تابع ہے۔ اور عاقل عقل کا لباس ہے۔ اور عقل عبد اللہ۔ عند اللہ اور مع اللہ ہے۔ اور سوائے خدائیتعالے کے اور کسی طرف اسکی نظر نہیں۔ جب عالم غیب کا اطلاق ہوتا ہے۔ تو اس سے مراد یہی عقل ہوتی ہے۔ اور جب عالم شہادت کہا جاتا ہے تو اس سے مراد عاقل ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے عالم الغیب والشہادت ہے۔ مکان داخل فلک کو کہتے ہیں۔ اور زمانہ حرکتِ فلک کا نام ہے۔ آسمان کی پیدائش کے پہلے مکان و زمان نہیں تھا۔ اور جب زمانہ نہ ہوا تو مہینے برس اور رات و دن بھی نہ ہونگے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ صرف اپنی ہویت و وحدت کے ساتھ موجود تھا۔ اور یہ جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے علم میں دنوں کا اندازہ کر لیا تھا۔ پھر ان میں عالم کو پیدا کیا۔ اور نہ یہ کہ اللہ نے پہلے دنوں کو پیدا کیا تھا۔ بعد ازاں انہیں جہان کو پیدا کیا۔ اور نہ یہ مراد ہے۔ کہ یہ دن اور قسم کے تھے۔ ایام دنیا میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ایام آخرت ہیں۔ جنکی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ جیسے کہ نیم ملا بیان کئے کرتے ہیں۔ مگر انہیں یہ معلوم نہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک صبح و شام نہیں ہے۔ بلکہ وہ زمان و مکان سے منزہ ہے۔ بلکہ اس نے اس عبارت میں ایک نہایت لطیف معنے بیان کئے ہیں۔ اور اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ کہ دن نام ہے ظہور آفتاب کی مدت کا۔ اور جتنی مدت آفتاب طلوع کئے ہو۔ اتنی مدت تمام اشیاء دکھائی دیتی ہیں۔ اور روشنی رہتی ہے۔ تو اس سے ظاہر ہوا کہ دن کے دو معنے

ہیں - ظہور نور اور ظہور اشیاء - پس ایام کا لفظ جو اس آیت میں ہے - اس سے مراد صفات خداوندی ہیں - اور ہم صفات کے بیان میں یہ ذکر کر آئے ہیں - کہ ان میں سے بعض صفات ذاتی ہیں - اور خلق و ابداع کے اسباب انہی سے پورے اور کامل ہوتے ہیں - اور وہ یہ ہیں - ارادہ - قدرت - علم - کلام - امر - ابداع - پس وہ چھ دن جنہیں خدائے تعالے نے زمین و آسمان کو پیدا کیا - یہی چھ صفات ہیں - یعنی اللہ تعالے نے معلوم کیا - اور ارادہ کیا - اور اس ارادے کو مقدر کیا - اور اپنے علم کے ساتھ کلام کیا - اور جو فرمایا اسکا امر کیا - اور پھر مامور کا ابداع کیا - حتی کہ اس عالم کی بنیاد ظاہر ہوئی - چنانچہ فرمایا ہے - بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ - اس آیت میں اُس نے ان صفات کی طرف اشارہ کیا ہے جن سے مراد دن ہے - جن میں حی القیوم کا نور ظاہر ہوا - پس اللہ تعالے نے ان ایام میں عالم کو پیدا کیا - یعنی ان صفات کے تقلیبات میں - اس آیت کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے - کہ اس نے عالم کو چھ دنوں یعنی چھ حدود و اطراف میں پیدا کیا ہے - کہ جہان ان سے خارج نہیں ہوسکتا - کیونکہ یہ بات تو تمہیں معلوم ہوگئی ہے - کہ جہات چھ ہی ہیں - اور یہ بھی معلوم ہوگیا ہے - کہ جسم کو جہت لازم ہے - اور یہ بھی جان گئے ہو - کہ جسم سے مراد عالم ہے - پس معلوم ہوا کہ جہات ستہ عالم کو گھیرے ہوئے ہیں - اور وہ یہ ہیں - فوق - تحت - خلف - امام یمین - یسار - پس اللہ تعالے نے آسمان و زمین کو ان جہات میں منحصر پیدا کیا ہے اور وہ ان سے خارج نہیں ہوسکتا - پس جبکہ اللہ تعالے نے عالم کو اپنی صفات ذاتی کے دنوں میں پیدا کیا - اور تو وہ صفات و جہات سے منزہ ہوا - اور اپنی وحدانیت کے عرش پر قائم ہوا - چنانچہ فرماتا ہے - اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (اللہ تعالے تمام اہل جہان سے بے پرواہ ہے) *

اس آیت کے یہ معنے بھی ہوسکتے ہیں - کہ اللہ تعالے نے زمین و آسمان کو چھ روز میں اس طرح پیدا کیا - کہ تین یوم آسمان میں صرف کئے - یعنی فرشتے - ستارے اور آسمان پیدا کئے - اور تین دن زمین میں صرف کئے - یعنی اسمیں معادن - نباتات اور حیوانات بنائے - بعد ازاں عرش پر قائم ہوا - یعنی انسان کی تصویر و ترکیب کی طرف متوجہ ہوا - اور اسکی صورت کو جو ساتویں روز کی مثل ہے - دیگر صورتوں میں ایسا ممتاز کیا - جیسے روز جمعہ دوسرے دنوں میں ممتاز ہے - پس ملائکہ تو بمنزلہ ہفتہ

رکے ہیں۔ جو ہفتہ میں پہلا دن ہے۔ اور کواکب بمنزلہ اتوار کے ہیں۔ اور وہ ہفتہ کا دوسرا دن ہے۔ اور افلاک بمنزلہ پیر کے دن کے ہیں۔ معادن بمنزلہ منگل کے دن کے ہیں اور نباتات بمنزلہ بدھ کے ہیں۔ اور حیوان بمنزلہ جمعرات کے ہیں۔ اور انسان بمنزلہ جمعہ کے دن کے ہے۔ پس جس طرح جمعہ کے روز سب لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسان میں اللہ تعالےٰ نے تمام زمین و آسمان کی چیزوں کو جمع کیا ہے۔ انسان عرش توحید ہے۔ اور عرش پر خدا تعالےٰ کے قائم ہونے سے اہل توحید پر عرفان کا ظاہر کرنا مراد ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے زمین و آسمان کی تمام مخلوق کو پیدا کر کے پھر انسان کیطرف توجہ کی۔ اور اسے اپنی تمام مخلوقات پر فضیلت دی۔ اور یہ چھیوں چیزیں بمنزلہ ان دوروں کے ہوئیں۔ جنکا ذکر اس آیت میں ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ۔ استوا علی العرش بمنزلہ انشاء ثانیہ کے ہے۔ جو چھیوں کا ساتواں ہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے چھ کو سات سے کامل کر دیا۔ یعنی عالم کو انسان سے کامل کیا۔ اور پھر انسان میں تصرف کرنے سے اسپر مستولی ہوا يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ یعنے رات جس سے مراد جہالت ہے وہ دن یعنی علم کو چھپا دیتا ہے۔ جو اس کے پیچھے تیزی سے آرہی ہے۔ اور سورج یعنی عقل اور قمر یعنی نفس اور ستارے یعنی حواس سب اس کے حکم کے بندے ہیں آگاہ ہو جاؤ۔ اسی کے واسطے خلق یعنی جسم اور امر یعنی روح ہے۔ اور اللہ تعالےٰ جو تمام عالموں کا رب ہے۔ بڑا ہی بابرکت ہے۔

اے طالب جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے۔ اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ اور مراتب موجودات اور اتمام عدد کی عزة پر کیفیت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ اور اپنے پروردگار سے نہایت عاجزی اور خشوع سے دعا کیا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ حد سے گذرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

دُوسری فصل

اُن اخبار کے بیان میں جو لفظ اوّل میں واقع ہوئی ہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ "سب سے پہلے خدا تعالےٰ نے عقل کو پیدا کیا ہے"۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے "سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے میرے نور کو پیدا کیا"۔ دُوسری جگہ فرمایا ہے۔ "سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے قلم کو پیدا کیا۔ اور اسے فرمایا۔ لکھ۔ اُس نے عرض کیا۔ الٰہی میں کیا لکھوں۔ تو حکم ہُوا۔ کہ میری توحید۔ اور مخلوق پر میری برتری اور فضیلت لکھ۔ نیز قیامت تک جو کچھ ہونیوالا ہے۔ سب کچھ لکھ دے"۔

واضح ہو۔ کہ اولیت کے دو معنے ہیں۔ ایک اولیت زمانیہ ہوتی ہے۔ جیسے کہ باپ اور بیٹے میں ہوتی ہے۔ کہ باپ پہلے ہوتا ہے۔ اور بیٹا اس کے بعد ہوتا ہے۔ اور دُوسری اولیت بالرتبہ والمکان ہوتی ہے۔ جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رُتبہ میں سب سے بڑھکر ہیں۔ بعد ازاں صحابہ۔ اور پھر تمام اُمت۔ پس جو چیز زمانہ میں مقدم ہوتی ہے۔ اسپر کوئی دُوسری چیز مقدم ہوسکتی ہے۔ اسطرح کہ وہ اوّل دُوسرے درجے پر ہوجائے۔ لیکن تقدم رُتبہ میں جو چیز مقدم ہے۔ وہ کبھی دوسرے درجے پر نہیں آسکتی۔ اور کوئی چیز اس سے مقدم نہیں ہوسکتی۔ پس جو چیز اوّل بالزمان ہوتی ہے۔ اُسکے لئے یہ امر ممکن ہے کہ دُوسرے درجے پر ہوجائے۔ مگر جو چیز اوّل بالرتبہ ہوتی ہے۔ اسکا تقدم حقیقی ہوتا ہے۔ اسلئے اُس میں تاخر کا امکان نہیں ہوسکتا۔ پس اولیت حقیقیہ تو صرف عقل کے لئے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اِس سے پہلے کسی چیز کو پیدا نہیں کیا۔ اور نہ ہی اس کے سوا کسی مُبدع کو رُتبہ اولیت عطا کیا ہے۔ پس تمام مرکبات و مفردات سے جو چیز پہلے پیدا ہوئی ہے۔ وہ عقل اوّل ہے۔ کیونکہ وہ ایک جوہر مطلق مفرد۔ دراک و عقال ہے۔ اور تمام اشیار کا ظہور اس سے ہُوا ہے۔ اور آخر کار تمام اشیار اُسی کی طرف رجوع کرینگی۔ پس وہی اوّل و آخر و آخر اور مبدأ و معاد ہے۔ عقل اوّل اللہ تعالےٰ کے لئے اسطرح ہے۔ جیسے کاتب کیلئے قلم ہوتا ہے۔ کیونکہ تمام موجودات بمنزلہ کتابت کے ہیں۔ اور اجزائے عالم بمنزلہ معانی کے ہیں۔ جو ظروفِ حروف میں ودیعت رکھے گئے ہیں۔ اور جب اللہ تعالےٰ نے عقل کو پیدا کیا۔ تو اسے باقی موجودات کا سردار

وامیر بنایا۔ پس عقل بمنزلہ تلفظ کتاب ہوئی۔ اور اظہار خفیات میں اسکا وجود بمنزلہ علم کے ہے۔ اسلئے عقل گویا خدا تعالےٰ کا قلم ہے۔ جس سے اس نے حروف موجودات صفحاتِ نسبت اور لوح قدرت پر لکھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ قلم نے اپنے پروردگار سے عرض کیا۔ کہ کیا لکھوں؟ تو حکم ہوا۔ میری توحید لکھ۔ اور میرے رتبہ کی فضیلت رقم کر۔ اور وہ بھی لکھدے جو میرے بندے۔ ون پر ایک مدت تک جاری ہوگا۔ جب اللہ تعالےٰ نے اسے یہ کلمات لکھوائے۔ اور ان کا الہام کیا۔ تو اس نے نفس کو ظاہر کرکے اسپر توحید اور کلمہ معرفت لکھی۔ اور بعد ازاں نفوس جزویہ میں اپنے فیضان کے لائق ایک نفس کو تلاش کیا۔ اور اس نفس کے جوہر پر اپنے نور علم کا فیض پہنچایا۔ اور اپنی وحی کے ساتھ اس کی امداد کی۔ کیونکہ نفس انسانی میں عقل کے سوا علم حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور جب نفس طلب علم میں وجود عقل کیطرف محتاج ہوا۔ تو نفس جزوی کو عقل جزوی کافی ہے۔ مگر نفس کلی جب نفوس جزئیہ کے لئے کمالِ رحمت کا طالب ہوتا ہے۔ اور وہ اس چیز سے واقف ہے جو اس کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور وہ حدوث ہے۔ تو اس وقت اسے طلب مصالح میں عقول جزئیہ کفایت نہیں کرتیں۔ اور نہ ہی ان کے ذریعہ اسے طلب علوم سے استغنا حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی جزئیت کے مصالح طلب کرنے میں عقل کلی سے استمداد و استعانت چاہتا ہے۔ اور پھر بوقت معدلت اپنے تجرد ذاتی پر قانع نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک ایسے جسم کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ جو معتدل المزاج اور کامل ہیئت اور نہایت عمدہ صورت والا ہوتا ہے۔ بعد ازاں اپنے ذاتی کمال اس جسم پر ڈالتا ہے۔ اور انہیں اس کی طرف متوجہ کرتا ہے اور اسے نبی صاحب دعوت اور رسول صاحب شریعت بنا دیتا ہے۔ پھر اس فیضان کی کمی بیشی کے باعث رسولوں کے درجوں میں فرق ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کرینگے +

نبوت ایک قوت واحدہ ہے۔ جو تمام رسولوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور اس سے مراد وہ افادہ اور افاضہ ہے جو عقل کے وسیلہ سے خدا تعالےٰ کی جانب سے نفس کلی کو پہنچتا ہے۔ وہ اشخاص جنہوں نے رسالت کی گود میں شیر نبوت پیا ہے۔ وہ سب وحی الٰہی کے افاضہ کے لحاظ سے

بمنزلہ شخص واحد کے ہیں۔ کیونکہ اعدادِ اشخاص اگرچہ مختلف ہے۔ مگر عددِ نبوت میں اختلاف نہیں۔ اور جب حقیقت نبوت میں اختلاف نہ ہوا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت اس کی طرف ایسی ہے۔ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر میں ایسے ہوئے۔ جیسے آدم علیہ السلام اوّل میں تھے۔ کیونکہ نبی علیہ السلام صورتِ نفس اور مہبطِ عقل اور محلِ وحی الٰہی ہیں۔ اور عقل بھی ایک ہے۔ اور نفس۔ اور وحی بھی ایک ہے۔ مگر رسول اور طرق بہت سے ہیں۔ اور یہ صورت بھی ایک ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ درحقیقت آدم علیہ السلام کی صورت میں بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ تو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت کو ثابت کیا۔ تو گویا اپنی نبوت کو ہی ثابت کیا۔ اور جب اپنی ذات کے کمال کو ثابت کیا۔ تو گویا آدم علیہ السلام کے کمال کو ہی ثابت کیا۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے۔ کہ سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے میرا نور ہی پیدا کیا تھا۔ تو اس سے مراد نور نبوت ہے۔ جو عقل اوّل کے متوجہ ہونے کا نام ہے۔ آپ کے قول کا یہ مطلب نہیں۔ کہ میں اُس وقت نبی تھا۔ جب کہ اور انبیاء ابھی نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ نبوت نام ہے اُس تاثیر کا جو وحی عقل کی مدد سے کسی شخص میں کرتی ہے۔ اور یہ سب سے اوّل حضرت آدم علیہ السلام پر ہی ظاہر ہوئی۔ بعد ازاں اُن کی اولاد اُس کی وارث ہوئی۔ پس تمام انبیاء حضرت آدم علیہ السلام کے وارث ہیں۔ اور نبوت انکی میراث ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ سے نورِ نبوت ہی مراد ہے۔ کیونکہ نبی نبوت سے ہی قائم ہوا کرتا ہے۔ نہ کسی اور چیز سے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کلمہ دو معنوں کے لئے فرمایا ہے۔ ایک اس بات کے بتانے کے لئے کہ نبوت تمام انبیاء میں ایک ہی ہے۔ جب انبیاء میں سے ایک کے لئے اس کا وجود ثابت ہو جائیگا۔ تو سب کے لئے ثابت ہو جائیگا۔ لہٰذا جب آپ نے نُوْرِیْ فرمایا۔ تو اس سے مراد نورِ نبوت لیا۔ اور ثابت کر دیا۔ کہ نورِ نبوت تمام موجودات سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ یعنے سب سے پہلے خدا تعالےٰ نے اُنکا نور پیدا کیا۔ تاکہ خاتم نبوت

کے تابع ہو - اور دُوسرے معنے یہ ہیں - کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین تھے - اور آپ کی ذات مبارکہ انقراض عالم تک دراز ہوئی - پس آپ باعتبار حُکم سب انبیاء سے اوّل ہیں - اور باعتبار پیدائش کے سب انبیاء سے آخر ہیں - اسی لئے آپ نے فرمایا ہے کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَ الطِّیْنِ - یعنی میں ہی اوّل النبوت ہوں - اور میں ہی اسکا آخر ہوں - آپ کے ساتھ ہی اللہ تعالےٰ نے نبوت کو شروع کیا - اور آپ پر ہی ختم کیا - اسی لئے آپ دیگر تمام انبیاء سے بزرگ تر اور اعلےٰ ہیں - اور آپ کی نسبت نبوت کی طرف ایسی ہے جیسے تمام انبیاء کی اس کی طرف نسبت ہے - پس پہلی وہ چیز جسے اللہ تعالےٰ نے بالاطلاق اوّلیت حقیقیہ دیکر پیدا کیا - عقل اوّل ہی ہے جس کے اور اللہ کے مابین کوئی واسطہ نہیں ہے - پس وہ روحانیات میں بھی مقدم ہے - اور موثرات میں بھی - اور انبیاء میں بھی - کیونکہ نبوت کی پیدائش عقل اوّل کے فیضان سے ہی ہوئی ہے جسے وہ نفس اوّل پر کرتی ہے - کتابت میں قلم اوّل ہے - اور ایجاد میں انبیا اوّل ہیں - یعنے جب اللہ تعالےٰ نے اشیاء کو بمنزلہ مکتوبات کے ظاہر کیا - تو ان کے لئے قلم کو بنایا - اور جب چیزوں کو بمنزلہ معانی کے کیا - تو اُن کے لئے عقل بھی پیدا کی - اور جب بندوں کو اپنی طرف بُلایا - تب اس کو داعی بنایا - عقل کی ذات ایک جوہر فرمانبردار موثر اور مطیع تھی - خدا تعالےٰ اپنے قبضہ سے جدھر چاہتا تھا - اسے پھیر دیتا تھا - پس جس جوہر کو خدا تعالےٰ نے سب سے پیشتر پیدا کیا - وہ کئی اوصاف سے موصوف ہے - کبھی تو وہ عقل سے موسوم ہوتا ہے - اور کبھی ملک مقرب کہلاتا ہے - اور کبھی حامل عرش سے معنون ہوتا ہے - اور کبھی صاحب دعوت کے لقب سے ممتاز ہوتا ہے - پس یہی حقیقت اوّلیت ہے جو بیان ہوئی +

وہم کی رُو سے اسکا بیان اس طرح ہے - کہ ہر نوع کا ایک مبداء ہوتا ہے جس سے اشخاص پیدا ہوتے ہیں - پس عقل روحانیات کا مبداء ہے - اور قلم جسمانیات کا ابتداء ہے - اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور نبوت کے مبداء ہیں - اور حضرت آدم علیہ السلام نوع انسانی کے مبدا ہیں - اور ان سب کا مبداء خدا تعالےٰ کا لفظ کُنْ ہے - اور یہ اوائل اضافات مختلفہ کے لحاظ سے دوسرے اور تیسرے درجہ میں ہو جاتے ہیں - جن کی شرح بہت طویل ہے - پس حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء میں سے بزرگ تر اور دعوت میں سب سے آخر ہیں - اور ترتیب میں سب سے اوّل ہیں - اور لوگوں میں تبلیغ کلام اللہ کے بارے میں آپ بمنزلۂ قلم کے ہیں - جو کاتب کے ہاتھ میں ہوتا ہے - یعنی جیسے کہ کاتب اپنے مافی الضمیر کو قلم سے لکھکر مخاطبین پر ظاہر کر دیتا ہے - اسی طرح اللہ تعالےٰ نے ضمائر نبوت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ مؤمنین پر ظاہر فرمایا - پس آپ گویا خدا تعالےٰ کا قلم ہیں - اور دعوت کی حقیقت اور شریعت کے وضع کرنے میں آپ عقول جزئیہ میں صورت عقل ہیں - پس لفظ اوّل کے تمام معانی جو احادیث میں مذکور ہیں - ذاتِ نبوت کی طرف ہی راجع ہیں - اور ذاتِ نبوت کے ورے سوائے الٰہیت واحدیت کے اور کچھ نہیں - پس نورِ نبوت تمام اشیاء سے اوّل اور بقیہ دوسرے درجہ پر ہے - اور اللہ ہی اوّل و آخر اور ظاہر و باطن ہے - اور وہ اوّل جس کا کوئی اوّل نہیں - اور وہ آخر جس کا کوئی آخر نہیں ہے - وہ خدائے واحد قیوم ہی ہے - اور باقی اوائل بحسب اضافات مختلف ہوتے رہتے ہیں - اے طالب صادق اس بات کو خوب سمجھ لو - کہ مرتبہ میں سب سے اوّل عقل ہے - اور حقیقت میں سب سے اوّل نورِ نبوت ہے - اور نورِ نبوت عقل اور علم پر غالب ہے - پس تم نبی کامل و مکرم کی شریعت کو مضبوط پکڑ لو تاکہ نورِ نبوت میں سے تمہیں بھی کچھ ملے - اور کامیابی آخرت نصیب ہو - اور خدا تعالےٰ کی گرفت سے نجات پاؤ - کیونکہ اُس کی گرفت بہت سخت ہے +

تیسری فصل

آدم علیہ السلام کی پیدائش کی کیفیت میں

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً - دوسری جگہ فرمایا ہے - خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ الآیۃ

واضح ہو - کہ آدم علیہ السلام ہی پہلے انسان ہیں - جنہیں اللہ تعالےٰ نے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا - بلکہ مٹی اور پانی سے پیدا کیا - اور ان کے کالبد کو خانہ کعبہ

اور طائف کی درمیانی مٹی سے بنایا ۔ پھر اس میں روح پھونکی ۔ اور زندہ بولتا ہوا انسان بنا کر کھڑا کر دیا ۔ اور شرف و بزرگی عنایت فرمائی چنانچہ فرماتا ہے ۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ٭

جب اللہ تعالیٰ نے عقل کُلّی کو پیدا کیا ۔ اور پھر نفس کو پیدا کیا ۔ اور ان دونوں سے فعل وانفعال کی قوتوں کو ظاہر فرما کر ہیولیٰ مطلقہ میں ان دونوں کو جاری کیا ۔ تو انہوں نے جسمیت میں عمل کیا ۔ اور ان دونوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے جسم سے افلاک و کواکب کو پیدا کیا ۔ پھر ارکان اربعہ کو پیدا کر کے فعل وانفعال کو جو ان کی طرف متوجہ کیا ۔ تو انہوں نے حیوانات ۔ معدنیات ۔ اور نباتات وغیرہ کئی قسم کی مخلوقات ظاہر کیں ۔ مگر مولدات کے وجود پر انہوں نے قناعت نہ کی ۔ اور نہ ہی عقل اوّل اشخاص جمادیہ وحیوانیہ کے ظہور سے مطمئن ہوئی ۔ بلکہ عقل نے فعل وانفعال کی قوتوں سے اس بات کا مطالبہ کیا ۔ کہ وہ ان اصناف ثلٰثہ سے اعلیٰ واکمل اور نہایت ہی موزوں صورتیں بنائیں ۔ تو انہوں نے اس بات کو مان لیا ۔ اور وہ حسن الانواع کے بنانے کی طرف متوجہ ہوئیں ۔ تو پانی اور مٹی کو اس کے مادہ کے لائق پایا ۔ اسلئے یہ دونوں قوتیں ان میں مل گئیں ۔ اور وہ مادہ باب ربوبیت تک دراز ہو گیا ۔ حتیٰ کہ قدرت نے اس میں اپنے ارادے کی تاثیر کی ۔ اور اس سے ایک مجوف و کامل اور لائق نطق شخص پیدا کر دیا ۔ پھر نفس کلی اس شخص کی طرف متوجہ ہوا ۔ اور اس سے اسطرح متعلق ہو گئے جیسے صورت مادہ کے ساتھ متعلق ہوتی ہے ۔ تب اس شخص کے قلب میں نور زندگانی روشن ہوا ۔ اور زمین پر چلنے پھرنے لگا ۔ اور زندہ و صاحب قدرت ہو گیا ۔ اور اپنی پیدائش سے حیران تھا ۔ اسوقت عقل کلی نے اُس کی طرف توجہ کی ۔ اور اُس نے اسے اپنی بزرگی اور کرامت و خلافت کے لائق بنایا ۔ اور اپنے جمال و کمال سے اس کی بصر و بصیرت کو روشن کیا ۔ تب تائید عقل سے اس کی زبان کھل گئی ۔ اور ان نعمتوں پر جو اسے بارگاہِ الٰہی سے عطا ہوئی تھیں اپنے پروردگار کا شکر بجا لایا ۔ اور کہا کہ ہر طرح کی تعریف اُس خدا کو ہی سزاوار ہے جس نے مجھے بغیر کسی فاعل مخصوص اور منفعل محسوس کے پیدا کیا

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۔ اللہ تعالےٰ نے قالب آدم کو ایک لحظہ میں پیدا کر کے میدان کبریا میں ڈالدیا۔ اور نفس اُس کی طرف اس طرح متوجہ ہوُا جس طرح اُس کے قبول کرنے کے لائق تھا۔ پس قالب نے تھوڑے ہی زمانہ میں قلب کے نور کو قبول کرلیا۔ اِسی کی بابت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کی مٹی کو چالیس روز تک اپنے ہاتھ سے خمیر کیا۔ ہر دس روز میں دس نعمتیں اُسے مرحمت فرماتا تھا۔ اور ان نعمتوں کی برکت سے قالب آدم سے ارکان کی جمادیت بالکل زائل ہوگئی۔ پیدائش حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقے کے موافق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی چالیس روز کا چلّہ پورا کرایا۔

الغرض حضرت آدم علیہ السلام کا ظہور اوّل مٹی سے تھا۔ پھر اُس نے اوجِ عقل کی طرف حرکت کی۔ اور نورِ عقل نے اُسپر طلوع کیا۔ اور زمین عبودیت میں یہ خدا تعالےٰ کا خلیفہ بن گیا۔ اور زمین جہالت سے علوم شریعت وحقیقت کی طرف ترقی کرگیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَةِ ۔ پھر جب اللہ تعالےٰ نے قالب آدم علیہ السلام کو چپکنے والی مٹی سے پیدا کر کے عالم میں ڈالدیا۔ تب ملائکہ اور ملاءِ اعلےٰ کے ساکنین سے فرمایا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ۔ یعنی میں زمین میں ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ تم اُسکی خدمت ومتابعت کے لئے تیار ہوجاؤ۔ ملائکہ نے جب یہ ندا سنی تو اپنے مواطن سے نکلکر اس ہیکل کو دیکھنے لگے۔ اور اس قالب کو اس طرح بے جان وبے حِس پڑا ہُوا دیکھکر کہنے لگے کہ یہ بھی منجملہ حیوانات کے ایک حیوان ہوگا۔ اسمیں کوئی قابلِ تعریف بات نہیں ہے اور نہ ہی یہ احکامات الٰہیہ کا اہل معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا۔ اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۔ کیونکہ ہم ارواح طیبہ اور نفوس طاہرہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور یہ زمین کا رہنے والا بُری زندگی سے زندگی بسر کریگا۔ اس لئے اعمال شیطانی کے سوا اور کیا کریگا۔ اور یہ بات انہوں نے اسلئے کہی کہ دو جزئیہ مقدمات یعنی جہل وظلم کو لے کر انہوں نے یہ نتیجہ نکال لیا۔ لیکن انہوں نے یہ

نہ سمجھا کہ قیاس دو جزئی مقدموں میں جاری نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس سے نتیجہ نکلتا ہے
پس انہوں نے قیاس میں خطا کی۔ اور اللہ تعالےٰ نے انہیں اس بدگمانی سے منع کیا۔
اور اس مخلوق پر حرف گیری کرنے سے روکا۔ اور فرمایا۔ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ
یعنی تم تو صرف اِس کے ظاہر کو ہی دیکھ رہے ہو۔ مگر میں اس کے باطن سے واقف
ہوں۔ جسمیں میں نے علوم مخفیہ ودیعت رکھے ہیں۔ کیونکہ میں اسے سمیع وبصیر
اور ناطق بناؤنگا۔ جو سنیگا اور دیکھیگا۔ چنانچہ جب نفس کلیہ اس کے ساتھ متعلق
ہُوا۔ اور عقل کلی اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ تو تمام علوم اسکی روح میں منتقش ہوگئے
اور تمام اسرار اس کے دل پر روشن ہوگئے۔ پس وہ عقل ونفس کی امداد سے عالم
وحی اور ناطق بن گیا۔ اور علم وعمل کے مستحکم وراسخ ہونے سے حکیم ہوگیا۔
تب اللہ تعالےٰ نے اسے ملائکہ کے سامنے پیش کیا۔ اور فرمایا۔ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ
هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ تب فرشتوں نے دوسری مرتبہ حضرت آدم
علیہ السلام کی حقیقت میں غور کیا۔ تو انہیں معلوم ہُوا۔ کہ ہم نے اپنے قیاس میں
غلطی کھائی۔ اور آدم علیہ السلام پر ان فضائل کے انکشاف ہونے سے حیران ہوگئے
فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَ
كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ (سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے انکار کیا۔
اور تکبر کیا۔ اور کافر ہوگیا۔)

اسپر خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ مَا مَنَعَكَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ
بِیَدَیَّ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ۔
(اے ابلیس تجھے کس چیز نے روکا ہے۔ کہ تو اس کو سجدہ نہ کرے جسکو میں نے
اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے۔ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں۔ کیونکہ مجھے تو
نے آگ سے پیدا کیا ہے۔ اور اسے مٹی سے بنایا ہے) اسپر خدا تعالےٰ نے
اسے فرمایا۔ تو اچھے مادے میں بُری صورت ہے۔ اور وہ (یعنی آدمؑ) اچھے
مادے میں اچھی صورت ہے۔ تیرے نزدیک تو آگ مٹی سے بہتر ہے حالانکہ
وہ جلانے والی ہے۔ مگر میرے نزدیک مٹی آگ سے بہتر ہے۔ کیونکہ مٹی تو
پرورش اور حفاظت کرتی ہے۔ اور اسمیں نرمی اور ٹھنڈک ہے۔ مگر آگ جلاتی اور
فاسد کرتی ہے۔ اور چونکہ میں وہ خدا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسلئے
تجھ کو اس نافرمانی کی یہ سزا دونگا۔ کہ تیری صورت کو تیرے ہی مادہ سے جلاؤنگا۔

اور صورت آدمؑ کی اسی کے مادہ میں حفاظت کرونگا - اور بے شک تجھ پر قیامت تک میری لعنت ہے *

آدم علیہ السلام پہلے تو زندگانی سے ایک ہی شخص تھے - پھر عقل کی برکت سے خلیفہ ہوئے - اور آسمانوں میں داخل ہو کر جنت کے بلند مقام میں سکونت اختیار کی - اور ملاء اعلےٰ کے تمام فرشتے انکی خدمت کے لئے حاضر ہوئے - امانت خدا کو انہوں نے اُٹھالیا - اور ذات خود فعل و انفعال کی صورت بنگئے اور اپنی نوع کیساتھ اپنی جنس سے مستغنی ہوئے - تب اللہ تعالےٰ نے انہیں شریعت کیساتھ مقید کیا - مگر جب طبیعت انپر طاری ہوئی - تو اُس نے انکو روکا تو وہ عہد پر قائم نہ رہ سکے - اور ظاہر شرع پر قانع نہ ہو سکے - اور حریم عیان کا قصد کیا - اور سقف جنان میں داخل ہوئے - اور باب ایمان پر ٹھیر نہ سکے - تب اللہ تعالےٰ نے انہیں اپنے قہر کے تازیانہ سے جھڑکا صادر فرمایا - وَعَصٰىٓ اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى - یہانتک کہ انہیں باب توبہ کیطرف رجوع کرنا پڑا - اور حریم تحقیق سے نکلکر ظواہر تنزیل کیساتھ تمسک کیا - اور توبہ کی - چنانچہ ارشاد ہوتا ہے - ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى - پھر جب فعل و انفعال نے انکے اندر سکون پکڑا - اور خواہش حرکت میں آئی - تو انہیں بیوی کی ضرورت ہوئی - جس سے وہ مباشرت کریں - تب اللہ تعالےٰ نے انکی پسلی سے بیوی کو پیدا کیا - اور آدم و حوا لوح و قلم کی طرح فعل و انفعال کی صورتیں بن گئے - پس قلم نے جو کچھ لوح پر لکھا ہے - وہ آدمؑ کا حوا کے ساتھ فعل ہے - پھر ان میں توالد و تناسل جاری ہوا - اور دو بیٹے اور دو بیٹیاں جنیں - اور زیادتی نسل کے لئے بیٹوں کی بہنوں سے شادی کردی - اسطرح اولاد بہت بڑھ گئی - اور اسرار عبودیت میں ربوبیت کا راز ظاہر ہوا - اور نور قدرت ظلمات صنعت میں پوشیدہ ہوگیا - اور خدا تعالےٰ کی رحمت سے مٹی سے انسان کا پیدا ہونا بند ہوگیا - کیونکہ وہ فعل و انفعال اب ذکور و اناث کے قوالب میں ہی ہونے لگا - پس آدم علیہ السلام انسانوں میں ایسے ہوئے جیسے روحانیات میں عقل ہے - اور عقل آدم کی مٹی پر عاشق ہوگئی - پس آدم بالفعل عاقل ہے - اور عقل آدم بالقوہ ہے - پھر اللہ تعالےٰ نے اس کی صورت کو ہموار اور موزون کر کے اس میں اپنی روح پھونکی - چنانچہ اللہ تعالےٰ دیگر مخلوقات کے منازل میں رہ جانے اور آدمؑ کے عقل کلی تک پہنچنے کی یوں خبر دیتا ہے - کہ

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا (بلاشبہ ہم نے امانت کو آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ تو انہوں نے اس کے اُٹھانے سے انکار کیا۔ اور اس سے ڈر گئے) یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ کہ آسمان و زمین اور پہاڑ حیاتِ عالم سے ہی زندہ ہیں۔ کیونکہ عالم ایک ایسا اسم ہے جس کا اطلاق آسمان و زمین وما فیہا پر ہوتا ہے۔ اور عالم حی ہے یعنے زندہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے امانت کو صرف زندہ پر ہی پیش کیا تھا۔ اور پھر اسکو قبول کرنا یا انکار کر دینا بھی زندہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ پس جبکہ اس نے خبر دی ہے۔ کہ اس نے امانت کو آسمان و زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ اور انہوں نے اس کے اُٹھانے سے انکار کر دیا۔ تو اس سے ثابت ہُوا۔ کہ آسمان و زمین اور پہاڑ زندہ ہیں۔ مگر حیاتِ عالم نفس کُلی سے ہے اور انکے نفوس لیئے ہیں۔ جیسے نفس نباتی اور حیوانی اور بہیمی۔ عالم سے حمل امانت سے محض اسلئے انکار کر دیا تھا۔ کہ وہ نفس قدسی سے بہت بعید تھا۔ اور نفس قدسی وہی ہے جو تعلق بعقل رکھتا ہو۔ پس آسمان و زمین اور پہاڑ کا اطلاق مولدات ثلاثہ پر ہُوا ہے۔ پہاڑ تو معادن پر مشتمل ہیں۔ اور زمین نباتات پر محیط ہے۔ اور آسمان حیوانات کو شامل ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اِس آیت میں آسمان و زمین اور پہاڑوں سے یہی مولدات ثلاثہ یعنے معدنیات۔ نباتات اور حیوانات مراد لئے ہیں۔ اور ان کے انکار سے یہ مراد ہے۔ کہ ان میں اس کے قبول کی استعداد ہی نہ تھی۔ اس کے بعد فرمایا ہے۔ وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ یعنے انسان نے نفس ناطقہ کی قوت سے جو تمام نفوس سے فوقیت رکھتا ہے۔ اسے اُٹھا لیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بُعد طبیعت اور قوت شریعت کے ساتھ قرب حق حاصل کرنے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا یعنے وہ قبولِ امانت کے پہلے ظلمت طبیعت سے [illegible] نفس بہیمی کی جہالت سے مجہول تھا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اسے نفس ناطقہ [illegible] کامل سے اس کی تائید کی۔ یہاں تک کہ اس نے قوت نفس سے امانت کو اٹھا لیا۔ حالانکہ وہ پہلے ظلمت والا تھا۔ اور اس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا۔ بعد اس کے کہ وہ جاہل تھا۔ اور قوی ہو گیا۔ حالانکہ پہلے ضعیف تھا۔ پس انسان کا رتبہ نفس ناطقہ اور قلب مطمئن کے ذریعہ جو اللہ تعالےٰ کی امانت کو اُٹھائے ہوئے ہے۔ تمام مخلوقات پر بڑھ گیا۔ اس کا بیان اس طرح

ہے۔ کہ نفوس کے کئی مراتب ہیں۔ سب سے ادنےٰ مرتبہ نفس معدنیہ کا ہے۔ اور سب سے اعلےٰ رتبہ نفس ملکیہ کا ہے۔ اور یہ نفس ملکی تمام نفوس پر شامل ہے۔ قابل نے سب سے پہلے نفس معدنیہ کو قبول کیا۔ اور پھر نفس نباتیہ اور بعد ازاں نفس حیوانیہ کو۔ اور پھر نفس انسانیہ کو اور وہی آدم علیہ السلام کی صورت ہے۔ پس تمام نفوس آدم علیہ السلام کی مٹی میں جمع ہوئے۔ اور اُس نے اپنی عقل کی قوت سے تمام نچلے مراتب سے ترقی کی۔ اور نفس انسانیہ میں تمام نفوس پر مشتمل ہوگیا۔ اس لئے اسکی اولاد قوائے نفسانیہ کے لحاظ سے مختلف مرتبوں میں منقسم ہوئی۔ اور جس پر نفس نباتی غالب آیا۔ وہ کافر ہوا۔ اور جس پر نفس حیوانی غالب آیا۔ وہ منافق بن گیا۔ اور جس پر نفس انسانی غالب ہوا۔ وہ مومن ہوا۔ اور یہ تقسیم اللہ تعالےٰ نے محض اپنے لطف سے کی ہے۔ لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (تاکہ اللہ تعالےٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے۔ اور مومن مردوں اور عورتوں کی توبہ قبول فرمائے)۔ پس نفس امّارہ منافقوں کا محرک ہے۔ اور نفس لوّامہ مشرکین کو برانگیختہ کرتا ہے۔ اور نفس مطمئنہ مومنوں کا متمم ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ پس آدم ایک ایسا نام ہے۔ جو نفوس ثلاثہ کے معانی کا جامع ہے۔ اور پھر نور عقل کے غلبہ نے اسے مستحق خلافت بنا دیا۔ پس آدم علیہ السلام پہلے انسان کی صورت ہیں۔ مگر حقیقی آدم خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔ پس آدم علیہ السلام مبداء نوع ہیں۔ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام متمم نوع ہیں۔ نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام روحانیوں کے لئے اس طرح ہیں جس طرح آدم جسمانیوں کے لئے ہیں۔

اور یہ خلافت اصلیہ حضرت آدم علیہ السلام کے عہد سے لیکر انبیاء علیہم السلام کی اصلاب اور پشت بہ پشت ہوتی ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچی ہے۔ بعض اوقات ظاہر ہوتی رہی۔ اور بعض وقت پوشیدہ۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں اعتدالِ مزاج اور کمال اخلاق کے وقت ظاہر ہوئی۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے بڑھکر معتدل المزاج اور خُلق وخَلق میں احسن واطیب تھے۔

یہ خلافت موروثہ جو حضرت آدم علیہ السلام کے عہد سے چلی آتی ہے۔ اپنے کمال ذات وصفات سے صرف پانچ مرتبہ ظاہر ہوئی ہے۔ کیونکہ اس سے زیادہ مرتبہ وہ اسباب مجتمع نہیں ہوئے۔ جن کے باعث وہ کمال آب وتاب سے ظاہر ہو۔ اور

اور وہ اشخاص جن میں یہ خلافت ربانیہ کمالیت کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ وہ رسولوں میں سے پانچ اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ یعنی نوح۔ ابراہیم۔ موسے۔ عیسے اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ پس حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں یہ خلافت کشتی پر ظاہر ہوئی۔ چنانچہ فرمایا۔ اِرْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا۔ اور ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں سطح کعبہ پر اسکا ظہور ہوا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ اور حضرت موسے علیہ السلام کے عہد میں وادی مقدس کے درخت کی شاخوں پر اس خلافت کا ظہور ہوا۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ نیز فرمایا۔ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ۔ اور حضرت عیسے علیہ السلام کے عہد میں پنگھوڑے میں ظاہر ہوئی۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ اور حضرت عیسے علیہ السلام نے کہا۔ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا۔ پھر اس کے بعد تمام خلافت اور کمال نبوت جو گذشتہ اصلاب انبیاء میں جاری تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں ملت ظاہرہ اور شریعت باہرہ کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ اور قرآن مجید کو ظاہر کیا اور ان پر نبوت کو ختم کردیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (محمد صلے اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور بلاشبہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے)۔ اس کے بعد حقیقت نبوت و رسالت جبروت کے پردوں میں جا چھپی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نور خلافت کو اپنے اصحاب پر ظاہر فرمایا۔ اور پھر قیامت تک اسے قوم قریش میں ودیعت رکھا۔ اور اپنے آپ کو قیامت کے نزدیک فرمایا۔ چنانچہ آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ میں اور قیامت ان طرح پاس پاس ہیں۔ پس اولوالعزم پیغمبروں کے اور بمنزلہ ایام ستہ کے ہیں۔ جن میں اللہ تعالےٰ نے جہان کو پیدا کیا +

واضح ہو۔ کہ آدم علیہ السلام پہلے انسان ہیں جنکو خدا تعالےٰ نے اپنی قدرت سے بلا والدین کے مٹی سے پیدا کیا۔ اور زندہ اور ناطق بنایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا

ہے۔ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ اور انہیں تمام موجودات سے برگزیدہ کیا۔ اور فضیلت دی۔ اور خلافت سے ممتاز کیا۔ ان سے پہلے ان کی طرح کوئی جنس صورت۔ ہیئت اور حقیقت میں نہ تھی۔ ان پر اللہ تعالےٰ نے اصناف خلقت کو ختم کر دیا۔ اور انواع موجودات کو ان پر پورا کر دیا۔ اور انہیں نہایت ہی اچھی صورت عنایت کی۔ وہ ایک مثال ہیں جسے قدرت نے علم عزت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمام ملائکہ کو انکی طرف سجدہ کرنیکا حکم دیا۔ اور انکی خدمت و اطاعت کا حکم فرمایا۔ اور اُن کے تخت کے پائے فرشتوں کے کندھوں پر رکھکر اطباقِ افلاک کی انہیں سیر کرائی۔ پھر انکے پہلو کو چیر کر اُنکی زوجہ حوا کو پیدا کیا۔ تو وہ گویا آدم علیہ السلام کی بیٹی اور انکی بیوی تھیں۔ اور آدم بلا والد و والدہ پیدا ہوئے تھے۔ پھر توالد و تناسل کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اور انسانِ اوّل کی پیدائش اکثر لوگوں کے ظنون سے جاتی رہی۔ تو انہوں نے خیال کر لیا۔ کہ بغیر والدین کے کوئی شخص پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ حتّی کہ بعض جاہلوں نے تو حضرت آدم کے مٹی سے پیدا ہونے کا بھی انکار کر دیا۔ اور کہنے لگے۔ کہ آدم علیہ السلام ایک ایسے انسان تھے جنہوں نے پستی کی حالت سے مرتبۂ عزت کی طرف ترقی کی تھی۔

اہل ہند کی ایک جماعت کہتی ہے۔ کہ آدم علیہ السلام سے پہلے اُنتیس آدم ہو گذرے تھے۔ اور بعض حکمائے ترک کہتے ہیں کہ آدم بہت ہو گئے ہیں۔ جن میں سے اُنتیس تو ترکوں کے لئے تھے۔ اور ایک باقی انسانوں کے لئے۔ اسی طرح اور بھی بہت سے اقوال ہیں۔ جنکا ذکر کرنا باعث طوالت ہے۔ الغرض پھر اللہ تعالےٰ نے عیسےٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ تاکہ لوگ پیدائش آدم کا یقین کر لیں۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے پیٹ میں بغیر کسی باپ کے نطفہ کے پیدا ہوئے۔ یہ تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ قوت انفعال قوت فعل سے ضعیف ہوا کرتی ہے۔ پس خدا تعالےٰ نے طبیعت مریم علیہا السلام کی قوت انفعال سے ہی ایک عاقل و کامل لڑکا پیدا کیا۔ اور اسے نبی مرسل بنایا۔ تاکہ دانا اور عقلمند شخص اس بات کو سمجھ لے۔ کہ بغیر قوت انفعالی کے محض قوت فعلیہ سے بھی حوا کی پیدائش ممکن ہے۔ اور اس سے حضرت آدم علیہ السلام کے امکان خلق پر دلیل ہو گئے۔ کہ ان دونوں قوتوں کے بغیر بھی پیدا ہونا جائز ہے۔ پھر خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں کہ حضرت مریم بنت عمران

پر ابواب شہوات بند کئے گئے تھے۔ اور ابواب رحمت کھلے ہوئے تھے۔
چنانچہ فرماتا ہے۔ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا
فِيهِ مِنْ رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ
الْقَانِتِينَ ۔ دُوسری جگہ فرمایا ہے۔ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ
وَرُوحٌ مِّنْهُ ۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ
كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ (یعنی
عیسٰے علیہ السلام مثال آدم علیہ السلام کی سی ہے۔ کہ خدا تعالے نے اُسے مٹی
سے پیدا کیا۔ اور پھر فرمایا کہ ہو جا) +

یہ سب کی سب آدم و عیسٰے علیہما السلام کی پیدائش پر دلیلیں اور حجتیں ہیں
کہ اُنکی پیدائش والدین کے ذریعہ سے جیسے کہ متعارف ہے۔ نہیں ہوئی ۔
کیونکہ ظہور قدرت قادر کی قدرت کے موافق ہوا کرتا ہے۔ اور جس نے آدم علیہ السلام
کی مٹی سے پیدا ہونے میں شک کیا۔ تو اُس نے خدا تعالے کی قدرت میں شک کیا۔
اور جس نے خدا تعالے کی قدرت میں شک کیا۔ وہ صفات الٰہی کا منکر ہے ۔
اور جو اُسکی صفات کا منکر ہو۔ وہ ذات کا بھی منکر ہوتا ہے۔ وَالْكَافِرُونَ هُمُ
الظَّالِمُونَ ۔ وَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ +

خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ آدم علیہ السلام سب سے پہلی مخلوق ہیں۔ جو بغیر باپ
اور ماں کے پیدا ہوئے ۔ اور حضرت حوا پہلی پیدائش ہیں جو بغیر ماں کے پیدا ہوئیں
اور حضرت عیسٰے علیہ السلام پہلی مخلوق ہیں جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ اور انسان
سب سے پہلی صورت ہے۔ جس کی کوئی مثل نہیں۔ اور عقل پہلا مُبدع ہے جسکا
کوئی شریک نہیں۔ اور قلم پہلا صانع جس کے لئے کوئی آلہ نہیں ۔ اور نفس پہلا
عبد ہے جس کے لئے آزادی نہیں۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پہلے
نبی ہیں جن کے لئے زوال نہیں۔ اور کلمۃ اللہ ایسی عزت ہے جس کا کوئی ثانی
ہے۔ اور اللہ تعالے اوائل اور ثوانی سے پاک اور منزہ ہے۔ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ
وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ وَهُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ
يَشَاءُ +

جب خدا تعالے نے اپنی قدرت کو ظاہر کیا۔ اور خلقت آدم کو پورا کیا ۔ تو
اُن سے بعض بعض کے ساتھ متعلق ہوئے۔ اور ان میں سلسلہ توالد و تناسل

جاری ہوا۔ شعر

النّاس مِن جهة التمثال اكفاءُ　　ابوهم آدم والاُم حوّاءُ

(ترجمہ، تمام انسان صُورت کی جہت سے باہم بھائی بند ہیں۔ کیونکہ ان کا باپ آدم اور ماں حوا ہے)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمہیں نر و مادہ سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہیں شاخیں اور قبیلے بنا دیا ہے۔ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک تم میں سے زیادہ بزرگ خدا تعالےٰ کے نزدیک وہ ہے۔ جو متقی ہو)

پس اے طالب صادق اس بات کو اچھی طرح سے معلوم کر لو۔ کہ آدم علیہ السلام پہلے انسان ہیں۔ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اول ایمان ہیں۔ پس اوّل ایمان نے اوّل انسان میں قرار پکڑا۔ پس جب تم نے صاحب ایمان کے ساتھ تمسک کیا۔ تو صحت عرفان کے باعث تمہاری ایسی حالت ہوگی۔ کہ تم نے اوّل انسان سے تمسک کیا۔ اور اس سے تیرے وجدان و دل کی جہت صحیح ہو جائیگی۔ اور تو دونوں حسبوں اور نسبوں کا جامع ہو جائیگا۔ اِسلئے حصولِ نجات کے لئے انسانوں کے حقوق کو اچھی طرح سے معلوم کر لو۔ کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ (اللہ تعالےٰ تمہیں تمہاری اولاد کے حق میں وصیت کرتا ہے۔ کہ بیٹے کے لئے دو بیٹیوں کا حصہ ہے)

چھٹا باب

اُس سِرِّ الٰہی کے بیان میں جو تمام موجودات میں جاری ہے

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا

كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُّوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ الآیۃ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا تھا۔ پھر ان پر اپنا نور ڈالا۔ پس جس کو اس نور میں سے کچھ حصہ پہنچا۔ اس نے ہدایت پائی۔ اور جسے کچھ نہ پہنچا۔ وہ گمراہ ہو گیا +

اَے طالب صادق یقین حق کے حریص۔ خدا تیری اعانت فرمائے تجھے واضح ہو۔ کہ تمام عالم ایک عاجز غلام کی طرح بارگاہ الٰہی کے دروازے پر کھڑا ہے۔ اور وہ خود بخود پیدا نہیں ہؤا ہے۔ بلکہ خالق نادر کی تکوین سے موجود ہؤا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے اس عالم کو ایک ہی قول کے ساتھ موجود کرنے سے مراد اس کا وہ امر ہے۔ جو اس کے علم قدیم سے پیدا ہؤا۔ اسطرح کہ جب نکتہ نانت کے کانوں میں اس قول نے قرار پکڑا۔ تو اجزائے عالم ظلمت عدم سے خلاصی پاکر فضاءِ وجود میں آگئے۔ کیونکہ تاریکی عدم کا اسیر نور ہادی کے سوا خلاصی نہیں پاسکتا۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے قول وامر سے بڑھکر کسی بات کا نور نہیں ہے۔ پس عالم نے قید عدم سے انوار ہدایت میں سے ایک نور کے ساتھ ہدایت پائی ہے۔ ذات الٰہی کا نور دیگر انوار سے مشابہ نہیں ہے۔ بلکہ اسکا نور وجود محض ہے۔ اور ایسا عام ہے۔ کہ کوئی شے اس سے زیادہ عام نہیں۔ پس پہلا نور جو انوار باری سے صادر ہؤا۔ وہ وجود مطلق تھا۔ اور موجود سے میری مراد وجود ہے کیونکہ وجود بہ نسبت موجود کی اعم ہے۔ موجود اسی کے ذریعہ موجود ہؤا ہے۔ اور معدوم نے تاریکی عدم سے اسی کی طفیل خلاصی پائی ہے۔ اور نور وجود سے روشن ہؤا۔ ذات نور ایجاد ہے۔ اور درحقیقت یہ نور خدائے موجد کا ہے اور یہ نور منور ہے۔ جو اپنے ایجاد سے عالم معدوم کو روشن کرتا ہے۔ یہ نور خدائے تعالےٰ کی عنایت سے اسکی مخلوقات میں جاری وساری ہے۔ اور یہی نور ساری جو وجود پر دلالت کرتا ہے۔ تاریکی کی نقیض اور ضد ہے۔ جو عدم پر دلالت کرتی ہے تاریکئ عدم کے کئی طبقے ہیں۔ جو ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ اور اس کے کئی اجزا و ابواب ہیں۔ اور نور وجود نورٌ علےٰ نور ہے۔ جس کے ذریعے بعض لوگ ہدایت پاتے ہیں

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓئُھُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ؕ

الغرض نُورِ وجودِ عالم کے تمام اُن اجزا میں جو ممکن الوجود ہیں ساری ہے۔ انہیں تاریکی عدم سے نکالکر وجود کی طرف لاتا ہے۔ اور یہ نور اسرار آلہی میں سے ایک سر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نور ہی ہے۔ اور وجود عالم اِس کے نُور میں سے ایک نُور ہے کیونکہ وہ مُوجد ہے۔ اور وجود اس سے موجود ہُوا ہے۔ اور وہ نُور ہے۔ کیونکہ وہ منوّر و موجد ہے۔ نُورِ وجود اُسی کی ذات سے ساری ہوتا ہے۔ اُس کے نُور ذاتی کی کوئی ضد نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کا نُور ذاتی قبیل اضداد سے نہیں ہے۔ اور تاریکی اس کے گرد ٹھہر نہیں سکتی۔ البتہ اس کے نور کا جو نُور ہے۔ وہ تاریکی کے مقابل ہے۔ اور تاریکی اُس کے مقابل ٹھہر سکتی ہے۔ کیونکہ عدم وجودِ عالم کے مقابل میں ہے۔ نہ کہ وجود آلہی کے مقابل میں۔ پس نور آلہی حقیقت میں اس کی ذات کا نام ہے۔ اور وہ ایسا نور ہے جس میں کسی وجہ سے بھی تاریکی نہیں۔ جہان میں جو روشنی جاری ہے۔ وہ ذاتِ الٰہی کے نور سے ہی جاری ہے۔ اور وہی وہ نور ہے جسے اللہ تعالےٰ نے اسیرانِ عدم پر چھڑکا تھا۔ اور اس نُور سے ہر موجود نے اپنی حد کے موافق حِصّہ لیا۔ اور یہی وہ سِرّ الہی ہے جس سے اس کی موجودات قائم ہے اگر وہ نہو۔ تو ہیبت آلہی کے باعث کوئی موجود عالم میں باقی نہ رہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا ہے۔ لَوْ رُفِعَ حِجَابُ النُّوْرِ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْھِہٖ حَیْثُمَا اَدْرَکَ بَصَرُہٗ۔ اگر نُور سے پردے اُٹھا لیے جائیں تو جہان تک اُس کی نگاہ پہنچے۔ اس کے چہرے کی شعاعیں دہاں تک سب کچھ جلادیں۔ پس نورِ ذاتی وجودِ حق ہے۔ اور اس کے نور کا نور ایجاد خلق ہے۔ اور سر آلہی اس کے نور کا نور ہے۔ نہ کہ اُس کی ذات کا نور۔ نور کے نور کی امثلہ بیان کی جاسکتی ہیں۔ نہ کہ نور ذاتی کی۔ کیونکہ نور ذاتی تشبیہ و تکییف سے منزہ ہے۔ پس اللہ تعالےٰ نے جو فرمایا ہے کہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آسمان و زمین کا نُور اللہ ہی سے ہے۔ کیونکہ وہ بذاتہٖ نور ہے۔ اور اپنے نور سے تمام عالم کو روشن کرنے والا ہے۔ مَثَلُ نُوْرِہٖ یعنی اس کے نور کے نور کی مثال نہ کہ اس کے نور ذاتی کی مثال۔ کیونکہ اس کے نور کا نور ہی ہے جو

تمام عالم میں ساری ہے۔ اور زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب اسی سے قائم ہے۔ اور اس سریان نور کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو سریان حقیقی وعینی ہے۔ اور وہ روحانیوں اور تمام عقول اور نفوس مفارقہ کی ایجاد ہے۔ اور اس کی مثال مصباح جیسے دُوسری قسم اس کے بالعکس ہے۔ اور وُہ ان اشخاص کا پیدا کرنا ہے۔ جو نطق و عقل اور روح و معرفت کو قبول کر سکتے ہیں۔ اُسکی مثال زجاجہ کی ہے۔ تیسری قسم سریان بالاثر الضعیف ہے۔ اور مواد مختلفہ سے متعلق ہے۔ اور اس سے مراد اجسام و اعراض اور ان کے توابع کا بنانا ہے۔ اور اسکی مثال مشکوٰۃ ہے۔ نور النور نور ذاتی سے انہی مراتب ثلاثہ میں ظاہر ہوا کرتا ہے۔ اور اس نور کا جو سترالہی ان مراتب ثلاثہ کے علاوہ اور کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ اور زجاجہ اور مشکوٰۃ سے مقصود صرف مصباح ہی ہے۔ اگر یہ نہ ہو۔ تو ان دونوں کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ دونوں معلول ہیں۔ اور مصباح علت ہے۔ لیکن نُورِ قدیم مصباح کا راز ہے۔ اور اُس نے اپنے آثار عکس زجاجہ میں مندرج کر دیئے ہیں۔ تاکہ مراتب ثلاثہ کے موافق متولدات پیدا ہوں۔ اور نور ذاتی کا ظہور ہو۔ مگر نور ذاتی کے لئے کوئی عبارت واشارہ نہیں ہے۔ کیونکہ تمام اشارات وعبارات نورالنور کے دروازے پر ٹھیر گئے ہیں۔ اس لئے کہ وہی متمثل ومتخیل ہے۔ اور نور ذاتی کے مشابہ کوئی چیز نہیں ہے۔ مگر نورالنور کے مدارج یہی اشیاء ہیں۔ جو قرآن میں مذکور ہیں۔ مشکوٰۃ کا جسم زجاجہ سے اقویٰ ہوتا ہے۔ اور اس کی قوت وحفاظت کامل و افضل ہے۔ اور دُخانات و بخارات کو محض وجود نور کا علم کم ہونے کے باعث برداشت کرتی ہے۔ مشکوٰۃ نے آگ کے رنگ سے جو نورالنور کی خبر دیتا ہے۔ محض دھوئیں کے رنگ پر ہی قناعت کرلی ہے۔ اگر وہ ٹوٹ جائے۔ تو قابلِ عکس کی ذات برہنہ ہو جائے۔ اور اس کی خوبصورتی جاتی رہے پس وہ ہمیشہ خدا تعالےٰ کی انگلیوں میں اس طرح گھومتی رہتی ہے۔ جیسے گیند دو کھلاڑیوں کے ہاتھوں میں۔ مشکوٰۃ کو نہ تو زیتون کی خبر ہے۔ اور نہ شجرہ مبارکہ کے اُگنے کی جگہ کی۔ وہ تو صرف نورالنور کے آثار پر قناعت کئے ہوئے ہے۔ اور اپنے مطلوب کے دیدار عہد میں مشغول ہے۔ عقول ہیولانی جو بساط قوت میں پوشیدہ تھی۔ اور مرادی فعل سے ظاہر نہیں ہوئیں۔ انکی ابتدا اسی سے ہوتی ہے اخبار انعکاس اس کے آثار میں ساری ہیں۔ اور خفاش خیال اس کے ارد گرد گھوم رہی ہیں۔ بسا اوقات وہ نورالنور تک پہنچنے سے پہلے ہی نور کے اثر سے قتل

ہو جاتی ہیں۔ مشکوٰۃ محض اس بشارت سے زندہ ہے جو اس اشارہ سے اس کو پہنچتی ہے۔ کہ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ۔ پھر مشکوٰۃ اور اس کے مطلوب مصباح کے مابین زجاجہ حائل کیا گیا ہے تاکہ استماع خبر سے پہلے اثر میں مستغرق رہے۔ زجاجہ بہ نسبت مشکوٰۃ کے زیادہ صاف و شفاف اور رقیق ہے۔ اور قوت میں اس سے کمزور ہے۔ اور نہائیت جلدی ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر وہ نور کے عکس کو قبول کر لیتا ہے۔ اور اسی عکس کے ذریعے عین نور تک جا پہنچتا ہے۔ مگر اسے حاصل نہیں کر سکتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اَلْاِیْمَانُ یَمَانِیٌّ وَالْحِکْمَۃُ یَمَانِیَۃٌ فَاِنَّھُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَۃً وَّ اَصْفٰی قُلُوْبًا۔ (ایمان بھی یمن والوں میں ہے۔ اور حکمت بھی۔ کیونکہ یہ لوگ نہائیت نرم دل اور صاف قلب ہوتے ہیں۔) رقیق دل بمنزلہ زجاجہ کے ہے۔ اور زجاجہ نام ہے جوہر شیشہ کا جس سے مختلف قسم کے برتن جیسے گلاس و پیالہ وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ زجاجہ عقل مکتسب کے نہائیت قریب ہوتا ہے۔ اور وہ عقل فعال سے زیادہ قریب ہوتی ہیں۔ کیونکہ زجاجہ اپنی لطافت کے باعث نور کی روشنی کو قبول کر لیتا ہے۔ اور اس میں ذات نار چمکنے لگتی ہے۔ یَکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ۔ زجاجہ مشکوٰۃ میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور مصباح زجاجہ کی حفاظت میں ہوتی ہے۔ اور اس کلمہ میں اتنے نکات پوشیدہ ہیں جنہیں صرف عارف ہی سمجھتے ہیں۔ اسی واسطے زجاجہ مشکوٰۃ کے ساتھ چسپاں کی گئی ہے۔ اور یہ دونوں بمنزلہ آستر و ابرہ کے بن گئی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ دین اور ملک دو جوڑے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ ہی قائم رہ سکتا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا ہے۔ کہ حیا اور ایمان ایک ہی قران میں ہیں +

جب بلقیس ملکہ سبا مشکوٰۃ جہولیت میں پوشیدہ ہوئیں۔ تو سلیمان علیہ السلام نے ان کی طرف خط لکھکر اس اشتباہ سے باہر نکلنے کو کہا۔ تو انہوں نے مان لیا۔ اور سلیمان علیہ السلام کی سلطنت میں داخل ہوئیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُن کے واسطے ایک محل تیار کرایا۔ تو جب وہ اس میں داخل ہوئیں۔ تو انہوں نے اپنی پنڈلیاں

کھول دیں - حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا - هٰذَا صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيرَ - (یہ تو شیشہ کا فرش لگا ہوا ہے)
پس جس شخص نے اس سر خفی کو سمجھ لیا - اس کے لئے بڑی خوشی ہے یہی نہ سر الٰہی ہے - جو اسکی موجودات میں جاری ہے - اور وہ اللہ تعالےٰ کے نور کا نور ہے - نہ کہ نور الٰہی - کیونکہ اگر موجود نور الٰہی سے صادر ہو - تو پھر اسے دائمی اور قدیم ہونا چاہیئے - اور پھر موجودات میں سے کوئی معدوم نہ ہوتا - بلکہ محل کون نور الٰہی کے نور کو قرار دینا چاہیئے - تاکہ ازالہ وجود سے ان پر عدم طاری کرنا ممکن ہو +
مصباح شجرہ مبارکہ زیتونیہ سے لیا جاتا ہے - جو نہ شرقی ہو - نہ غربی - کیونکہ مصباح تیل سے ہی روشن رہ سکتی ہے - مشکوٰۃ قبلہ مصباح ہے اور زجاجہ اس کی زینت ہے - کیونکہ مستحیل منتقل ہے - اور منتقل مستحیل ہے جیسے کہا کرتے ہیں - اَلْكَائِنُ فَاسِدٌ وَالْفَاسِدُ كَائِنٌ - اور مصباح نور الٰہی کے نور کی روشنی ہے - اور نور الٰہی کے قریب اس سے زیادہ کوئی چیز نہیں ہے - کیونکہ وہ نور الٰہی کا عین ہے - اثر و عکس کو اسی نے قبول کیا ہے - قبلہ مشکوٰۃ سے موسےٰ علیہ السلام کو ہدایت ہوئی جس وقت انہوں نے آگ دیکھی - تو انہوں نے اپنے اہل سے کہا ٹھیر جاؤ - اور مصباح سے ندا غیبی آئی - کہ يَا مُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ (اے موسےٰ میں ہی اللہ ہوں) مگر عبدیت کے باعث مصباح نور ذاتی کے ادراک سے قاصر رہی - تو انکی نظر نور النور کی طرف پھیری - جو نور ممثل ہے - اور فرمایا - وَلَٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي (مگر پہاڑ کی طرف دیکھو - اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو مجھ کو دیکھ لوگے) - فَلَمَّا تَجَلَّىٰ یعنے جب نور النور نے اثر کے لئے نور ذاتی نے تجلی کی - تو جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۚ اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا - اور موسےٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے - یہی نور ذاتی کا عکس انپر پڑا تھا - جب اس قرب عکس سے ہوش میں آئے تو نور ذاتی سے توبہ کر کے اثر نور پر ہی قناعت کی - اور کہا - سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ - اور معلوم کر لیا کہ زجاجہ کے لئے ذات مصباح تک کوئی رستہ نہیں ہے - اور یہی ذات زجاجہ تک رسائی ہے -

کیونکہ مصباح اگرچہ اس سے ہی روشنی حاصل کرتا ہے۔ لیکن نہ وہ شرقیہ ہے
اور نہ غربیہ۔ مصباح اس سے صرف روشنی کی مدد ہی لیتا ہے۔ مگر اسکی کنہ کا سمجھنا
مصباح کی وسعت میں نہیں۔ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ۔
(جس کے واسطے خدا تعالےٰ نے نور نہیں بنایا۔ اُس کے واسطے کوئی نور نہیں ہے)
جب قلب نے مشکوٰۃ اور مصباح اور زجاجہ کی حقیقت معلوم کر لی۔ تو پھر وہ
اسی کی مثال تمام محسوسات میں سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ آسمان اسے بمنزلہ زجاجہ
کے نظر آئینگے۔ اور مٹی بمنزلہ مشکوٰۃ کے دکھائی دیگی۔ اور نطق بمنزلہ مصباح کے
نظر آئیگا۔ اور کلمۃ اللہ بمنزلہ زیتون کے دکھائی دیگا۔ پھر جب وہ اپنے باطن میں
نگاہ کرے گا۔ تو اپنی ہیکل کو مٹی کی طرح اور زندگی کو افلاک کی مانند اور اپنی
بازگشت و عرفان کو بمنزلہ نطق کے دیکھیگا۔ اور جو اس عالم کبیر میں دکھائی دیتا ہے
وہ اس عالم صغیر میں نظر آئیگا۔ اور اُس کی ذات معرفت پوری ہو جائیگی۔ کیونکہ
مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ (جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا
اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا)

اور خدا تعالےٰ کی معرفت یہی ہے کہ مصباح کو مصباحیت کے ساتھ
پہچانے۔ اور زجاجہ کو زجاجیت کے ساتھ اور مشکوٰۃ کو مشکاتیت کے
ساتھ معلوم کرے۔ یعنی زجاجہ کو مصباح نہ بنالے۔ اور مصباح کو مشکوٰۃ نہ
سمجھ لے۔ کیونکہ جو شخص حدود و حقوق کو نہیں پہچانتا۔ وہ اشیاء کو اپنے
ذہن میں خلط ملط کر لیتا ہے۔ اور واجب کو ممکن سمجھ لیتا ہے۔ اور ممکن کو
واجب شمار کرتا ہے۔ تو اس وقت اس کی معرفت کا عہد فاسد ہو جاتا ہے۔
اور اس کی نیت کا عقدہ کھل جاتا ہے۔ مگر جس شخص کو اللہ تعالےٰ عارف
بنانا چاہتا ہے۔ تو اسے تمام اشیاء انکی اصلی حقیقت پر دکھلاتا ہے۔ یعنی وہ کل
کو کلیت کے ساتھ پہچانتا ہے۔ اور جزو کو جزویت کے ساتھ معلوم کرتا ہے
اور فساد و غلطی سے مامون و محفوظ رہتا ہے۔ پس ایسا شخص ہی عارف بالرب
والنفس کہلانے کا استحقاق رکھتا ہے۔ یہ دونوں معرفتیں نور علے نور ہیں۔
پس اللہ تعالےٰ تمام بندوں کو نور النور کی طرف بلاتا ہے۔ اور پھر اہل دعوت
سے جسے چاہتا ہے۔ اپنے نور کی طرف راہ دکھا دیتا ہے +

شرف کے لحاظ سے ہدایت دعوت سے اخص ہے۔ مگر منطقیوں کے

نزدیک دعوت سے اعم ہے۔ کیونکہ ہر ہدایت میں دعوت ہوتی ہے۔ اور ہر دعوت میں ہدایت نہیں ہوتی۔ اس لحاظ سے ہدایت دعوت سے اعم ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ نے اسی مضمون کی طرف اپنی کتاب میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ (اللہ تعالےٰ دار اسلام کی طرف بلاتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف ہدایت کرتا ہے) +

الغرض سب نور پانچ قسم کے ہیں۔ نور الٰہی۔ نور النور۔ نور ممثل۔ نور علےٰ نور اور نور ہدایت جو بندوں کو خدائے تعالےٰ کی طرف لے جاتا ہے۔ یہی پانچوں نور تمام انوار کے اصول ہیں۔ اور اندھیروں کے مقابل ہوتے ہیں +

پس اللہ تو نور السموٰت والارض ہے انکو اپنے ایجاد سے منور کرتا ہے۔ اور ایک اس کے نور کا نور ہے جس کی اس نے تین مثالیں ظاہر فرمائیں۔ ایک تو اس کا ظاہر ہے۔ جسے مشکوٰۃ سے تشبیہ دی ہے۔ اور دوسرا اسکا باطن ہے جس کی مثال زجاجہ بیان کی ہے۔ اور اس کے ستر کی مثال جو باقیوں میں جاری ہے مصباح ہے۔ اور قرآن جو بمنزلہ تیل کے ہے۔ وہ نور علےٰ نور ہے۔ خدائے تعالےٰ جسے چاہتا ہے۔ اپنے نور ذاتی کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ اور وہ شخص پہلے اس بات کو معلوم کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہی نور حق ہے۔ بعد ازاں جب مراتب انوار میں ترقی کرتا ہے تو اسے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہی منور محق ومبطل ہے۔ لِيُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ (تاکہ اپنے کلمات کے ساتھ حق کو حق اور باطل کو باطل کرے) اگر صرف نور الٰہی ہی ظاہر ہوتا۔ تو ذات الٰہی کو کوئی پہچان نہ سکتا۔ کیونکہ سورج کو آنکھ اس کی روشنی کے باعث دیکھتی ہے اور اس روشنی کے باعث وہ محجوب بھی ہے۔ (یعنی اس کی روشنی اسقدر تیز ہے کہ آنکھ اس کے جرم کو دیکھنے کی تاب نہیں لاتی تو پس نور ہی اسکا حجاب ہے۔ اور وہی اس کا راہنما بھی ہے۔ پس جس طرح سورج کی روشنی اسے محجوب بھی کرتی ہے اور دکھاتی بھی ہے۔ اسی طرح انوار الٰہی اس کی ذات کو پوشیدہ کرتے ہیں۔ اور نور النور اسے ظاہر بھی کرتا ہے۔ مگر کوئی شخص اس کے نور ذاتی تک پہنچ نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ عین ذات ہے +

نورِ الٰہی نہ تو جوہر ہے۔ اور نہ عرض۔ اور نہ ہی وصف۔ ظل۔ صنوبر اور ظلمت ہے اور نہ اجتماع شعاع ہے۔ بلکہ اسکا نور کمال ہویت ہے۔ اور اس کی وحدانیت کے ظہور کی روشنی ہے۔ مگر جو نور النور ہے اُس کے لئے احکام اور اوصاف ہیں اور اسی پر مثالیں واقع ہوتی ہیں۔ چنانچہ خود فرماتا ہے۔ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (اسی کے لئے اعلےٰ مثل ہے۔ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے) اور سرِ الٰہی تمام اجزاء عالم میں خلق۔ ابداع۔ ایجاد۔ فعل۔ تقریب۔ تفہیم۔ تربیت۔ تغذیہ۔ اسعاد۔ اقبال کے ساتھ جاری ہے۔ اور بعض دفعہ یہ سرّ ان کمالات کے خلاف بھی کرتا ہے۔ جیسے اماتت۔ افنار تعبید۔ تبعید۔ ادبار۔ استقار۔ وغیرہ۔ اور اس وقت یہ نور ظلمت کی طرح ہو جاتا ہے۔ پس اللہ کا سرّ جو موجودات میں جاری ہے۔ اس کے دو حکم ہیں۔ حکم النور اور حکم الظلمت۔ اور یہ اس لئے کہ وجود و عدم اس کے افعال سے ظاہر ہو سکے اور تمام تصرفات اسی کے لئے مسلم رہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ (اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے مٹاتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ اور اسی کے پاس لوحِ محفوظ ہے) اسکا مطلب یہ ہے۔ کہ اپنے نور النور سے جو تمام عالم میں ساری ہے۔ جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ اور امّ الکتاب سے مراد وہ نورِ الٰہی ہے جو اپنی مرضی کے موافق ہر بات پر قادر ہے۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (کیا وہ اس بات کو نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو ہر طرف سے دباتے چلے جاتے ہیں۔ اور اللہ ہی حکم کرتا ہے۔ اُس کے حکم کو کوئی نہیں پھیر سکتا۔ اور وہ جلد حساب لینے والا ہے) پھر جب تمام انوار اس سرّ جاری کی طرف منسوب ہوئے۔ تو تمام ظلمات بھی اسی طرف منسوب ہوئیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ؕ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا (تحقیق ان سے پہلے لوگوں نے مکر کیا تھا۔ مگر پورا مکر تو خدا کے لئے ہے۔ اور وہ ہر نفس کے تمام کاموں کو جو وہ کرتا ہے جانتا ہے۔ اور کافر عنقریب ہی جان لینگے۔ کہ انجام بخیر کس کے لئے ہے۔

اور کافر کہتے ہیں کہ تم رسول نہیں ہو۔ یعنی اشیاء سے سرِ الٰہی کی نفی کرتے ہیں۔ خداتعالےٰ نے انہیں اس بات سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔ (کہدو میرے اور تمہارے درمیان خداوندتعالےٰ کی گواہی کافی ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے) +

نُور تو نُور کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور ظلمت ان دونوں کے درمیان پوشیدہ رہتی ہے۔ یعنے وہ کبھی بھی ان دونوں نوروں سے باہر نہیں جاسکتی۔ مگر ان کی موجودگی میں پوشیدہ ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ پس وہ سر جو تمام موجودات میں جاری ہے۔ وہ صحتِ قدرت ہے۔ جو اس ارادہ سے پیدا ہوئی ہے۔ جس کی علم یعنی نورِ مصباح تائید کرتا ہے۔ اور یہ نوراللہ کا سر ہے۔ اور تمام موجودات پر غالب ہے۔ اور ہر چیز کو اس کے مناسب مقام میں محفوظ رکھتا ہے۔ تاکہ کوئی کسی پر ذرا بھی ظلم نہ کر سکے۔ اس سر کی حقیقت کی بابت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى۔ اس سرجاری نے آسمان وزمین کے سات سات حصے کردیئے ہیں۔ اسی سر نے انسان کے ہاتھ میں پانچ انگلیاں بنائیں۔ کیونکہ اس نے اس عدد میں مصالح حکمیہ کو معلوم کیا۔ اسی لئے نہ چار بنائیں۔ اور نہ چھ۔ کیونکہ ان عددوں میں فتور تھا۔ اسی سر نے آنکھوں پر بھویں بنائیں۔ جیسے کہ بیت المعمور کا چھت ہے۔ اور پھر پلکیں بنائیں۔ تاکہ آنکھ کا ڈیلا محفوظ رہے۔ اور اسی نے مردوں کے پاؤں میں اخمص بنائے (اخمص پاؤں کے تلوے کے اس حصہ کو کہتے ہیں۔ جو چلتے وقت زمین سے نہیں لگتا) اسی سر نے ہیکل انسانی الف کی طرح سیدھا بنایا۔ اور پھر اس الف میں تک کا شعشہ لگایا۔ اور ہیکل انسانی کو اس لئے سیدھا بنایا۔ تاکہ وہ سرِ الٰہی کو تلاش کرے۔ اور جب اس ہیکل انسانی کو یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ یہ سر سماوی ہے۔ تو وہ کھڑا ہوگیا۔ اور اپنا سر بلند کرکے اس سر کو تلاش کرنا شروع کیا۔ سرِ الٰہی بھی سب سے بڑھکر ہیکل انسانی میں ہی ظاہر ہوا ہے۔ کیونکہ تمام موجودات میں اس سر کا محض ایک اثر یا عکس موجود ہے۔ مگر اس کا عین اور نور صرف طبیعت بشریہ کو ہی حاصل ہوا ہے۔ اور چراغ کا روغن بنکر اس نے اس اندھیرے

گھر کو روشن کیا ہے ۔ اور اسی کے باعث اللہ تعالٰی نے بنی آدم کو تمام موجودات پر
فضیلت دی ہے ۔ پس سرِ الٰہی یہی نور النور ہے ۔ جو قلم سے شروع ہو کر تمام اجزاء
علویہ ایک سے دوسرے میں پھیل گیا ہے ۔ اور تمام موجودات پر اسی نے الفت
ومحبت کی نظر ڈالی ہے ۔ اسی سر نے قلم کو لوحِ محفوظ پر جاری کیا ہے ۔ اور اسی نے
عرشِ خداوندی کو پہلے پانی پر اور پھر فرشتوں کے کندھوں پر کیا ۔ اور پھر ملاء اعلیٰ اور
سدرۃ المنتہی میں فرشتوں کے لئے مکانات بنوائے ۔ پھر آسمان کے دوائر ۔ منازل
اور بروج اور ستارے بنوائے ۔ اور بعض کو بعض کے ساتھ معلق کیا ۔ اور اسی نے
تثلیث و تسدیس کی نظر میں سعادت و محبت کو پیدا کیا ۔ اور تربیع و مقابلہ کی نظر
میں عداوت و شقاوت کو بنایا ۔ اسی سر کے ذریعہ اقترانِ کواکب اور اجتماعِ شمس
و قمر ہوتا ہے ۔ اور اسی کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام احکامِ شریعت پہنچاتے
ہیں ۔ اور میکائیل حرکت کنندوں کے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں ۔ اور اسی کے
اذن سے اسرافیل علیہ السلام صُور لئے کھڑے ہیں ۔ اور عزرائیل علیہ السلام
اجزائے روحانیہ کو اس سرِ الٰہی کی طرف واپس کرتے ہیں ۔ ہر ایک فرشتہ اس سر
کے حکم سے رکوع و سجود کرتا ہے ۔ اور کھڑا ہوتا اور بیٹھتا ہے ۔ پس سرِ الٰہی موجودات
میں مؤلف و جامع ہے ۔ اگر یہ نہ ہوتا ۔ تو کوئی چیز کسی چیز سے الفت نہ کرتی ۔
اسی کے باعث اشیاء آپس میں مختلط و ممتزج ہوتی ہیں ۔ اور اسی کے ذریعے ہر
چیز تام و کامل ہوتی ہے ۔ جب یہ سر علویات و ملکوت کی ترتیب سے فارغ ہوا ۔ تو
پھر اس عالمِ دنیا کی طرف جسے عالمِ کون و فساد کہتے ہیں ۔ متوجہ ہوا ۔ اور ہمارے
لئے منافع حاصل کرنے اور نقصانات کو دفع کرنے میں مشغول ہوا ۔ چنانچہ سب
سے پہلے اس نے پہاڑوں کی طرف توجہ کی ۔ اور ان میں غاریں گڑھے بنائے ۔
اور چشموں کو جاری کیا ۔ اور پارا ۔ لوہا ۔ سونا ۔ چاندی وغیرہ دھاتوں کو پیدا کیا ۔
اور زمرد ۔ یاقوت ۔ فیروزہ ۔ لعل و جواہر وغیرہ قیمتی پتھر رنگ برنگ کے پیدا کئے
بعد ازاں اس نے نباتات کی طرف توجہ کی ۔ اور ان میں سے بعض کو میٹھا اور بعض
کو کڑوا ۔ اور بعض کو مفید اور بعض کو مضر ۔ اور بعض کو پھلدار اور بعض کو بے پھل ۔
اور بعض کو لمبا اور بعض کو چھوٹا ۔ اور بعض کو موسمِ ربیع میں پھلنے پھولنے والا ۔
اور بعض کو سدا بہار ۔ اور بعض کو خوش ذائقہ اور بعض کو بد ذائقہ ۔ اور بعض کو خوشبودار
اور بعض کو بدبودار بنایا ۔ اور یہ تمام کارروائیاں کثرتِ فوائد اور تطویلِ اسباب

سکے لئے کہیں +

مندرجہ بالا امور سے فراغت حاصل کر کے ، وہ حیوانیہ کی طرف توجہ مبذول کی - اور پھر اُن کی کئی بے شمار قسمیں بنائیں - ان میں سے بعض حیوانات پیٹ کے بل چلتے ہیں - بعض دو پاؤں پر - بعض چار ٹانگوں پر - اور پھر ان میں سے بعض پلے ہوئے ہیں - اور بعض وحشی - اور بعض پرند ہیں - بعض آگ میں جل جاتے ہیں - اور بعض پانی میں ڈوب مرتے ہیں - بعض وحشی بھاگنے کی طاقت نہیں رکھتے - بعض اندھیرے بن نہیں ٹھیر سکتے - بعض آواز والے ہیں - بعض حرکت کرنے والے - بعض بے جگہ ملتے ہیں - اور بعض صرف بعض مقامات کے ساتھ مخصوص ہیں - اور پھر اس ستر نے اُن کی شکلیں اور رنگ عجیب وغریب مختلف بنائے ہیں - اور نباتات کی طرح اُن کے اجزا میں بھی منافع وضرر رکھدیئے ہیں - چنانچہ ان میں سے بعض زہر قاتل ہیں - اور بعض دوا کے نافع ہیں - اور بعض غذا اور دوا کے کام آتے ہیں - بعض ہلاک وتلف کرنے کے لئے ہی ہیں - چنانچہ بکری ہر کام میں استعمال آسکتی ہے - مگر کتا سوائے مار ڈالنے کے اور کسی کام کا نہیں - یہی حال نباتات کا ہے - کہ ان میں سے بعض بکری کی طرح ہیں - اور بعض کتے کی طرح - اور بعض حیوانات ایسے ہیں - جو ایک شئے کے لئے مفید ہیں - اور دوسری کے لئے مضر - اور بعض نباتات ایسی ہیں - جو حیوانات کے قائم مقام ہیں - اور اسی طرح بعض حیوان ایسے جو نباتات کے قائم مقام ہیں - یہ سب اختلافات اسی ستر الٰہی کی طرف سے ہیں جس کی حقیقت سوائے خدائے تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا +

اشیائے مذکورہ کو پیدا کرنے کے بعد یہ ستر مکنون مخلوقات کے بیشمار اطوار و ادوار پیدا کرتا ہؤا طبیعت انسانی کی طرف متوجہ ہؤا - اور اشخاص انسانیہ میں جاری ہو کر ہیا کل بشریہ میں سرایت کر گیا - اور خاکی چادر میں پوشیدہ ہو گیا - اور جو کچھ اُس نے تمام مصنوعات میں پوشیدہ کیا تھا - وہ سب کچھ انسان میں ظاہر کر دیا - اور اسے عالم علوی وسفلی کا ایک نمونہ بنا دیا - پھر یہ ستر الٰہی بعض انسانوں میں تو ظاہر ہے - اور بعض میں پوشیدہ +

ابوبکر واسطی کہتے ہیں - کہ قوالب واشباح میں احکام ربوبیت جاری ہیں -

اور بعض کتب منزلہ میں اللہ تعالے نے فرمایا ہے۔ کہ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ اسلئے میں نے انسان کو پیدا کیا۔ تاکہ وہ مجھے اس طرح پہچانے جیسے کہ پہچاننے کا حق ہے"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ "ہر طرح کی حمد اس خداوند تعالےٰ کو ہی سزاوار ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا۔ اور ایجاد کیا۔ اور مجھ کو ہدایت کی۔ اور اپنی ذات کا عرفان میرے دل میں ڈال دیا۔ حتٰی کہ میں نے اسے پہچان لیا۔ اور دیکھ لیا"۔ اس کلمہ میں سِر الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ جو طبیعت کی ظلمت پر غالب ہے۔ اور نور شریعت کے ذریعہ اس میں اثر کرنے والا ہے۔ اس نور کی مثال ایسی ہے۔ جیسے مینہ۔ جو ہر جگہ برستا ہے۔ مگر بعض جگہ گھاس وغیرہ پیدا ہوتا ہے۔ اور بعض جگہ پیدا نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ اُگتا ہے وہ بھی باعتبار اُگنے کی جگہ کے مختلف ہوتا ہے بعض جگہ پھولدار درخت اُگتے ہیں۔ اور بعض جگہ کانٹے دار جھاڑیاں پیدا ہوتی ہیں۔ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا (اچھی اور عمدہ زمین میں اُس کے رب کے حکم سے روئیدگی پیدا ہوتی ہے۔ اور خراب زمین کی پیداوار بھی خراب ہوتی ہے) پس پاکیزہ اور عارف دل میں سِر الٰہی بہت سے فوائد ظاہر کرتا ہے۔ یعنی اس میں اخلاق حسنہ اور کمالات انسانیہ اور حقائق علوم وغیرہ تمام کمالات انسانیہ پیدا کرتا ہے۔ مگر خبیث دل میں سوائے فسق و فجور اور غرور و زُور کے اور کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (جس کے لئے خدائے تعالےٰ نے نور نہیں بنایا۔ اُس کے لئے کوئی نور نہیں) اسی امر کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ فرمایا ہے۔ کہ "جس کو اس نور میں سے کچھ مل گیا۔ اُس نے ہدایت پائی۔ اور جس کو نہیں ملا۔ وہ گمراہ ہوا"۔ یہ نور ہر شخص کو اُس کی استعداد کے موافق ملا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ ہر نفس کو اُس کی طاقت کے موافق ہی تکلیف دیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شب معراج میں اپنے رب سے دعا کی تھی۔ اور اس میں اپنے پروردگار سے سوال کیا۔ کہ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ (اے ہمارے پروردگار ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جو تُو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا۔ اور ہمارے پروردگار ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال

جس کی ہم میں طاقت نہیں؟ +

خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ یہ ستر جاری اپنی ذات میں تو ایک ہی ہے۔ مگر بسبب استعدادات تاثیرات میں مختلف ہے۔ یعنی ایک وجہ سے وحدت واحد ہے۔ اور ایک وجہ سے کثیر ہے۔ موجودات میں سے کوئی چیز اس ستر سے خالی نہیں۔ حتیٰ کہ بارش کا قطرہ قطرہ۔ درختوں کا پتا پتا۔ ہر جاندار و بیجان اور ہر خیر و شر اس سے لبریز ہے۔ البتہ بعض اشیاء کے لئے وہ بیماری ہے اور بعض کے لئے دوا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۝ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ یعنی قلت بصیرت کے باعث وہ عہد توحید کو توڑتے ہیں۔ اور امانت کی رسّی کو قطع کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اسے ملانے کا حکم دیا ہے۔ اور زمین شریعت میں فساد ڈالتے ہیں۔ یعنی سرکشی اور تکبر کے باعث اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ اِس لئے اُن کے دلوں میں ستر الٰہی ظاہر نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے دلوں میں مرض ہے۔ اور ان کی آنکھوں میں راہ ہدایت سے نہاں پن ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ؕ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۙ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى۔ پس تمام انبیاء و مرسلین میں ستر الٰہی نہایت قوت کے ساتھ جاری ہوتا ہے۔ اور ان کے بعد مومنوں کے دلوں میں۔ مگر ان سب میں سے زیادہ قوت کے ساتھ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں جاری ہوا ہے۔ یعنی حضرت خلیل اللہ کے سینہ سے جاری ہو کر اُن کی اولاد میں آیا۔ اور اصلاب انبیاء میں سے گزرتا ہوا قریش میں پہنچا۔ اور بنی ہاشم میں سے ہوتا ہوا صلب عبدالمطلب میں منتقل ہوا۔ اور پھر وہاں سے صلب عبداللہ میں آیا۔ اور اُن سے رحم آمنہ میں منتقل ہوا۔ اور پھر وہ ستر صورت نبوت بن کر حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کے جسم اطہر و اکمل اور طیب میں منتقل ہوا۔ اور اسی ستر الٰہی نے ترتیب اسلامیہ میں خلفائے اربعہ کی تعیین کی +

یہ سرّ الٰہی جب طینت آدم علیہ السلام میں جاری ہوا۔ تو اس نے آدم علیہ السلام کے قالب۔ روح۔ طبع۔ عقل۔ مزاج۔ نطفہ اور حواس میں اپنا اثر کیا۔ اور ان قوائے سبعہ میں اثر کرنے کے باعث نور بھی سات اقسام میں منقسم ہوا۔ جو آیت اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ میں مذکور ہیں۔ پھر ان میں دو نور اور اضافہ ہوئے۔ ایک نور علم اور دوسرا نور عمل پس نور سر مراتب سبع کے لحاظ سے سات اقسام میں منقسم ہوا۔ جن میں سے بعض بمنزلہ مشکوٰۃ کے ہیں۔ اور وہ قالب۔ روح اور حس ہے۔ اور بعض بمنزلہ زجاجہ کے ہیں۔ اور وہ طبع اور مزاج ہے۔ اور بعض بمنزلہ مصباح ہیں۔ اور وہ عقل و نطق ہے۔ پس ان قوائے سبعہ میں سے ہر ایک نو ساداں و حضرت آدم علیہ السلام میں سے ایک ایک قسم پر غالب ہوا۔ اور اس طرح ان کی بھی سات قسمیں ہو گئیں۔ ایک قسم پر تو قوت طبع غالب ہوئی۔ اور ایک قسم پر قوت حس نے غلبہ پایا۔ اور ایک قسم پر قوت مزاج غالب ہوئی۔ اور ایک قسم پر قوت روح کا غلبہ ہوا۔ اور ایک قسم پر قوت قالب مستولی ہوئی۔ اور ایک قسم پر قوت عقل کا استیلا ہوا۔ اور ایک قسم پر قوت نطق نے غلبہ پایا۔ مگر ان سب اقسام میں سے اشرف قسم وہ ہے جن میں عقل و نطق کی قوتوں کا غلبہ ہے۔ اور وہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ ان سے نچلا درجہ ان کا ہے۔ جن پر قوت حس و روح کا غلبہ ہے۔ اور پھر ان میں سے نیچے وہ ہیں جن پر قوت مزاج و طبع غالب ہے۔ اور سب اقسام سے گھٹیا وہ قسم ہے۔ جن پر صرف قوت قالب غالب ہے۔ اور سب سے کامل تر بت وہ قسم ہے جس میں تمام قوتیں نہایت کمالیت کے ساتھ مجتمع ہیں۔ اور جس میں یہ تمام قوتیں کمال کے ساتھ مجتمع ہوں۔ وہ اولوا العزم پیغمبروں سے ایک ہوتا ہے۔ یا ان خلفاء میں سے ہوتا ہے۔ جو حسن نظر سے دوسرے اشخاص پر تسلط کر سکتے ہیں۔ اور کمالات بشری کو حاصل کرنے میں سب سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ان ہی کے ساتھ دین مذاہب کا کام کامل و اتم ہوتا ہے۔ اور جب یہ تمام قوتیں ایک شخص پر بوجہ اتم غالب آتی ہیں۔ تو اس کے ساتھ وہ اشیاء بھی لازم ہوتی ہیں۔ جو ان قوتوں سے ملحق ہیں۔ مثلاً قوت حس کو اشیاء محسوسہ کا ادراک اور خوشبودار اشیاء کے سونگھنے میں کامل تمیز حاصل ہوگی۔ اور طعوم و الوان میں فرق کرنے کا اعلیٰ ملکہ ہوگا۔ اور مطعومات و مشروبات کی تمیز میں اعلیٰ دسترس ہوگی۔ اور اس سے وہ بہت

سی آفات سے محفوظ رہیگا +

قوت مزاج کو صحت نفس - درازی عمر - سلامتی قلب اور خوشحالی اور دیگر بہت سے لذات پر قدرت پانا لازم ہے - اور قوت طبع کو تحمل - حلم - وقار - بزرگی حسن صورت اور اخلاق حمیدہ وغیرہ امور لازم ہیں - اور قوت روح کو قوت شہوت اور قوت غضب اور قوت افعال نفسانیہ لازم ہے - اور قوت قلب کو تمام اعمال جسمانیہ میں شدت حرکت - دشمن کو دفع کرنا اور انہیں شکست دینا - اور حسن صورت وسیاست وغیرہ امور لازم ہیں - اور قوت عقل کو علم وحکمت اور عمل صالح اور عدل وجود اور ریاست اور دنیا کے امور مہمہ کو انجام دینا وغیرہ باتیں لازم ہیں - اور قوت نطق کو فصاحت وبلاغت - دفع اعدا - جذب قلوب اور عدل وانصاف پر لوگوں کو چلانا لازم ہیں - ان قوتوں میں سے ہر ایک قوت کے خواص زوائد ہیں جنکا ذکر بہت طویل ہے - مگر دانا کے لئے اس قدر کفایت کرتا ہے - الغرض نوع انسانی کا ان اصناف میں منقسم ہونا ان قوی کی تقسیم دلا سے حاصل ہوا ہے - اور انقسام قوی سے سر الٰہی ہے جسکی حقیقت بجز خدا تعالٰے کوئی نہیں جانتا - ان اقسام سبعہ میں منقسم ہوا - اور پھر اس سے نوع کی بھی سات قسمیں ہوئیں - اور اقالیم عالم بھی سات میں منحصر ہوئیں - اور اصناف بھی آدمیوں کی طرح سات ہوئیں - جن سے تینوں سر الٰہی کے تین مراتب مشکوٰۃ - مصباح اور زجاجہ سے ماخوذ ہیں - اور چاروں انوار کلیہ - نور اللہ - نور النور - نور المثل - اور نور علٰی نور کے چار مراتب سے ماخوذ ہیں - اور وہ زیتونہ مبارکہ سے مستفاد ہے - پھر ان نوروں میں سے ہر نور کے مقابل ظلمت ہے - جو اسکا مقابلہ کرتی ہے - اسلئے ظلمت بھی اتنی ہی اقسام میں منقسم ہے +

نور در حقیقت ایک ہی ہے - اور وہ قدرت کی روشنی ہے - پس توحید فی الحقیقت ایک ہے - اور ماجز سیت ہیں - ارشاد ہوتا ہے - اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ظلمات سے مراد تفرق ہے - اور نور سے اجتماع - کیونکہ تفرق شیطان سے ہے - اور اجتماع اللہ کی جانب سے - اور شیطان کے لئے سوائے ظلمت کے اور کچھ چیز نہیں - اور وہ نور آہنی کے نیچے پڑی ہے - اور نور النور اس سے مقابلہ کرتا ہے - یہ ظلمت لازمہ سیت ہے - جیسے کہ نور لازمہ شریعت ہے - اور یہ نور کی آمیزش سے ہے - ظلمت تحت نور النور میں نازل ہوئی ہے - مگر جناب نور میں - کیونکہ ابلیس آدمزاد کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے

نہ کہ خالق کے اندر اسی لیئے وہ ان لوگوں کے دل میں وسوسہ ڈالنے پر قادر ہے۔ جن کا اتصال جناب باری سے بعید ہے۔ مومن عاقل کے دل میں وسوسہ نہیں ڈال سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ اسکا قول نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (میں ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ مگر ان میں سے جو تیرے مخلص بندے ہیں انہیں گمراہ نہیں کرسکتا) شیطان اسی سئے ملعون ٹھیرا تھا۔ کہ اس نے حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ اور اسی غرور وتکبر کے باعث خدائے تعالےٰ نے اسپر لعنت کی۔ تاکہ عاقل معلوم کرلے۔ کہ ظلمت نور کے مقابل ہے۔ یعنی نور النور کے۔ اس مقام میں اور بہت سے اسرار ہیں۔ جن کی اس کتاب میں گنجائش نہیں +

درحقیقت سرّ الٰہی جو اس کی موجودات میں جاری ہے۔ وہ اسکی محبت اور ارادہ ایجاد ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالےٰ ارادہ نہ کرتا۔ اور اپنے وجود کا اظہار نہ چاہتا۔ اور وجود کی اشاعت نہ کرتا۔ تو کسی چیز کو بھی جو حجاب عدم میں مستور تھی ایجاد نہ کرتا۔ اسکا شہوات وخواہشات سے منزہ ومبرا ہونا اس کے ارادے پر دلالت کررہا ہے اور اس کے ارادے سے مراد اسکا وہ سرّ ہے جو اسکی مرادات میں جاری ہے۔ اور اس سرّ نے سب سے زیادہ انسان میں اثر کیا ہے۔ اور اسنے آفاق وانفس میں اپنے آثار دکھائے ہیں۔ جب یہ سرّ پیدائش انسان سے اپنا انتہائی مقصد پورا کرچکا۔ تو اس کے ورے اسکا کوئی مقصد نہ رہا۔ اسلئے وہ سرّ انسان پر تام ہوگیا جیسے سورج کی شعاعیں اول اول تو افلاک پر پڑتی ہیں۔ اور ان سے نفوذ کرتی ہوئیں ارکان تک پہنچتی ہیں۔ مگر ان میں سے کسی پر نہیں ٹھیرتیں۔ اور آخر زمین پر قرار پکڑتی ہیں۔ اور پھر وہاں سے لوٹتی اور منعکس ہوتی ہیں۔ یہی حال سرّ الٰہی کا ہے۔ کہ جب وہ منتہائے انسانی پر پہنچا۔ تو وہاں ٹھیر گیا۔ اور منعکس ہوا۔ اور اپنے انعکاس سے انسانیت کو اس طرح روشن کیا جس طرح کہ سورج اپنی شعاعوں کے انعکاس سے عالم ذنب کو روشن کرتا ہے۔ پھر ان میں سے بعض انسان ایسے ہیں جو اس سرّ الٰہی کے رجوع کی گذرگاہ بنے۔ اور ان میں نور اپنے انعکاس کے باعث دگنا ہوگیا۔ اور اس کے آثار بڑھ گئے۔ یہی لوگ انبیاء ومرسلین ٹھیرے۔ مگر وہ خط جس پر اس سرّ کا نور مضاعف پڑا ہے۔ اور اس سے شعاعیں منعکس ہوئی ہیں۔ وہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک ہے۔ جو شدت نور کے باعث وسط زجاجہ

کی مانند ہے ۔ اور اس طرح ہے جیسے کہ مصباح مشکوٰۃ میں ہوا کرتی ہے ۔ اسی لئے آپ کو نور النور سے کامل ترین حصہ ملا ۔ پھر آپ نے معراج میں نور النور سے ذات باری کیطرف انتقال کیا ۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے ۔ مَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ النُّوْرِ اهْتَدٰی (جس نے اس نور میں سے کچھ پایا ۔ وہ راہ یاب ہو گیا ۔) پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نور سے سب سے بڑھکر حصہ پایا ہے ۔ اور آپ ہی سب سے زیادہ مقام ہدایت و مقام قربت میں ہیں ۔ اور اسی لئے آپ پیدائش میں سب سے پہلے مبعوث ہونے میں تمام انبیاء سے مؤخر ہیں ۔ اللہ نے آپ کو اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مخصوص فرمایا ۔ اور آپ کو وہ نور بنایا جس سے اپنے بندوں کو ہدایت کی ۔ چنانچہ آپ کی شان میں ہی فرماتا ہے ۔ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے)

اللہ تعالےٰ نے مرتب نور کی مثالیں صرف اسلئے بیان فرمائی ہیں ۔ تاکہ عاقل اس بات کو جان لے ۔ کہ معقول اور مجہول اور محسوس سب معانی معقولہ کی مثالیں ہیں ورنہ مصباح اور کلمۃ اللہ کی ضو میں بُعد المشرقین ہے ۔ اور اسی طرح زجاجہ اور قدرت الٰہی اور مشکوٰۃ اور صنعت خداوندی میں ہزار ہا کوس کا فرق ہے ۔ مگر اللہ تعالےٰ نے انکی مثالیں صرف اسلئے بیان کی ہیں ۔ کہ یہ مشکل باتیں ان امثلہ سے سمجھ میں آ جائیں اور ظنون و آراء سے بھرے ہوئے دل ان سے تعلیم حاصل کریں ۔ یہ مثالیں وجوہ معانی پر ایک طرح کا پردہ ہیں ۔ جو جاہل ہوتا ہے ۔ وہ تو اس پردے کے ورے ہی ٹھیر جاتا ہے ۔ مگر عاقل ان پردوں کو چیر کر اندر داخل ہو جاتا ہے ۔ اور حقائق اشیاء کو جیسی کہ وہ ہیں دیکھتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَکَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا (اے رسول جب تم قرآن پڑھتے ہو ۔ تو ہم تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان میں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں ۔) ایک اور جگہ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا فرمایا ہے ۔

الغرض اللہ تعالےٰ نے مثالوں کو بمنزلہ خیمہ کے بنایا ہے ۔ اور حکم و معانی کو اپنی عزت کے مخیمات اور اپنی ودیعت کے مخدرات گردانا ہے ۔ پس جو دل مشکوٰۃ کے مشابہ ہوگا ۔ وہ صرف خیمہ کے سایہ اور اس کی اشکال کو ہی دیکھیگا ۔ اور قلب بھی جب نور مصباح سے منور ہوتا ہے ۔ تو صبح کی روشنی پر اطلاع پاتا ہے ۔ تو کامیابی کی بلندی پر چڑھتا ہے ۔ اور پیروزی کی بو سونگھتا ہے ۔ اور اس طرح

پہنچاتا ہے۔ جیسے مصباح مشکوٰۃ میں ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ " رات کو نفل پڑھنے والے ایسے ہیں۔ جیسے اندھیری رات میں مصباح " پس یہ قلب نور انور کا ادراک کرتا ہے۔ اور بقدر طاقت نور الٰہی کی طرف قربت حاصل کرتا ہے۔ اور حدود اشکال سے تنج دزکر کے مشاہدوں کے خیمہ میں جا داخل ہوتا ہے۔ اور اس بات سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ کہ معلومات الٰہی تغیر و زوال سے خارج ہیں۔ پس اللہ تعالےٰ نے آیت نور کو وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ پر ختم فرمایا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے عقلوں کی مقداریں اور خواطر کے مرتبے خوب جانتا ہے۔ اس لئے ہر شخص سے اس کی عقل کے موافق خطاب فرماتا ہے۔ اور ہر دل پر اس کے تحمل کے لائق انکشاف کرتا ہے۔ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ٭

اے طالب صادق تمہیں اس بات کو سمجھ لینا چاہئے۔ کہ ستر آلہی خدا تعالےٰ کا وہ ارادہ ہے جو اس کے ایجاد کا محرک ہے۔ اور تمام ان اشیاء میں جو کتم عدم سے وجود میں آئی ہیں جاری ہے۔ یہی ستر مدبرہ منتمم اور ہر شئے کو اس کی غایت تک پہنچانے والا ہے۔ اور ہر ایک نے اپنی اصطلاح کے موافق اس ستر کے آثار کا ایک خاص نام رکھا ہوا ہے۔ بعض اس سے مراد وہ عنایت لیتے ہیں جو تمام مخلوقات پر مشتمل ہے۔ اور فلاسفہ کا خیال ہے۔ کہ تمام موجودات کا وجود اللہ تعالےٰ سے مستفاد ہے۔ اور یہی معنے مستفاد ارادہ آلہی کے ستر کے ساتھ قائم ہیں۔ متکلمین کہتے ہیں۔ کہ موجودات میں ستر آلہی اس کی قدرت ہی ہے۔ جو تمام حرکات وسکنات کو شامل ہے۔ یعنی انگلی بھی خدا تعالےٰ کے ارادے سے ہی حرکت کرتی اور ساکن ہوتی ہے۔ پس ان کے نزدیک محدثات میں احداث کا پیدا ہونا اور ان کے افعال کو بدلنا ہی ستر آلہی ہے۔ جو مخلوقات میں جاری ہے۔ اور دیگر اہل بین کہتے ہیں۔ کہ وہ نور جو سب کو قبضہ کئے ہوئے ہے۔ اللہ کی طرف سے ہے اکثر مجوسی اور بعض نصاریٰ اسی نور کو ثابت کرتے ہیں۔ اور ارباب طریقت اور صوفیائے کرام کہتے ہیں۔ کہ اس ستر سے مراد مقلب القلوب یعنی اللہ تعالےٰ کی طرف دلوں کا منجذب ہونا ہے۔ پس انکے نزدیک ستر آلہی سے مراد دل کا اپنے پروردگار کے دروازے پر حاضر ہونا ہے۔ اور ان سے اکثر کہتے ہیں۔ کہ ستر آلہی سے مراد بندے کا انکشاف حق کی طرف قریب ہونا ہے۔ مگر درحقیقت ستر آلہی

موجودات کے اندر وہ تسخیر ہے جو ربوبیت سے قبض بسط کے ساتھ ہر موجود و معدوم کے لئے صادر ہوتی ہے۔ اسی تسخیر نے تعبد و تکالیف کو لازم کیا ہے۔ اور واقف اسی سر کے ذریعے ٹھیرتا ہے۔ اور کھڑے ہونے والا اسی سے قائم ہوتا ہے۔ اور بیٹھنے والا بیٹھتا ہے۔ اور مومن ایمان لاتا ہے۔ اور کافر کفر کرتا ہے۔ یعنی خیر و شر اور حلو و مر سب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ اور اس سر الٰہی کے تمام موجودات میں جاری ہونے سے تمام مخلوقات طوعًا و کرہًا اس کی ربوبیت کے اقرار کے لئے مجبور ہے۔ اور کہ رہی ہے کہ ان کے لئے کوئی نہ کوئی خارجی خالق ضرور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلْ اَفَرَاَيْتُمْ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ

نیز ان دلائل میں سے جو سر ارادی و ربانی کے عباد و بلاد میں جاری ہونے کو ثابت کرتی ہیں۔ رسولوں کا مبعوث فرمانا اور محافظ و کراماً کاتبین فرشتوں کا مقرر کرنا ہے۔ یہ فرشتے درحقیقت سر الٰہی کے انوار ہیں۔ جو بندوں کے اعمال کی حفاظت کرتے اور صغیرہ و کبیرہ سب کچھ لکھ لیتے ہیں۔ "تاکہ علم الٰہی سے زمین و آسمان کی ذرہ بھر چیز بھی پوشیدہ نہ رہے"۔

بعض کہتے ہیں۔ کہ سر الٰہی سے مراد خدا تعالےٰ کی محبت ہے جو اُسے موجودات سے ہے۔ اور اس موجودات سے محبت کی دلیل اس کا ایجاد کی طرف متوجہ ہونا اور موجودات کے اعدام کو مکروہ سمجھنا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "مجھے کسی کام کے کرنے میں تردد نہیں ہوا۔ صرف مومن کی روح قبض کرنے میں تردد رہتا ہے۔ کیونکہ وہ موت کو برا سمجھتا ہے۔ اور میں اس کی برائی کو برا سمجھتا ہوں۔ مگر مومن کو اس سے چارہ بھی نہیں ہے"۔

اور منجملہ ان دلائل میں سے اولاد سینچنے رہنا۔ اور انکی مصلحتوں کی حفاظت کرنا۔ اور انکی دعوت کے لئے انبیاء کو مبعوث فرمانا ہے۔ پس اے طالب صادق اگر تم نور نبوت کے حاصل کرنے پر قادر نہیں ہو۔ تو ان لوگوں کے گروہ میں کیوں داخل نہ جاؤ جو اللہ تعالےٰ کے ذکر سے کبھی سست نہیں ہوتے

اور قیام و رکوع و سجود میں اُسے یاد کرتے رہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے ان گھروں میں یاد کرتے ہیں۔ جنکی بابت حکم خدا ہے۔ کہ ان میں اسکا نام لیا جائے۔ اور شام و سحر اسکی پاکی بیان کی جائے۔ ایسے اشخاص کو اللہ تعالےٰ اُن کے نیک اعمال کا بدلہ دیتا ہے۔ بلکہ اپنے فضل سے زیادہ بھی عطا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ مخلوقات پر بڑا ہی فضل والا ہے ؞

مقالہ تیسرا

نبوت کے بیان میں اور اسمیں ۷ باب ہیں

باب اوّل

نبوت اور رسالت کی حقیقت کے بیان میں اور اس میں تین فصلیں ہیں

فصل اوّل

نبوت اور رسالت اور اُنکی ماہیت کے بیان میں

واضح رہے کہ نبوت نام ہے دل کی اُس آگاہی کا جو اُسے حقیقت معاینہ سے بغیر اکتساب و طلب اور اجتہاد کے علوم غیبیہ کے معانی میں حاصل ہوجایا کرتی ہے۔ اس آگاہی کے تین مرتبے ہیں۔ کیونکہ یہ یا تو اس قصد سے حاصل ہوتی ہے جو بندے کی استعداد الی اللہ سے صادر ہوا ہو۔ اور یا اُس کامل جذب سے جو اللہ تعالےٰ سے بندے کو ہوتا ہے۔ اور یا بندے کے

نبوت طلب کرنے اور خدا کے اُسے نبوت عطا کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور جب یہ استنبار اور انباء جمع ہو نگے۔ تو نبوت رسالت کی طرف منتقل ہوگی اور یہ مرتبہ سب مراتب سے اکمل واعلیٰ ہے۔ پس نبوت ایک ایسی حالت ہے جو بعض نفوس انسانیہ کو نور قدس کی تاثیر سے حاصل ہوتی ہے۔ مگر کامل اور سخت تاثیر کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ نفس انسانی نے اگر ان انوار قدسیہ سے ضعیف اثر قبول کیا ہو۔ تو وہ نفس انسانی متنبی ہوگا نہ کہ نبی۔ اور ان دونوں میں فرق یہ ہے۔ کہ متنبی تکلف اور کوشش سے نبی بننے والے کو کہتے ہیں۔ جو غیر مقبول ہے۔ اور موصل الی الحق نہیں ہے۔ اور نبی اسے کہتے ہیں۔ جسے تمام کمالات انسانیہ اور ربانیہ بغیر اکتساب واجتہاد کے حاصل ہو جائیں۔ کوشش اور اجتہاد سے نبوت کا حصول ممکن بھی کیسے ہوسکتا ہے۔ جبکہ وہ اسرار مکنونہ میں سے ایک ستر ہے۔ جسکو اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے۔ ودیعت رکھ دیتا ہے۔ پھر جب یہ ودیعت انسان کے جوہر نفس میں قرار پکڑتی ہے۔ تو پھر یہ نبوت نبی کے لئے ذاتی بن جاتی ہے اور اس وقت اسے یہ نہیں کہ سکتے۔ کہ نبوت ایک عرض ہے۔ جو نفس کے اوپر طاری ہوئی ہے۔ یا نفس کی ایک خصلت ہے۔ بلکہ وہ نفس نبی کی ایک صفت ذاتیہ اور اس کے جوہر کو کامل کرنے والی ہوتی ہے۔ نفس صرف نور نبوت سے ہی نبی بن سکتا ہے۔ جیسے وہ عالم اسی صورت میں ہوسکتا ہے۔ جبکہ علم اس کے جوہر میں منتقش ہوجائے۔ الغرض نبوت نفس کے کمال کا انتہائی درجہ ہے جس کے ماوراء کوئی درجہ نہیں۔ اور یہ ایک ایسی سیڑھی ہے۔ کہ جو اس پر چڑھتا ہے۔ وہ اپنے رب کو جا ملتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے اور اُس کے درمیان صرف حجاب حدوث ہی باقی رہ جاتا ہے۔ پس سب سے پہلا کمال جو نفس انسانی کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ صانع کا علم ہے۔ اس کے بعد اس کے واحد ہونے کا علم ہے۔ اور بعد ازاں فکر پر اسکا نافذ ہونا۔ اور پھر اس کے جلال کا شہود حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد اس کے علم کے ادراک میں وحی کی وساطت سے مستغرق ہونا حاصل ہوتا ہے۔ اور اسی حالت کا نام نبوت ہے۔ پھر جب نور نبوت سے نفس کامل ہوتا ہے۔ تو وہ لوح محفوظ کی مانند بن جاتا ہے۔ یعنی اسپر علم غیب وشہادت منکشف ہوجاتا ہے ✦

نبوت صرف اسی نفس کو حاصل ہوتی ہے۔ جو رذائل سے پاک اور فواحش سے منزہ اور فساد سے بعید ہو۔ اور اس کی طبیعت وقوائے پر نقص غالب نہ ہو۔ کیونکہ نفس جب تک ان آفات محسوسہ میں مشغول رہے اس وقت تک اُن کی کدورت کے باعث عالم غیب کی طرف رجوع نہیں کر سکتا۔ اور جب وہ آفات اس سے زائل ہو جاتی ہیں۔ اور نقائص و رذائل سے اُس کی ذات پاک ہو جاتی ہے۔ تو وہ حجاب جاتا رہتا ہے۔ اور پردے اُٹھ جاتے ہیں۔ اور نفس اپنے عالم سے قریب ہو جاتا ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ قریب کو وہ باتیں نظر آتی ہیں۔ جو بعید کو نہیں آتیں۔ پھر وہ نفس اپنے جوہر کی صفائی کے باعث جناب غیب کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور اس کے جوہر میں علوم ملکوت منتقش ہو جاتے ہیں۔ اور اسی انتقاش کا نام نبوت ہے۔ پھر اس نفس کو وہ چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ جو دوسروں کو دکھائی نہیں دیتیں۔ اور اس نفس کو حقائق غیب محض اس لئے دکھائی دیتی ہیں۔ کہ عالم حسی سے اس کی التفات کم ہو جاتی ہے اور اشتغال زائل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کمالات الٰہیہ سے نفس کو باز رکھنے والے یہی حواس مکدرہ ہیں۔ اگر یہ آفات نہ ہوتیں۔ تو نفس کا قدم کبھی بھی جادہ اعتدال سے لغزش نہ کھاتا۔ مگر باطل کے اندھیروں کے باعث حق ملتبس ہو جاتا ہے۔ اور حواس کی قوت اشتغال سے باطل غالب آجاتا ہے۔

نفس عالم طبیعت میں مسافر ہے۔ کیونکہ یہ جناب امر سے مستفاد ہوتا ہے اور اس غربت میں ان قوائے کے باعث ولائت سے باعث رہا ہے۔ اور اپنی رفعت سے منقطع ہو گیا ہے۔ اور قلت صفائی کے باعث اس کا علم کم ہو گیا ہے مگر جب یہ عوائق زائل ہو جاتے ہیں۔ اور حجاب کم ہو جاتے ہیں۔ اور حواس میں نقص آجاتا ہے۔ تو پھر یہ غریب اپنے وطن کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور اپنی اوج کی طرف اڑتا ہے۔ اس وقت علام غیب اسے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور حقائق ملکوت اسے نظر آنے لگتے ہیں۔ اور یہ رویت کبھی تو اسے خواب میں حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ حالت بیداری میں کثرت اشتغال کے باعث روح کی حالت ضعیف ہو جاتی ہے۔ اور طریق حق سے اس کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ اور کبھی بیداری میں یہ حالت حاصل ہو جاتی ہے۔ جبکہ نفس قوی ہو۔ اور عالم حسی کی طرف التفات کم ہو ❊

جو کچھ خواب میں دکھائی دیتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہوا کرتی ہیں۔ ایک وجہ تو نہایت ضعیف ہوا کرتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ حق کو باطل کی صورت میں دیکھے۔ یا ملکوت کے اسرار خیال کے تصرف سے محسوسات کی صورت میں نظر آئیں۔ ان دونوں صورتوں میں تعبیر صادق کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صفائی جوہر کے باعث وہ اشیاء بغیر التباس و استتار کے نظر آئیں۔ یا روح القدس کو خواب میں دیکھکر نبوت کا اثر اس سے قبول کرے۔ مگر بیداری میں ضعف جوہر اور تنگی قلب کے باعث اُس کے دیکھنے پر قادر نہ ہو۔

حالت بیداری میں جو اشیاء نظر آتی ہیں اُنکی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو ضعیف ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ملائکہ اور مقربین کو دُور سے دیکھے۔ لیکن اُن کے ساتھ اختلاط اور بات چیت پر قادر نہ ہو۔ اور دوسری قسم قوی ہے۔ یعنی تمام مراتب سے اقویٰ ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ روح کو صریح نظر کے ساتھ دیکھے۔ اور لوح و ملک کی شکل اس کی بصر میں منقش ہوجائے۔ اور انکی صورت دیکھے اور ان سے باتیں کرے۔ اور ان کی نظر حاصل کرلے۔ اور ان کے اثر کو قبول کرلے۔ یہ کمال نبوت کا درجہ ہے۔ اور اس سے بڑھکر اور کوئی درجہ نہیں۔ پھر یہاں ایک اور حالت ہے۔ اور وہ یہ کہ نور نبوت سے مستفید ہو سکے۔ مگر افادہ پر قادر نہ ہو۔ ایسے شخص کے لئے ایک ہی طریقہ ہوگا۔ اور وہ نبوت ہے۔ گر طرف ثانی یعنی رسالت اس سے فوت ہوجائیگی۔ پس ہر رسول نبی ہوتا ہے۔ مگر ہر نبی رسول نہیں ہوا کرتا۔ کیونکہ رسالت نام ہے اس بات کا۔ کہ جو چیز نور نبوت سے حاصل ہوئی ہو۔ اسے پہنچا بھی دیا جائے۔ مگر بعض ایسے نفوس بھی ہوتے ہیں۔ جو تبلیغ کی طاقت نہیں رکھتے۔ العرض نفوس قدسیہ میں سے کامل تر وہ ہے۔ جو استفادہ و افادہ دونوں پر قادر ہو۔ اور ایسا شخص نبی مرسل ہوگا۔ نبوت کا استفادہ کرے گا۔ اور رسالت کا افادہ دیگا۔ پس نبوت اسرار الٰہیہ کی تلطیف کا نام ہے۔ اور رسالت تکشیف نبوت کا نام ہے۔ کیونکہ نبوت ایک نور کا نام ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے نفس کلی و کامل پر فائض ہوتا ہے۔ اور رسالت اس نفس کامل کا ایسا نور ہے۔ جو نفوس جزئیہ کو پہنچتا ہے +

نبوت ایک ضرورت ہے۔ جو عنایت آلہی سے نفوس وحشیہ [illegible]

کی حفاظت کے لئے واقع ہوئی ہے۔ اور رسالت اس نبوت کی ایک صورت ہے۔ جو عباد و بلاد کی مصلحتوں کی حفاظت کرتی ہے۔ خدا تعالےٰ کو چونکہ معلوم تھا۔ کہ انسان عالم صغیر ہے۔ اور عالم کبیر کا ایک نمونہ ہے۔ اور یہ صراطِ مستقیم پر تبھی قائم رہ سکتا ہے۔ جب اُس کی اپنی عنایت اور توفیق ارادہ سے حفاظت کی جائے۔ اور خدا تعالےٰ کو یہ بھی معلوم تھا۔ کہ ہر نفس انسانی میرے نور عزت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ تو اُس نے تمام نفوس انسانیہ میں سے چند نفوس ایسے چھانٹے۔ جو نہایت کامل اور رذائل سے پاک و مبرا تھے۔ اور انہیں نفوس کو محلِ نبوت قرار دیا۔ اور نور نبوت کو ان میں جاری و ساری کیا۔ پس ان میں سے بعض نفوس تو ایسے تھے۔ جو محض استفادہ کی ہی قوت رکھتے تھے تبلیغ کے قابل نہ تھے۔ اور بعض ایسے تھے جن میں دونوں امور کے برداشت و تحمل کی طاقت تھی۔ یعنی نبوت کو بھی قبول کر سکتے تھے۔ اور رسالت کو بھی۔ پس جن نفوس نے محض نبوت کو ہی قبول کیا۔ وہ کامل تھے۔ اور جنہوں نے نبوت کو قبول کر کے رسالت کی تبلیغ بھی کی۔ وہ مکمل ٹھیرے۔ مکملہ کی مثال تو ایسی ہے جیسے پانی۔ جو پاک بھی ہے۔ اور دوسری چیز کو بھی پاک کرتا ہے۔ اور کاملہ کی مثال مٹی کی سی ہے۔ جو صرف پاک ہی ہے۔ یعنی جس طرح پانی مٹی سے اعلےٰ ہے۔ اسطرح تکمیل بھی کمال سے افضل ہے۔ پس جب اللہ تعالےٰ نے نبوت کو نفوس میں پیدا کیا۔ اور ان سے بعض کو تبلیغ رسالت بھی عنایت کی۔ تو نور نبوت اور رسالت سے لوگوں میں صراطِ مستقیم ظاہر اور روشن و واضح ہو گیا۔ اور انبیاء نفوس کے طبیب ہوئے۔ جنہوں نے ارواح امت کا علاج کیا۔ حتیٰ کہ نفوس نے امراضِ کفر سے خلاصی پائی۔ اور صحتِ فطرت کی طرف لوٹے۔ اور یہ خدا تعالےٰ کی ایک رحمت ہے۔ جو اس نے اپنے بندوں پر فائض کی۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

فصل دوم

نبوت و رسالت کی حقیقت کے بیان میں

واضح رہے۔ کہ نبوت اس راستے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے نبی کے مابین ہوتا ہے۔ اور رسالت اُس راستے کا نام ہے۔ جو نبی اور اُس کی اُمت کے مابین ہوتا ہے۔ پس نبوت تو بمنزلہ بادل ہے۔ اور رسالت بارش کی مانند ہے۔ اور مٹی کو بارش سے ہی فائدہ پہنچتا ہے۔ بادل ان بخاراتِ لطیفہ کا نام ہے جو اوپر چڑھکر مجتمع ہو جاتے ہیں۔ اور بارش ان بخارات کا صورت ہوائیہ سے صورتِ مائیہ میں تحلیل ہونے کا نام ہے۔ بارش اسی تحلیل سے نیچے اُترتی ہے۔ پس رسالت ایک بارش ہے۔ جو نبوت کے بادل سے روحوں کی زمین پر نازل ہوتی ہے۔ تاکہ نفوس اس سے مستفید ہوں۔ یہ نبوت سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ مگر نبوت حواس کے ادراک سے بالا ہے۔ اس لئے ہر شخص اس میں خوض کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ نہایت لطیف اور رقیق ہوتی ہے لوگ صرف آثارِ رسالت سے ہی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ نفوس کے زیادہ قریب ہے۔ الغرض جب نفس واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ تو نبی بنجاتا ہے۔ اور جب وہاں سے لوٹ کر بندوں کی طرف آتا ہے۔ تو رسول بنتا ہے۔ یعنی نبوت تو ہمنشینی کا نام ہے۔ اور رسالت حالتِ مکالمت کو کہتے ہیں۔ یہ رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے طبیبِ حاذق و صادق کے علاج کی طرح ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مادرِ مشفقہ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ اور اس کی کمالِ رحمت کی دلیل ہے۔ کہ اُس نے انبیاء کو مبعوث فرمایا۔ اور رسولوں کو اپنی طرف سے کتابیں دیکر بھیجا۔ تاکہ وہ بندوں کو دارالسلام کی طرف بُلائیں۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (جسکو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے) جب اللہ تعالیٰ نے معلوم کیا۔ کہ تمام لوگ سعادتِ نبوت کو حاصل نہیں کر سکتے۔ تو ان میں سے چند پاک و پسندیدہ اشخاص کو چھنکر نورِ نبوت سے خاص کیا۔ اور اپنے بندوں

کی ہدایت اور اتمام محبت کے لئے بھیجا۔ اور انبیاء کے دلوں میں مصباح نبوت کو
روشن کیا۔ پھر اس مصباح کے نور کو رسالت کی چمنی میں ظاہر کیا۔ پھر رسالت
نبوت کے ساتھ ملکر اس طرح ہوگئی۔ جیسے فرماتا ہے:۔ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ
پھر جب یہ نورِ رسالت اور ضوءِ زجاجہ بندوں میں ظاہر ہوئی۔ اور اُس خدا
تعالےٰ کی قدرت سے نبوت کا تسلط ہوا۔ جس نے انبیاء کو خوشخبری دینے
والا اور ڈرانے والا بناکر بھیجا ہے۔ تاکہ بعثتِ رُسل کے بعد لوگوں کی خدا تعالےٰ
پر کوئی حُجت باقی نہ رہے۔ تو سب لوگوں پر عبودیت لازم ہوئی۔ اور مخلوقات
پر خدا تعالےٰ کی حُجت مضبوط ہوگئی۔ انبیاء نے تمام بندوں کو عبادت و
معرفت کا حکم دیا۔ اور طریق حق کی طرف انہیں بُلایا۔ اور نہیں نجات کی دعوت
دی۔ پس جس نے انکی تابعداری کی۔ اُس نے نجات پائی۔ اور جس نے اُن کی
مخالفت کی۔ وہ ہلاک و برباد ہوا۔ اور جس نے اُن کے کلام کو سُنا۔ اور ان
کے اوامر کو مانا۔ اس کے دل سے مرضِ شک دُور ہوگیا۔ اور کُفر کی بیماری
ہٹ گئی۔ اور صدق کی صحت اور دین کی قوت اور روح کی ہدایت نے اُس
کے بدن میں سرایت کی۔ اور اسکا مزاج اس فطرت پر قائم ہوگیا۔ جس پر کہ وہ پانی
اور مٹی کے پہلے تھا۔ اور جس شخص نے ان الٰہی طبیبوں کے اوامر کی مخالفت
کی۔ تو اُس نے اپنے مزاج کو بگاڑ لیا۔ اور اس کا علاج مفقود ہوگیا۔ اور
فطرت کی طرف اسکا کوئی رستہ نہ رہا۔ اور شیطان نے اُسے اپنا دوست
بنالیا۔ جب قیامت کا دن آئیگا۔ تو یہ مریض کہیگا۔ ہائے افسوس! میں
نے احکام خداوندی کی بجاآوری میں کیسی کوتاہی کی۔ اس روز اُسے شفاعت
کرنے والوں کی شفاعت کچھ کام نہ آئیگی۔ الغرض رسالت ایک دواءِ الٰہی ہے
اور نبوت طب روحانی ہے۔ جو بیمار اس دوا کو استعمال کرتا ہے۔ وہ نجات
پالیتا ہے۔ ان ادویہ جسمانیہ کو بھی اطباء نے اسی قوت ربانیہ کے ذریعہ
سے ہی معلوم کیا ہے۔ کیونکہ علم نبوت تمام علوم کو شامل ہے۔ اور رسالت کی
دوا تمام دواؤں کو محیط ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام رہبر ہیں۔ جو لوگوں کو سعادت ابدیہ
کی طرف کھینچتے ہیں۔ اور ان سے ہر طالب فائدہ حاصل کرتا ہے۔
مگر مخالف اور متکبر سیدھے رستے سے بھٹک جاتا ہے۔ ایک اور جگہ

آپ نے فرمایا ہے۔ کہ مجھے لوگوں سے تعجب ہے۔ [illegible]
آسے [illegible] صادق تمہیں واضح رہے۔ کہ [illegible]
عقل جو جوہر مبدع ہے انسان کامل پر بالذات وکلی طور پر [illegible]
کہ اُسکی ذات سے مل جائے۔ اور وہ انسان اُسی کی آنکھ سے دیکھے۔ اور
اُسی کے کان سے سُنے۔ اور اُسی کی زبان سے کلام کرے۔ [illegible]
[illegible] و السلام نے فرمایا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ [illegible]
نوافل کے ساتھ میرے قریب ہوتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس سے محبت [illegible]
لگتا ہوں۔ اور وہ بہت محبت کرتا ہے۔ پس جب میں اس سے [illegible]
ہوں۔ تو میں اُس کا کان اور ہاتھ اور آنکھ بنجاتا ہوں۔ اور اُس کا [illegible]
معاون ہوجاتا ہوں۔ یہانتک کہ وہ میرے ساتھ ہی سُنتا ہے۔ اور
میرے ساتھ ہی دیکھتا ہے۔ اور میرے ساتھ ہی پکڑتا ہے۔
اور میرے ساتھ ہی چلتا ہے"۔ یہی جوہر خدا تعالےٰ کا آئینہ ہے۔ جب
یہ انسان کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور اس کی روح سے پیوست ہوجاتا ہے
اُس وقت نفس انسانی کو نفس کُلی کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ اس [illegible]
عقل اور نفس کُلی کو قبول کرنے کے لئے مستعد ہوجاتا ہے۔ جسکو اللہ تعالےٰ
نے سب سے پہلے پیدا کیا۔ اور سب سے بعد تک باقی رہیگا۔ یہ [illegible]
اور نفس دونوں لطیف جوہر ہیں۔ جو محسوسات سے تعلق نہیں رکھتے۔
اور نہ ہی اجسادِ بشریہ سے ان کا واسطہ ہے۔ مگر جب یہ معلوم کرتے ہیں
کہ نفوس و عقول جزویہ تحصیل کمال اور سعادتِ ابدیہ کی طرف مائل ہیں۔ تو
ایک ایسے شخص کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو اُن کے [illegible]
ہے۔ اور ان کے قبول کی قابلیت رکھتا ہے۔ یہ دونوں [illegible]
کرتے ہیں۔ جیسے روح بدن میں تصرف کیا کرتا ہے۔ حتیٰ کہ [illegible]
اُن کے ساتھ ہی مخصوص ہوجاتا ہے۔ اور اس شخص کے لئے بمنزلہ عقل [illegible]
جزوی اور نفس جزوی کے بنجاتے ہیں۔ گویا کہ عقل و نفس [illegible]
عاشق ہوکر اس پر شفقت کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ [illegible]
کے حق میں فرماتا ہے "آے موسےٰ میں نے تجھے اپنے [illegible]
اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرمایا ہے۔ [illegible]

فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (جس نے رسول کی اطاعت کی۔ اُس نے اللہ کی اطاعت کی) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے۔ وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًاo (اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنالیا) پس یہ سب کے سب وہ تحقیقات ہیں۔ جو عقلِ اوّل اور نفسِ اوّل سے اُن اشخاص کے سبب صادر ہوتی ہیں۔ جنکو ان دونوں نے پسند کیا۔ اور ان کی طرف متوجہ ہوکر اپنے نُورِ قدسی اور نورِ حرسی کو اُن پر ڈالا۔ پس نبی تو عقلِ اوّل کی صُورت ہے۔ اور رسول نفسِ اوّل کی ہیکل کا نام ہے۔ اِسی لئے رسالت کا فائدہ زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ نفس کی روشنی عالمِ طبیعت سے قریب ہونے کے باعِث زیادہ روشن ہوتی ہے۔ چنانچہ آنکھ سورج کی نسبت چاند کا نہایت اچھی طرح سے ادراک کرسکتی ہے۔ کیونکہ سورج زیادتی روشنی کے باعث محجوب ہے۔ اسی طرح عقلِ اوّل کمالیت روشنی کے باعث مستور ہے۔ مگر چاند چونکہ معتدل روشنی رکھتا ہے۔ اِسی لئے آسانی سے دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح نفسِ کلی ہمارے عالم سے قریب ہونے کے باعِث آسانی سے دکھائی دیتا ہے۔ مگر عقلِ اوّل سورج کی مانند ہے۔ جو کمال نور میں مستغرق ہونے کے باعث مدارکِ ابصار سے بہت بعید ہے۔ کیونکہ حد سے زیادہ نور بھی اندھیرے کی طرح ہوتا ہے۔ اور ادراک سے روکتا ہے۔ الغرض وضعِ شرعیہ نفس سے صادر ہوتی ہے۔ کیونکہ یہی نفس سہولتِ درک کے باعِث رسالت کی جائے پیدائش ہے۔ اور وہ اپنے کمالات عقلِ مجرد سے حاصل کرتا ہے۔ جو حواس اشارات اور مدارکِ ابصار سے خارج ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ٭

صاحبِ رسالت پر نفسِ کُلّی کی توجہ اور اظہارِ فوائد ہمیشہ رہتا ہے۔ مگر عقلِ اوّل کے فوائد اوقات موقتہ میں ہُوا کرتے ہیں۔ اور انہی حالات کا نام وحی ہے۔ یہ آثارِ وحی اگر رسول پر ہمیشہ قائم رہتے۔ تو دوام استغراق کے باعِث شہود میں دعوت کا فائدہ منقطع ہو جاتا۔ اور اس طرح نبوت نفوس کو اپنے کمال سے محروم رکھنے کا باعث ہوتی۔ اور بجائے راحت و رحمت کے محنت و مشقت بن جاتی۔ اسی لئے عقلِ اوّل کے ظہورات

نفس نبویہ پر مختلف اوقات میں ہوتے ہیں۔ تاکہ رسول کا دل وحی سے فارغ ہو کر کلمہ الٰہی کے فیضان میں مشغول ہو۔ پس نفس بدن رسول کے ساتھ متعلق ہو کر زندگی بھر اُس کے ساتھ رہتا ہے۔ پھر بلحاظ عقل کُلی اُس کی طرف متوجہ ہوتی رہتی ہے۔ تاکہ جس وقت وہ رسول کی طرف متوجہ ہو۔ تو رسول اس سے فائدہ حاصل کرے۔ اور جس وقت وہ رسول سے مستور ہو جائے۔ اس وقت رسول وہ فائدہ اور وں کو پہنچائے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ اسی معنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (اے رسول کہدو۔ میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ ہاں یہ فرق ہے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ اور بے شک تمہارا معبود ایک ایک ہی ہے) ؎

اگر عقل کُلی کی روشنی نفس کُلیہ پر ہمیشہ رہا کرتی۔ تو دوام ضد سے نفس و بدن دونوں معدوم ہو جاتے۔ اور نبوت کا فائدہ باطل ہو جاتا۔ کیونکہ نبی نفوس کے معالج ہوا کرتے ہیں۔ اور وہ علاج صرف حالت رسالت میں ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نبی جب اپنی نبوت میں مستغرق ہوتا ہے۔ یعنے عقل کُلی نے اس پر روشنی ڈالی ہوتی ہے۔ تو اُس وقت وہ گرمی مزاج اور حدت حرارت کے باعث بمنزلہ بیمار کے ہوتا ہے۔ اس وقت اسے اپنی اصلاح اور طلب کمال سے ہی فرصت نہیں ہوتی۔ پھر دوسرے کی اصلاح کی طرف کیسے متوجہ ہو سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ نبوت انوار عقل سے ہے۔ اور رسالت نفس کی امداد سے۔ اور یہ دونوں کلمہ الٰہی سے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ہر چیز کے لئے ایک سبب ضرور بنایا ہے ؎

وہ کلام جو رسالت سے صادر ہوتا ہے۔ تنزیل کہلاتا ہے۔ اس کے سمجھنے کی ہر ایک سننے والا طاقت نہیں رکھتا۔ بلکہ اس میں تاویل کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسے کہ رسالت رضاع نبوت کی محتاج ہے۔ اور تنزیل ایک پردہ ہے۔ جو تاویل کے چہرے پر لٹکا ہوا ہے۔ اور رسالت ایک بچہ ہے جس نے نبوت کے شیر پستان سے پرورش پائی ہے

اُس وقت تک وہ نبوت کا انکشاف نہیں کرسکتی۔ اور نفس اس وقت تنزیل کے باطن و ظواہر سے کمال حاصل نہیں کرسکتا۔ جب تک تاویل کے حقائق اور لوازم سے واقف نہ ہوگا۔ کیونکہ انسان پہلے بدیہی و اوّلی باتوں کو معلوم کیا کرتا ہے۔ اور پھر مدّتِ دراز کے بعد برہانات میں شروع کرتا ہے۔

پس اے طالب تجھے چاہئے کہ پہلے ایمان اور تنزیل کو خوب حاصل کرے۔ تاکہ تیرا نفس اسرارِ نبوت کے قبول کرنے اور معانی نبوّت کے سمجھنے کے لائق ہو جائے۔ پس تم رسالت کے مراتب کو سنو۔ اور اُنکے مدارج دیکھو۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اگرچہ نبوت میں برابر ہیں۔ مگر رسالت میں اُن کے درجات جُدا جُدا ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ (وہی ذات پاک ہے جس نے تم کو خلیفہ بنایا۔ اور تم میں سے ایک کے دُوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے۔ اُس میں تمہاری آزمایش کرے۔

فصل سوم (۳)

انبیاء اور مرسلین کے مراتب کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ (ہم نے ان رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ بعض ان میں سے وہ ہیں۔ جن سے خدا نے کلام کیا۔ اور بعض ایسے ہیں جن کے درجے بلند کئے ہیں)۔

واضح ہو کہ انبیاء باعتبار نبوت کے ایک ہی درجہ میں ہیں۔ مگر

قبول نبوت کے اوقات میں مختلف ہیں ۔ بعض تو خواب میں نبی ہوئے ہیں ۔ اور
بعض بیداری میں ۔ مگر نبوت میں برابر ہیں ۔ کیونکہ نبوت اس کمال علمی کا نام ہے
جو وحی الٰہی کے ذریعے ایک ایسے کامل شخص کے نفس میں حاصل ہوتا ہے ۔ جو اپنے
زمانہ میں سب سے عقلمند ہوتا ہے ۔ یہی نبوت ہے ۔ جو عقل اوّل کا نور ہے ۔
اور یہی اللہ تعالےٰ کا کلمہ علیا ہے ۔ پھر انبیاء رسالت کے مراتب اور اس کی
کیفیات اور مقامات کی کمیات میں مختلف ہوا کرتے ہیں ۔ کیونکہ ان میں سے
ہر ایک کے لئے ایک ایسی خاصیت ہے جس کے باعث وہ دوسروں سے
متمیز ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے لئے کلام کی خصوصیت
ہے ۔ اور حضرت ابراہیم کے لئے خُلت کی اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے
لئے کلمہ ہونے کی ۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے رؤیت کی ۔ اور
میرا مقصود اس کلام سے یہ ہے کہ ہر رسول ایک خاص وصیت کے ساتھ مشہور
ہوا ہے یعنی ایک بات اُن کے ساتھ ایسی مخصوص ہوئی ہے کہ لوگ اسی کے
ساتھ انکو پکارنے لگے ہیں ۔ چنانچہ کہا کرتے ہیں ۔ موسےٰ کلیم اللہ ۔ ابراہیم
خلیل اللہ ۔ حالانکہ موسےٰ علیہ السلام کی طرح ابراہیم علیہ السلام بھی کلیم اللہ تھے
مگر کلام موسےٰ علیہ السلام کی ذات کی خصوصیت ہو گئی ہے ۔ اور باقی مراتب انہوں
نے کلام کی تبعیت سے پائے ہیں ۔ یہی حال حضرت ابراہیم اور باقی انبیاء علیہم
السلام کا ہے ۔ کہ وہ سب نبوت اور نزول وحی کی استعداد میں برابر ہیں ۔ مگر رسالت
اور اختلاف شریعت میں بحساب اوقات کے مختلف ہیں ۔ کیونکہ نبوت تو مکان
اور زمان سے بالاتر ہے ۔ اسمیں وقت اور وقت کے لحاظ سے اختلاف نہیں
ہوتا ۔ مگر رسالت آسمان کے نیچے اور لوگوں کی مصلحتوں سے متعلق ہے ۔ اور
اسمیں شک نہیں کہ طبیعتوں اور مزاجوں اور عادتوں اوقات و زمان اور
[illegible] کے لحاظ سے اختلاف ہوتا ہے ۔ اسلئے ان کے اختلاف سے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

سے پڑا تھا - جو نہایت ہی سخت تھی - اور ان سے بھلائی کی امید نہ رہی تھی -
اسلیئے انہوں نے اس قوم کی ہلاکت کو انکی زندگی سے بہتر سمجھا - اور اللہ تعالے
سے اسطرح دعا کی - کہ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا - اور
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں ایسے لوگ تھے جنکی طبیعت پر
لطافت غالب تھی - اور ان میں محبت والفت کا چرچا تھا - اسی لیئے اللہ
تعالےٰ نے انہیں مہربانی ولطف کرنے کا حکم فرمایا - اور ارشاد کیا - کہ اے
ابراہیم خوش خلقی سے پیش آؤ - اگرچہ کفار کے ساتھ ہی ہو - یہی حال موسےٰ
علیہ السلام کے عہد کا تھا - اسی لئے اللہ تعالےٰ نے انہیں فرعون کے ساتھ
نرمی سے پیش آنے کا حکم فرمایا - اور حضرت موسےٰ اور ان کے بھائی سے کہا -
اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ
يَخْشٰى (یعنے تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ - بے شک اس نے سرکشی کی
ہے - اور نرمی کے ساتھ اسکو نصیحت کرو - شاید کہ وہ نصیحت حاصل
کرے - یعنے نصیحت مانے یا ڈر جائے) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نہایت خوش خلق تھے - مگر ساتھ ہی سختی کی جگہ سختی بھی فرمایا کرتے تھے -
جیسے کہ آپ اپنی رسالت کی مصلحتوں کے مناسب دیکھتے تھے - کیونکہ اللہ
تعالےٰ نے آپ کو کمال نبوت پر پہنچا دیا تھا ٭

اللہ تعالےٰ نے بہت سے نبی مبعوث فرمائے ہیں - چنانچہ بعض کہتے
ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی مختلف قسم کے ہوئے ہیں - جن سے اکثر نبی
بنی اسرائیل سے تھے - ان انبیاء میں سے تین سو تیرہ رسول ہوئے ہیں -
کیونکہ نور نبوت مفرد ہے - اور رسالت نور مرکب ہے - اور اس مرکب میں ایسے
فوائد ہیں - جو مفرد میں نہیں پائے جاتے - چونکہ نور نبوت کا انعکاس بہت کم
اشخاص میں ہوتا ہے - اسلیئے رسولوں کی تعداد بہ نسبت نبیوں کے کم ہے -
جیسے سورج کی روشنی جب کسی شفاف چیز پر پڑتی ہے - تو منعکس نہیں ہوتی
مگر جب زمین پر پڑتی ہے - تو منعکس ہو جاتی ہے - پس اسکا منعکس ہونا تو
رسالت کی مانند ہے - اور اسکا چمکنا نبوت کی طرح ہے - اور دل اسی وقت
ہوتا ہے - جب سورج کی روشنی منعکس ہوتی ہے - مرتبی کے ساتھ ان کے
نور نبوت سے ایک قوت مخصوص تھی - اور ہر رسول کے پاس ہر سبب

انعکاس کے نورِ نبوت سے زائد نور تھا - چنانچہ انبیا کا نور مومنوں کے نور سے زائد ہے - اور رسولوں کا نور نبیوں کے نور سے زائد ہے - کیونکہ انبیاء کے پاس ایک نور ہے - اور رسولوں کے پاس دو نور ہیں - ایک نورِ نبوت اور دوسرا نورِ رسالت - اور یہ بات تم پہلے معلوم کر چکے ہو - کہ نبوت کا نور عقل سے ہے - اور نورِ رسالت نفس سے ہے - اور یہ بات اظہر من الشمس ہے - کہ دو نوروں کا جمع ہونا ایک نور سے بہر حال بہتر ہے - پس نبوت اور رسالت کا جمع ہونا نور علیٰ نور ہے - اور اس بات میں بھی شک نہیں - کہ تین نوروں کا جمع ہونا بہت ہی افضل ہے - اور تین نور یہ ہیں - نورِ نبوت - نورِ رسالت - اور نورِ ظہور جو بمنزلہ وجود کے ہے - اور یہ نورِ ثلثہ اولوالعزم پیغمبروں میں ہوا کرتے ہیں - پس رسول نبیوں میں سے مخصوص ہیں - اور پھر رسولوں میں سے اولوالعزم مختار ہیں - اور ان کا عدد رسولوں سے بھی تھوڑا ہے - کُل رسول تین سو تیرہ ہیں اور اولوالعزم ان میں سے صرف چھ ہیں - چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے - اولوالعزم چھ رسول ہیں - حضرت آدم علیہ السلام - حضرت نوح علیہ السلام - حضرت ابراہیم علیہ السلام - حضرت موسےٰ علیہ السلام - حضرت عیسےٰ علیہ السلام - حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ❊

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت تحقیقی بات یہی ہے - کہ وہ اولوالعزم پیغمبروں سے خارج ہیں - کیونکہ اللہ تعالےٰ اُن کے حق میں فرماتا ہے فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا - اگر اس عزم سے عزم معاصی مراد نہ لیا جائے تو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اولوالعزم پیغمبروں میں شمار ہونگے - جو رسول اولوالعزم ہیں ان کو دورۂ تامہ کا صاحب کہا جاتا ہے - اور دائرہ کبرےٰ انہی کے لئے مخصوص ہے - اور وہ دائرہ ان اشیاء پر مشتمل ہوتا ہے - رسالت - نبوت کتاب - عزیمت - دعوت - ملت - اُمت - شریعت - اور خلافت - اور دائرہ تامہ ہزار برس کا ہوتا ہے - چنانچہ ارشاد ہوتا ہے - وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (بے شک تیرے رب کے ہاں ایک روز تمہارے شمار کے ہزار برس کے برابر ہے) - یہی وجہ کمالات وخصائل جس رسول میں پائی جائینگی - وہ اولوالعزم رسولوں سے ہوگا - مگر وہ مذکورہ بالا چھ اشخاص کے سوا اور کسی میں مجتمع نہیں ہوئے - ایک روایت میں آیا ہے

کہ اولوالعزم صرف پانچ ہی ہوئے ہیں - ان رسولوں کی شریعتیں اور کتابیں پائی جاتی ہیں - اور ان میں سے بعض کی کتابیں کبھی موجود ہیں - جیسے نوح علیہ السلام کے الواح - اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفے - اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کی تورات - اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی انجیل - اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن مجید +

بعض لوگ جو حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور کو ان میں شامل کرتے ہیں ٹھیک نہیں ہے - کیونکہ وہ تو احکام تورات کی ایک جزو ہے - علاوہ ازیں مجوسیوں کی کتاب - انہیں ہماری بہت بڑی بحث ہے - جس کے لکھنے کا یہ موقع نہیں ہے - تمام کتابوں سے جو آج کل موجود ہیں - قرآن مجید سب سے اعلےٰ واکمل ہے - اور یہ قاعدہ ہے - کہ جسقدر کوئی کتاب اکمل واحسن اور جامع ہوگی اسی قدر اس رسول کا جسپر وہ نازل ہوتی ہے - مرتبہ رفیع ہوگا - پس جو شخص کتب منزلہ میں غور کریگا - ان رسولوں کے درمیان بیّن فرق نظر آئیگا - چنانچہ تورات احکام کی طرف بہت مائل ہے - جو کہ امر تشبیہ سے بہت ملے ہوئے ہیں - اور انجیل مفردات حکمت اور علم اخلاق کی طرف مائل ہے - اور صحائف ابراہیم علیہ السلام اخلاق اور امور سماویہ میں نظر کرنے کی طرف مائل ہیں - اور زبور علم وعظ کی طرف مائل ہے - اور قرآن مجید جس کی نشان یہ ہے - کہ لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ - پس یہ تمام زمین وآسمان کے علوم پر شامل ہے - وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝

قرآن مجید ایک بحر محیط ہے - اسمیں گذشتہ وآئندہ اور حال کی سب خبریں مندرج ہیں - کوہ قاف یہی ہے - اور یہی وہ میزان حق ہے - کہ جو شخص اس کے ذریعے اپنے علم وعمل کو تولتا ہے - وہ خسارہ اور نقصان سے نجات پا لیتا ہے - سکا ہر ایک کلمہ بمنزلہ ایک درجہ کے ہے - اور ہر ایک حرف مثل ایک دقیقہ کے ہے - اور ہر آیت برج کی طرح - اور ہر سورت مثل آسمان کے ہے - جس میں معانی ربانیہ کے شموس حرکت کر رہے ہیں - اگر زمین کے سب درخت قلمیں اور سمندر سیاہی بنجائیں - تب بھی خدا تعالےٰ کے کلمے ختم نہ ہوں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ

رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا - یہ کتاب اللہ کا کلام اور حبل متین اور صراطِ مستقیم ہے - اور یہی غذا شفا اور تریاق اکبر اور کبریت احمر ہے - اس میں تمام معانی اور مثالیں ملتی ہیں - اور نیز اس میں تنزیل و تاویل اور تحقیق و تعطیل اور نقص و تکمیل موجود ہیں - اور اسمیں توراۃ، انجیل اور زبور پائی جاتی ہے - اور اسی سے آسمان و زمین اور ظلمت و نور کا علم حاصل ہوتا ہے - چنانچہ حدیث صحیح میں مذکور ہے - کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا - یہودی کہتے ہیں - کہ توریت چالیس اونٹوں کے بوجھ کے برابر ہے - اور اگر مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اجازت دیں - تو میں صرف الحمد کے الف اور بسم اللہ کی بے میں جو معانی ہیں انہیں بیان کروں - تو وہ چالیس اونٹ کے بوجھوں سے زیادہ ہو جائیں - کیونکہ قرآن مجید کا ایک حرف توراۃ و مافیہا سے بہتر ہے ✦

نیز مروی ہے - کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں توراۃ کا ایک جزو دیکھا - تو فرمایا - اے عمر تمہارے ہاتھ میں کیا ہے - انہوں نے عرض کیا - توراۃ کا ایک جزو ہے - اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ مبارک کا رنگ غصہ سے سرخ ہو گیا - اور فرمایا - اے عمر! کیا کتاب اللہ تمہیں کافی نہیں ہے - خدا کی قسم اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا - پس اے طالب صادق! کہ قرآن اور اس کے معانی میں غور کرو - اور پھر اسی سے رسولوں کا فرق معلوم کر لو - کیونکہ رسولوں کے درجے کا فرق کتابوں سے معلوم ہو جاتا ہے ✦

جن رسولوں کے لئے کتاب نہیں تھی - وہ اولوالعزم رسولوں کی پیروی کیا کرتے تھے - اور ہر ایک دور میں پانچ پانچ شخص ہوئے ہیں - جیسے حضرت زکریا - یحییٰ ع - ادریس ع - یونس بن متی ع - ذوالکفل ع - ایوب ع - داؤد ع - سلیمان ع - الیسع ع - ہود ع - صالح ع - یوسف ع - یعقوب ع - اور یہ سب صالحین میں سے تھے - اور بعض ان میں سے اولوالعزم رسولوں کے خلیفہ تھے - جیسے شیث علیہ السلام - لوط علیہ السلام - شعیب علیہ السلام - یوشع علیہ السلام - اسمٰعیل علیہ السلام - اسحاق علیہ السلام - ہارون علیہ السلام - ان کے مراتب کی شرح اور تفصیل بہت طویل ہے -

اور ہم نے بقدر ضرورت اُن کے مراتب و منازل کو بیان کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالٰے نے قرآن مجید میں انکے حالات بیان کئے ہیں۔ جسے زیادہ تفصیل کی ضرورت ہو۔ وہ ان میں غور کرے۔ شائد کہ اللہ تعالٰے اُسکی آنکھ کو بصیرت عطا فرمائے اور اس کے سینہ کو فراخ کرے۔ اور وہ اولوالعزم رسولوں کے مراتب کو اچھی طرح معلوم کرلے +

واضح رہے۔ کہ ہر ایک رسول کو اس کے مرتبہ قربِ حق کے موافق معراج ہوئی ہے۔ جس میں وہ اپنے مقصد اعلٰے پر پہنچے ہیں۔ مگر ان میں سے اکثر مرتب ارکان سے آگے نہیں بڑھے۔ چنانچہ کسی کو مٹی کی طرف معراج ہوئی۔ اور کسی کو پانی کی طرف۔ اور کسی کو ہوا کی طرف۔ اور کسی کو آگ کی طرف۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسٰے علیہ السلام کی معراج مٹی کی طرف ہوئی اور حضرت عیسٰے علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی معراج ہوا کی طرف ہوئی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معراج آگ کی طرف ہوئی۔ مگر ہمارے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم عالم طبائع سے عالم ملکوت کیطرف تشریف لے گئے۔ چنانچہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔ ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی۔ پس رسولوں کی تفصیل رسالت کے رتبوں اور ان خصائل میں ہے۔ جو ان کے جوہر ذات میں تھیں۔ مگر نبوت کے اندر سب نبی برابر ہیں۔ کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں۔ اور رسالت کی حقیقت نبوت سے مستفاد ہے۔ اور نبوت خاص باری تعالٰے سے مستفاد ہے۔ یعنی جب اللہ تعالٰے کسی بندے کے دل کی طرف روح القدس کے ساتھ نظر کرتا ہے۔ تو اس سے نبوت پیدا ہوتی ہے۔ اور جب نبی نورِ نبوت کے ذریعے بندگانِ الٰہی کے دل اور انکی امراض معلوم کرلیتا ہے۔ تو پھر اسمیں ضوء رسالت نمودار ہوتی ہے۔ پس رسالت منتہائے نبوت کا نام ہے۔ اور نبوت مبداء رسالت کو کہتے ہیں۔ پھر ان میں سے بعض شخص مبداء میں ہی ٹھیر جاتے ہیں۔ اور بعض حریم معاد کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ اور انہی درجوں اور مرتبوں کے تفاوت سے عبارات و اشارات کی کثرت ہوئی۔ جن سے شرائع اور مذاہب کی ترکیب ہے۔ اور رسولوں میں یہہ اختلاف محض زمانہ کے انقلاب اور مکان کے تغیر سے واقع ہوا ہے۔ کیونکہ

بعض اشیا ایک جگہ دوا ہوتی ہیں جیسے شہد جو بلاد حجاز میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ مگر ہمارے ملک میں بیماری ہے۔ اور شاید وہ دوا جو ہر جگہ فائدہ ہی دے۔ سقمونیا ہے۔ پس وہ دوا جسکا اثر زمان و مکان سے متغیر نہیں ہوتا۔ نبوت کی مثل ہے۔ اور وہ دوا جو خاص ملک اور خاص قوم و وقت کے ساتھ خاص ہو وہ رسالت ہے۔ رسول دعوات کے ہیاکل ہیں۔ اور انبیاء قربت کے ہیاکل ہیں۔ اور قربت کا درجہ دعوت سے بالاتر ہے۔ اور رسالت کو نبوت کے ساتھ ایسی نسبت ہے۔ جیسی خلافت کو رسالت کے ساتھ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام پہلی ہیکل ہیں۔ جن میں نور رسالت نے جلوہ کیا۔ اور انہیں نبوت کی خبات سے نکالکر دعوت کی زمین پر بھیجا۔ اور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم آخری شخص ہیں جن پر نور نبوت غالب ہوا۔ اور حضیض رسالت سے ان کو اوج نبوت پر پہنچادیا۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کا نزول تحقیق نبوت سے تنزیل رسالت کی طرف تھا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صعود تنزیل دعوت سے نور نبوت اور حقیقت الٰہیہ کی طرف تھا ٭

پس اے طالب تجھے لازم ہے۔ کہ انبیاء اور مرسلین کا اتباع کرے کیونکہ وہ تمہیں رحمت کے زنجیروں سے کھینچکر نجات کے حضور میں پہنچادیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (جو اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے۔ وہ ان لوگوں کے ہمراہ ہوگا جن پر اللہ تعالےٰ نے انعام کیا ہے مثلاً نبی اور صدیق اور شہداء اور صالحین)۔ اس آیت میں انبیاء سے مراد حضرت آدم و محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور صدیقین سے مراد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور شہداء سے مراد حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور صالحین سے مراد امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ تعالےٰ عنہما ہیں۔ اور یہ لوگ نہایت اچھے رفیق ہیں۔ جب کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نازل ہونگے۔ اور وہی مہدی ہیں۔ جن کی شان میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لَا مَهْدِيَّ اِلَّا عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ واللہ اعلم بالصواب

فصل چہارم

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے بیان میں

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ (اے محمد ہم نے تجھے گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور خدا کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا۔ اور روشن چراغ بھیجا ہے)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا ہے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ (سب سے اول اللہ تعالےٰ نے میرے نور کو پیدا کیا) پھر یہ نور پھرتا رہا۔ کہ عظمت کے ساتھ جا ملا۔ پس اللہ تعالےٰ نے اس کے چار حصے کر دیئے۔ اور جزوِ اول سے عرش پیدا کیا۔ اور جزوِ ثانی سے قلم کو پیدا کیا۔ اور اس سے فرمایا۔ اے قلم لکھ۔ اس نے عرض کیا۔ کیا لکھوں۔ تو ارشاد ہوا۔ کہ میری توحید اور میرے نبی کی فضیلت لکھ۔ تب قلم عرش کے گرد جاری ہوا۔ اور اس نے لکھا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۝ پھر اللہ تعالےٰ نے جزوِ ثالث سے لوح کو پیدا کیا۔ اور قلم سے فرمایا۔ کہ لوح پر لکھ۔ قلم نے عرض کیا۔ اے پروردگار کیا لکھوں۔ ارشاد ہوا۔ میرا علم۔ اور جو کچھ میں قیامت تک پیدا کروں گا۔ سب کچھ لکھ دے۔ پس قلم لوحِ محفوظ میں لکھنے لگ گیا۔ نور کا چوتھا حصہ ایک عرصہ تک پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ عظمت سے جا ملا۔ اور سجدہ بجا لایا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس کے پھر چار حصے کئے۔ پہلے حصہ سے عقل کو پیدا کیا۔ اور اسے سر میں جگہ دی۔ اور دوسرے حصہ سے معرفت کو پیدا کیا۔ اور سینہ میں اسے جگہ دی۔ اور تیسرے جزو سے سورج چاند اور آنکھوں کے نور کو پیدا کیا۔ اور چوتھے حصے سے عرش کے اوپر کا غلاف پیدا کیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے وہ نور ان کی پشت میں رکھا۔ چنانچہ سجدہ دراصل اسی نورِ محمدی کو ہوا تھا۔ عرش کا نور بھی نورِ محمدی سے ہے۔ اور دل کا نور بھی اسی نور سے ہے۔ اور روح کا نور

میں لایا جاتا ہے۔ اسی طرح موجودات کے تمام اجزاء نور نبوت کے تابع ہیں۔ اور اس کے ذریعے سے ہی موجودات پورے ہوئے۔ اور وجود کامل ہُوا۔ پھر جب عالم روحانی و جسمانی کو پیدا کیا۔ تو نور نبوت کو عقلِ اوّل کی ذات سے اِس طرح نکال لیا۔ جسطرح مکان کا نقشہ مہندس کے دل سے نکلتا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اس نور کو تقسیم کیا۔ اور عالم کی ہر ایک جزو کو اس نور سے ایک حِصّہ عطا کیا۔ چنانچہ شمس و قمر کو اسی سے روشن کیا۔ اور اسی سے عرش و لوح اور قلم کو منوّر کیا۔ اور اسی سے آسمانوں کو مزین کیا۔ اور اسی سے زمین کو بچھایا۔ اس کے بعد اس نور کو پھر خلق آدم تک نفس اوّل میں ودیعت رکھا۔ یہانتک کہ حضرت آدم کو پیدا کیا۔ اور یہ نور ربانی اُن کے دِل میں رکھا۔ پس حضرت آدم علیہ السّلام اسی نور کے ذریعے عالم و عاقل اور کامل و مکمل بن گئے۔ پھر یہی نور حضرت آدم علیہ السّلام کی نسل میں جاری ہوگیا۔ یہانتک کہ منتقل ہوتا ہُوا حضرت شیث علیہ السّلام میں آیا۔ اور پھر اِن سے باپوں کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں میں منتقل ہوتا ہُوا حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ میں منتقل ہُوا۔ اور وہاں اُس نے صُورتِ محمدی اختیار کی۔ پس اللہ تعالےٰ نے آپ سے عالم جسمانی کو ختم کردیا۔ جسطرح عالم روحانی کو اُن سے شروع کیا تھا۔ الغرض یہ نور شروع میں مہندس کے نقشہ کی طرح تھا۔ اور آخرکار اس اینٹ کی طرح ہُوا جس سے عمارت کامل و مکمل ہوتی ہے۔ پس جو چیز علمِ الٰہی میں تھی۔ وہ آسمان و زمین کو محیط تھی۔ اور یہ نور اسی کے ذریعے نورانیت کے آخر تک پہنچا اور تمام اشیاء موجود ہوئیں۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔ جب یہ نور ہیکل جسمانی میں ظاہر ہُوا۔ تو آخری اینٹ کی طرح اپنے ابناءِ جنس میں مشترک ہوگیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ۔ آپ کے ابتداءِ امر کی اللہ تعالےٰ نے اسطرح اشارہ فرمایا ہے۔ اِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اور آپ کے حصّہ بشری بیطرف منتہی ہونے کی بابت فرماتا ہے۔ وَاِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ یعنے آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کرسکتے۔

جب تک آپ نورانیت محضہ میں رہے۔ تو معمار کے نقشہ کی طرح تھے

جس کے بغیر وجود صحیح نہیں ہوسکتا - اور جب آپ اپنی صورت ہیکل میں ظاہر ہوئے تو بمنزلہ ایک اینٹ کی ہوئے - کہ اگر اسکو دیوار میں سے نکال لیا جائے - تو اس میں خلل واقع نہ ہو - کیونکہ نور الٰہی جب جنس شخص میں بند ہوا - تو اس بندش کے باعث وہ نور زیادہ ہوا - اور جسم کے صغیر ہونے کے باعث دیکھنے والوں کی نظروں میں آسان ہوگیا - جیسے کہ آفتاب جب ابر میں آجاتا ہے - تو دیکھنے والے اُسے آسانی سے دیکھ سکتے ہیں - جب اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور قلب آدم علیہ السلام میں مرکب کیا - تو اسی کے باعث حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ کے مستحق ہوئے - اللہ تعالےٰ کی امانت یہی نور نبوت ہی تھا - جسکو خدا تعالےٰ نے آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تھا - تو انہوں نے اس کے اُٹھانے سے انکار کردیا تھا - اور ڈر گئے تھے - مگر انسان نے اسے اُٹھا لیا تھا - پس اسی نور اور اسی امانت کے باعث اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کو فرمایا تھا - اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّا اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ چونکہ مسجود نور محض تھا - اور سجدہ کرنے والے جزو نور سے پیدا ہوئے تھے - اور ضرورت ثبوت سے یہ بات ہے - کہ اس کے مقابل اس کی ضد یعنی ظلمت بھی پائی جائے - اسی لئے شیطان حضرت آدم علیہ السلام کے مخالف ہوا - تاکہ نور اور ظلمت کا تقابل صحیح ہوجائے -

پھر جب نبوت نور آدم سے جسم محمد بن عبد اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں پہنچی - تو ابلیسیت یعنے ظلمت محضہ جو ابلیس لعین کے تکبر سے پیدا ہوئی تھی - ابی جہل بن ہشام وغیرہ کُفار کے ہیکل میں منتقل ہوئی - چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا - ہر نبی کے لئے ایک شیطان ہوتا ہے - مگر میرے واسطے بہت سے شیطان ہیں - پس آپ تو نور الٰہی یا نور کے نور ہیں - اور شیطان آپ کے مقابلہ میں ایک ظلمت ہے - اور اللہ تعالےٰ اپنے دوستوں کو ظلمت سے نور کی طرف بلاتا ہے - اور دشمنوں کو نور سے ظلمت کی طرف لے جاتا ہے - جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے - تو ظلمت آپ کے مقابل ہوئی - اور اُس نے آپ کو تکلیف پہنچائی حتٰی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تسکین کے لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۝ ایک

اور جگہ فرماتا ہے۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ۔ پھر ایک اور جگہ یوں ارشاد کرتا ہے :- وَیُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۔ وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ۔ نیز فرماتا ہے ۔ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ۔

پھر جبکہ جاہلوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بمنزلہ اشخاصات کے شمار کیا تو اللہ تعالےٰ نے آپ کو اُن کے زمرے سے اسطرح نکالا ہے کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ۔ یعنی لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحدید وتعدید سے منع فرمادیا۔ کہ ان کو شخص واحد ہی شمار نہ کرو۔ اور بشریت کی نگاہ سے اُنکی طرف نظر نہ کرو۔ تاکہ انکو افراد بشر میں سے ایک فرد دیکھو بلکہ انکی اس صورت پر نظر کرو جو وجود سے پہلے تھی ۔ تاکہ تمہیں ایک ایسا نُور نظر آئے جس نے تمام موجودات کا احاطہ کر رکھا ہے ۔

پھر اللہ تعالےٰ نے اس شخص کی مذمت فرمائی ہے۔ جس نے آپ کو مثل اور شخصوں کی ایک شخص سمجھا ہے ۔ چنانچہ فرماتا ہے :- وَتَرٰهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۔ دوسری جگہ فرمایا ہے :- صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۔

پھر اللہ تعالےٰ نے آپ کے کمال کی قسم کھا کر فرمایا ہے :- یٰسٓ ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔

پھر تذلل اور تعب و مشقت سے آپ کو منع کرتے ہوئے فرماتا ہے طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۔

ایک اور جگہ آپ کو ہر دو وجود کی دونوں طرفوں میں اپنے عنصر ربانی کیطرف نظر رکھنے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتا ہے ۔ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۔

پھر آپ کے نور کی برکت سے باطل کے دور ہو جانے کو فرماتا ہے ۔ کہ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔

ایک اور جگہ آپ کو مزید عنایت کے ساتھ مخصوص کر کے لوگوں کو اپنی اطاعت

کی طرف بلانے کا حکم فرماتا ہے۔ کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۝

دُوسری جگہ آپ کی دعوت کو تین مراتب میں تقسیم کر کے فرماتا ہے۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ یعنے حکمت تو روحانیت کے لئے ہے۔ اور مجادلہ جسمانیات کے واسطے۔ اور موعظہ حسنہ درمیانی لوگوں کے لئے جو سابقین اور ظالمین کے درمیان ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۝

پھر اللہ تعالےٰ نے آپ کو نور بیان پر نور عیان کی زیادتی کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ تاکہ جو کچھ آپ فرماویں، رویت حق سے فرماویں نہ علم حق سے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ میرے پاس دو فرشتے آئے۔ اور حکمت سے بھرا ہوا ایک طشت لائے۔ اور اس حکمت کو میرے قلب میں ڈالدیا۔ پس میں تمام امور کو ظاہر دیکھتا ہوں"۔ نیز آپ نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ بیشک ابراہیم میرا خلیل ہے۔ اور موسےٰ میرا محب ہے۔ اور بیشک محمد میرے حبیب ہیں اور مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے۔ کہ میں نے اپنے حبیب کو اپنے خلیل و صفی اور محب سب پر فوقیت عطا کی ہے +

اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ بلند مرتبہ عطا کیا ہے۔ کہ وہاں تک کوئی سالک نہیں پہنچا۔ اور نہ ہی کسیکو اس درجہ کی کنہ وحقیقت معلوم ہوئی ہے۔ تمام موجودات آپ کے درجے سے نیچے ہے۔ اور سب مخلوقات اس درجے کی چوٹی سے نیچے رہ گئی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۝ پھر جب آپ درگاہ حق میں پہنچے۔ تو اپنے رب کو اپنی آنکھ سے

دیکھا - چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :- مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى -
اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام پاک میں آپ کو وہ باتیں تعلیم کی ہیں - جو آپ نہیں جانتے تھے - چنانچہ فرماتا ہے :- وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○

اور خدا تعالےٰ نے آپ کو رسول خوشخبری دینے والا - ڈرانے والا - اللہ کی طرف بلانے والا - اور روشن چراغ بنایا ہے - اور ہدایت کرنے والا - تقسیم کرنے والا - اور میزان وشہد اور صراط اور متوسط اور شفیع اور عرش اور نبی اور جنت اور نور وسرور اور ادیب وخطیب اور رفیق وطبیب بنا کر مبعوث فرمایا ہے - چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :- هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

اللہ تعالےٰ نے آپ کو خاتم النبیین بنایا ہے - اور نبوت ورسالت کے تمام اخلاق کو آپ میں جمع کر دیا ہے - کیونکہ نبوت بہت سے اخلاق پر مشتمل ہوتی ہے - جو اخلاق الٰہی سے نکلتے ہیں - جیسے جود - قدرت - قوت - شجاعت - حلم - غفران - عفو - ستر - اصلاح فاسد - جبر الکسر - ایثار - باطل کی طرف کم مائل ہونا - ظلمت کی نفی کرنا - حق کو قائم کرنا - دین کی مدد کرنا - لوگوں کے حقوق کی نگہداشت کرنا - تحصیل سعادت کی بنیاد رکھنا +

اور رسالت کے اخلاق یہ ہیں :- نرمی - خوش اخلاقی - خوش کلامی - لوگوں سے اچھی طرح میل جول رکھنا - امن کی جانب کو اختیار کرنا - عدل کرنا - سلامتی کے قواعد وضع کرنا - مسلمانوں کو راحت پہنچانا - اور تکلیف کو اُن سے دُور کرنا - دشمنوں سے لڑنا - لوگوں کو سیدھے رستے کی ہدایت کرنا - بندوں کو حکمت وموعظت اور مجادلہ سے اللہ کی طرف بلانا - اور یہ سب باتیں کمال علم وفصاحت سے حاصل ہوتی ہیں - اور رفیقوں اور کارکنوں کی بھی ضرورت ہے تاکہ یہ تمام احکام درستی سے جاری ہو سکیں - اور تنزیل کی اشاعت اچھی طرح سرانجام پا سکے - یہ تمام اخلاق ہمارے نبی سے پہلے کئی اولوالعزم پیغمبروں میں جمع نہیں ہوئے - [illegible] اللہ تعالےٰ نے ہمیں ہمارے رسول صلے

اللہ علیہ وسلم میں جمع فرما دیا ہے - چنانچہ فرمایا ہے - وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ
اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے - کہ مجھے مکارم اخلاق کے اتمام کے لئے بھیجا گیا ہے - چنانچہ آپ کی ذات اقدس میں تمام اخلاق مجتمع ہیں - اور تمام اچھی باتیں آپ کی روح میں پائی جاتی ہیں - اللہ تعالےٰ نے نبوت کو آپ پر ختم کیا - اور اسی سبب سے لوگ آپ کے بعد اور رسولوں سے مستغنی ہو گئے - کیونکہ اب کسی کو اصلاح کی گنجائش نہیں رہی - لوگ دو امور میں رسولوں کے محتاج ہوا کرتے ہیں - ایک دنیا کی سلامتی کے لئے - اور دوسرے سعادت اخروی حاصل کرنے کے لئے - چنانچہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا ارشاد ہے - بُعِثْتُ لِصِلَاحِ دُنْيَاكُمْ وَ نَجَاتِ عُقْبَاكُمْ ہیں اسلئے آپ کے ساتھ نبوت کا دروازہ بند ہوگیا - اور آپ نے فرمایا - لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ ؂

اور اللہ تعالےٰ نے مومنوں کے دلوں میں آپ کی محبت بھی ڈال دی - اور اپنی مخلوق پر اس بات کا احسان فرمایا - چنانچہ فرماتا ہے :- هُوَ الَّذِيْ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۔

ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے :- فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۔

ایک اور جگہ آپ کا دل خوش کرنے کے لئے فرماتا ہے - يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ - یعنی آپ کو اور ان لوگوں کو جو آپ کی امت سے آپ کی پیروی کریں گے - اللہ تعالےٰ کافی ہے ؂

اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے - کہ مجھے چھ باتوں میں تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے - ایک تو مجھے جوامع الکلم عطا کئے ہیں - اور دوسرے مجھے رعب کے ساتھ مدد دی گئی ہے - تیسرے غنیمت کا مال میرے لئے حلال کیا گیا ہے - اور چوتھے میں تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا

ہوں۔ پانچویں میرے ساتھ نبوّت ختم ہوئی ہے۔ چھٹے میرے لئے زمین کو مسجد اور اس کی مٹی کو پاک کرنے والا بنایا گیا ہے" پس ان چھ باتوں سے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت ہے۔ پھر جب آپ کمال کے کنگروں پر جا چڑھے اور اعلےٰ بلندی پر جا پہنچے۔ تو فرمایا۔ کہ آدم اور ان کے سوا سب پیغمبر اور لوگ میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے "۔ نیز فرمایا۔ میں کل اولاد آدم کا سردار ہوں۔ اور یہ کچھ فخر یہ نہیں کہ رہا" چونکہ آپ کی ذات اقدس نور الٰہی کی ایک صورت ہے اسلئے اللہ تعالےٰ نے شفاعت کی باگ آپ کے ہاتھ میں دی ہے۔ کیونکہ شفاعت کے معنے ہیں نفوس کو عذاب کی قید سے رہائی دینا۔ اور عذاب ظلمت کا ایک جُزو ہے۔ اور ظلمت نُور کے مقابل ہے۔ اور حضور علیہ الصّلوٰة والسلام نور کی صُورت ہیں۔ اسلئے نفوس کی عذاب سے رہائی آپ کے ہاتھ پر منحصر ہوئی۔ اور آپ ہی کی ہدایت سے روح ظلمت سے نجات پاتے ہیں۔ اور آپ کی ہی شفاعت سے عذاب سے خلاصی پائینگے۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپ کو ظاہر و پوشیدہ ہر حالت میں درگاہ کبریائی کے دروازے کی طرف رجوع کرنے کا حُکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ٥

اور حضور علیہ الصّلوٰة والسّلام نے فرمایا ہے۔ میری شفاعت اپنی اُمت کے ان لوگوں کے لئے ہوگی۔ جنہوں نے کبیرہ گناہ کئے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ٥

اللہ تعالےٰ نے آپ کو عیان اور بیان کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ اور آیت ایمان و بُرہان آپ کو عنایت کی ہے۔ اور تمام مخلوقات پر آپ کو فضیلت دی ہے۔ اور آپ کو میزان کے دونوں پلڑے قرار دیا ہے۔ اور آپ کی اُمت کو خیر الامم اور آپ کی کتاب کو خیر الکتاب بنایا ہے۔ اور آپ کو کمال نفیلت عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ٥

شفاعت آپ ہی کے سپرد کی گئی ہے۔ اور سیاست آپ کے ہی

تفویض ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپ سے فرمایا ہے۔ کہ تمہاری رضا میری رضا ہے۔ اور تمہاری ناراضگی میری ناراضگی ہے۔ اور آپ کا ایسے لوگوں کو صاحب بنایا جو خیر کے سرچشمہ اور ہدایت کے قوانین اور آسمان کے تارے اور اندھیرے کے چراغ ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی پیروی کرو گے راہ یاب ہوجاؤ گے۔ پھر ان میں سے چار شخصوں کو آپ نے خاص امتیاز عنایت فرمایا۔ ان سے محبت رکھنا مومن کا کام ہے۔ اور بغض رکھنا منافق بدبخت کا شیوہ ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کرامت و سعادت کا ایک مکان بنایا ہے۔ اور آپ نے چاروں یاروں کو اس مکان کا ستون قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَاَبُوْبَکْرٍ اَسَاسُھَا وَ عُمَرُ حِیْطَانُھَا وَعُثْمَانُ سَقْفُھَا وَ عَلِیٌّ بَابُھَا۔ یعنی میں علم کا شہر ہوں۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی بنیاد ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی دیواریں ہیں۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی چھت ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔

اور اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے اہل بیت کے ساتھ مخصوص کیا ہے جو بزرگ ہیں۔ اور رحمت کے درخت۔ اور ہدایت کے کلمے ہیں اور صدق کی کنجیاں۔ اور اخلاص کی باگیں انہیں کے ہاتھ میں ہیں۔ علاج اور خلاصی انہیں کے باعث حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا ہے اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَاَھْلُ بَیْتِیْ اَمَانٌ لِاَھْلِ الْاَرْضِ ۰ ستارے آسمان والوں کے لئے باعث امن ہیں۔ اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لئے باعث امن ہیں ۰

الغرض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام سرداروں کے سردار۔ آئینہ حق اور میزان دین اور معیار صدق اور کتاب الٰہی کے عامل اور خدا کے بندے ہیں۔ جن کی طرف خدا تعالےٰ نے وحی کی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ذُوْ مِرَّۃٍ فَاسْتَوٰی وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی۔ خداوند تعالےٰ نے اپنی کتاب کے اسرار آپ کو اپنے خطاب کے ساتھ مخصوص کرنے سے پہلے ہی تعلیم کر دیئے تھے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ۰

پھر اللہ تعالے آپ کو اپنی کتاب کے مطالعہ کا حکم فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ وَعَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

پس حضور ہی لوح اور قلم اور عرش و عقل اور نفس ہیں۔ اور حضور ہی روحوں کے واسطے بمنزلہ اشخاص ہیں۔ اور اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کیواسطے ایسی ہیں جیسے عقل کے واسطے نفس ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ کی شان میں اللہ تعالے یوں ارشاد فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۔ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۔ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۔ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۔

اللہ تعالے نے توریت۔ انجیل۔ اور زبور میں بھی آپ کا ذکر فرمایا ہے اور آپ کے یہ نام ذکر کئے ہیں۔ ھَادِیْ ۔ مَاحِیْ ۔ اَحْمَدُ ۔ نُوْرٌ ۔

پس جس شخص نے اس کے عرش کے نور کو مضبوط پکڑا۔ اس نے نجات پائی۔ اور جس نے اس کی مخالفت کی۔ وہ ہلاک و برباد ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا ہے۔ میں تمام انبیاء سے بہتر ہوں۔ اور سب سے اکرم و افضل ہوں۔ اور میری اُمّت تمام اُمّتوں سے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالے نے جنّت کو تمام اُمّتوں پر حرام کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ میری اُمّت اسمیں داخل نہ ہولے اللہ تعالے فرماتا ہے:۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باوجود کمال ذات اور جلال صفات کے دنیا میں غنیٰ پر فقر کو اختیار رکھا۔ چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ ۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مِسْكِيْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْكِيْنًا ۔

[illegible] حتیٰ [illegible] قدماہ ۔

آپ دنیا میں دولت درویشی ہی کے ساتھ داخل ہوئے ۔ اور غریبی کے ساتھ ہی دنیا سے رحلت فرما گئے ۔ اور آپ کی تمام عمر اس غریبی میں بہت خوشی سے گذری ؛

پھر صدق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص ہوا ۔ اور عدل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۔ اور حیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۔ اور علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اوّل امر کو اپنے نور کے ساتھ ۔ اور آخر امر کو اپنے ظہور کے ساتھ شامل ہوئے چنانچہ فرمایا ۔ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ ۝

اے طالب صادق تمہیں معلوم رہے ۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی اس ترازو کے ساتھ تولنے والے ہیں جس کے دونوں پڑے نفی واثبات ہیں ۔ اور وہ دونو کلمہ لا الہ الا اللہ میں موجود ہیں ۔ اللہ تعالےٰ پہلے آپ کو انہی دونوں کلموں سے اپنا علم تولنے کا حکم فرمایا ۔ اور بعد ازاں اُمت کے عملوں کو اس سے تولنے کا حکم دیا ۔ چنانچہ فرماتا ہے فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ۝ پس اے نجات اخروی کے طالبو ۔ اور رسول مت آخرت کے خواہشمندو ۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ ۔ اور خدا تعالےٰ کی بارگاہ میں وسیلہ ڈھونڈو ۔ وہ تم کو اپنی رحمت سے دگنا حصہ عطا فرمائیگا ۔ اور اسکے حق میں درست اور پختہ بات کہو ۔ اور کثرت سے خدا تعالےٰ کا ذکر کرو ۔ اور صبح و شام اس کی تسبیح بجالاؤ ۔ خود خدا تعالےٰ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر رحمت بھیجتے ہیں ۔ پس اے ایمان دارو تم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجو ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے ۔ کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتے ہیں ۔ پس اے لوگو ! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو ۔ اور آپ کی شریعت کو مضبوط پکڑ لو ۔ اور آپ کے دین میں ہی اپنی دینوی و اخروی صلاح و فلاح طلب کرو ۔ [illegible] اور [illegible] ان کی [illegible] پر ایمان [illegible] ۔ اس [illegible] پر [illegible] ایمان [illegible] اللہ

تعالےٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں ودیعت رکھا ہے۔ نیز آپ کے اہل بیت وخلفاء پر بھی ایمان لاؤ۔ اور آپ کی شریعت کو مضبوط پکڑ لو۔ اور آپ کی اطاعت کرو۔ تاکہ تم ہدایت پاؤ +

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام عالم سے بڑھکر خوشبودار اور معطر اور خوش خلق اور خوبصورت اور خوش بیان وخوش کلام تھے۔ اور قول وفعل میں سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ عادل مزاج والے اور سب سے بڑھکر باریک بین اور جلدی معلوم کر لینے والے تھے۔ اور درجہ میں سب سے بلند اور سب سے کامل عقل والے اور قوی نفس والے اور سب سے بڑھکر اللہ تعالےٰ کے مقرب اور سب سے زیادہ نور کے جذب کرنے والے تھے حضرت آدم علیہ السلام آپ کی ذات کا سایہ تھے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام آپ کے نشان بردار اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی صفات کے قصہ خواں۔ اور حضرت موسےٰ علیہ السلام آپ کے معجزات کے نائب اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام آپ کی شرح کے خوشخبری دینے والے۔ اور حضرت ادریس علیہ السلام آپ کے دین کے ستارہ شناس۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام آپ کی مسجد کے مؤذن۔ اور حضرت یونس علیہ السلام آپ کی قوم کے ساقی تھے + صَلَوٰتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ ٥

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ میں ملیح ہوں۔ اور یوسف علیہ السلام صبیح تھے۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں کرسی کے حسن سے حسن عنایت کیا تھا۔ اور مجھے حسن عرش عطا فرمایا ہے۔ نبوت آپ ازل سے پہلے ہی اُٹھا چکے تھے۔ اور ازل کے وقت آپ نے رسالت کو اٹھایا۔ اور اپنے وجود کو ظاہر کرنے سے پہلے تمام رسولوں کو بھیجا۔ چنانچہ جب آپ نے عصا کے شرح کو بحر تخفیع پر مارا۔ تو اس کے جمال سے کبریائی کے چشموں سے تین سو نو چشمے نہ پڑے۔ پس تمام رسول آپ کے فلک جمال کے ستارے ہیں اور ابلیس لعین آپ کے سامنے آپ کے دین کی مخالفت کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے اور اسکی ذریات نے آپ کے نور کو بجھانا چاہا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اس پر لعنت کی۔ اور اپنے غضب وقہر کے تازیانہ سے اس کی تادیب فرمائی۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ

كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۔

ایک شاعر نے آپ کی زبان سے کیا اچھا کہا ہے۔ کیونکہ آپ کو شعر گوئی کی ممانعت تھی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ ۔ وہ شاعر کہتا ہے:۔ ؎

سبقتُ العالمینَ الی المعالی بکمل خلق و علوّ همتہ
ولاح بحکمتی نجم الهدیٰ نی لیالی لیالی للضلالۃ مدلہ
یُرید الجاهلُون لیطفئوہ ویابی اللہُ اِلّا ان تتمتہ

الغرض آپ ہی دوائر کے مرکز ہیں۔ اور آپ پر ہی عالم گردش کر رہا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر آپ نہ ہوتے۔ تو میں دوزخ اور جنت کو پیدا نہ کرتا۔ ایک شاعر کہتا ہے۔ ؎

قمر منیر دائم الاشراق قامت علیہ قیامتہ العُشاق

اگر میں اپنی ساری عمر آپ کے اخلاق و شرف میں سے ایک ذرہ کے وصف میں صرف کر دوں تب بھی اسکا ایک شمہ بھی بیان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب انتہائے مقام کو پہنچے۔ تو اور اعلےٰ سعادت سے مشرف ہوئے۔ تو آپنے حضیض بشر کی طرف رجوع فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ه فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ه اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

دُوسرا باب

وحی کے بیان میں اور اسمیں دو فصلیں ہیں

فصل اوّل۔

ظاہری وصل کے بیانمیں

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا

مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ
بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥

واضح رہے۔ کہ وحی کتاب الٰہی کے عالم غیب سے عالم شہادت میں متصل ہونے
کا نام ہے۔ مگر بوساطت ایک مقرب فرشتے کے جسکو جبرائیل کہتے ہیں
یہ فرشتہ بلحاظ ذات وصفات کے سب فرشتوں سے بزرگ اور جلیل
القدر ہے۔ اور اس کے پر بھی سب فرشتوں سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ سب فرشتے
پردار ہیں۔ اور عالم ملکوت کے پرندے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ پرندے
بغیر پروں کے اڑ نہیں سکتے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى
وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ٥ دو پروں والے فرشتے
کروبین ہیں۔ اور تین پروں والے مقدسین سے ہیں۔ اور چار پروں والے
مقربین سے ہیں۔ پس کروبین کے دو پر لطافت وعصمت ہیں۔ اور
مقدسین کے تین پر لطافت عصمت اور حکمت ہیں۔ اور مقربین کے
چار پر یہ ہیں۔ لطافت عصمت۔ بعد عن المادہ۔ اور معلومات الٰہی کا علم
ان کا تقرب ذات الٰہی سے ذوات وجواہر کی قوت کے موافق ہے۔ پس
جو مقرب ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف تمام فرشتوں سے زیادہ مقرب ہیں
اور ان کا ادراک بھی زبردست ہے۔ کیونکہ ان کے اور خدا تعالےٰ کے درمیان
کشف حجاب ہے۔ پھر ان مقربین میں سے جبرائیل علیہ السلام سب کے
سردار اور پیشوا ہیں۔ انہی کے ذریعہ خدا تعالےٰ کے علوم رسولوں تک پہنچتے
ہیں۔ ان فرشتوں میں سے ہر ایک قسم کے لئے ایک خاص مقام اور رتبہ
ہے۔ جیسے ہم نے اپنے موقع پر ذکر کیا ہے۔ الغرض حضرت جبرائیل علیہ
السلام ایک کامل ذہنت اور غیب وشہادت کو جاننے والے فرشتے ہیں
ان کے چار پر ذاتی ہیں۔ جن سے وہ خداوندی کی طرف پرواز کرتے ہیں۔
اور ان کے ہر بازوؤں میں بہت سے پر وبال ہیں جو ذاتی اور مادی ہیں۔ اور باقی
[illegible] نہیں ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام فرشتوں میں ایسے ہیں۔
جیسے [illegible] میں عقل اول ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں اپنے اور پیغمبروں
کے [illegible] قاصد بنایا ہے۔ اور یہ کلام الٰہی کو رسولوں تک پہنچاتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ جو کچھ ان سے فرماتا ہے۔ وہ بغیر آلہ و تسمہ اور روشنی و عبارت کے
فرما دیتا ہے۔ اور جبرئیل علیہ السلام اس کلام الٰہی کو بغیر آواز و حروف کے
سُن لیتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ بغیر آواز و حروف کے سُن لیتا ہے۔ پھر
وہ کلام خداوندی اللہ تعالےٰ سے منتقل ہو کر بیت العزت میں پہنچتا ہے۔
اور وہاں سے اسے جبرئیل علیہ السلام اُٹھا لیتے ہیں۔ اور رسول کے پاس
لے آتے ہیں۔ پس وہی وہ کلام الٰہی ہے جو جبرئیل علیہ السلام کے واسطے
رسول تک پہنچتا ہے۔ پھر ضعف و قوت اور کشف و حجاب کے لحاظ سے
اس کے مراتب مختلف ہیں۔ جس وحی میں حجاب کم ہوگا۔ وہ قوی ہوگی۔ اور
جس میں حجاب زیادہ ہوگا۔ اسمیں ضعف و حجاب بھی زیادہ ہوگا ٭

وحی کے مراتب تین ہیں۔ پہلا مرتبہ جو سب سے اقویٰ اور اعلیٰ ہے وہ یہ
جو رسول کے نفس میں جبرئیل علیہ السلام کی وساطت سے پیدا ہوتا ہے۔
چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا
اِلَيْكَ (اور اسی طرح ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں) دوسری جگہ فرمایا ہے۔
اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اِلَى النَّبِيّٖنَ مِنْ قَبْلِكَ (تیری طرف وحی بھیجی۔ اور تجھ
سے پہلے نبیوں کی طرف) دوسرا مرتبہ اس سے نیچے ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ
جناب غیب کی طرف نفس ناطقہ کے حرکت کرنے سے کلام الٰہی اس نفس کے
پاس پہنچ جائے۔ جو اس کے قبول کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔ جیسے حضرت
موسےٰ علیہ السلام اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی والدہ کو وحی ہوئی تھی۔ کہ خدا
تعالےٰ نے انہیں درخت کے نیچے سے آواز دی۔ اور حضرت موسےٰ علیہ السلام
کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ انہیں دریا میں ڈالدیں۔ چنانچہ ارشاد
ہوتا ہے۔ وَاَوْحَيْنَا اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِ
فِيْهِ فِي الْيَمِّ۔ حالانکہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی والدہ ان لوگوں سے
نہ تھیں۔ جن پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وساطت سے وحی جلی
نازل ہوتی۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے ان پر اپنے امر کے معنے وحی خفی اور پوشیدہ
ستر ہی کے ساتھ القا کئے۔ تاکہ ان کا نفس خوف و دہشت سے بچا رہے۔ جو بیٹا
اور دشمنوں کے خوف اور تردد سے بے خوف ہوگیا۔ اور [illegible]
بیٹے کی طرح دہشت [illegible] تب انکے [illegible]

پختہ طور سے جاگزین ہوگیا کہ اُسے دُودھ پلا کر دریا میں ڈال دو+ تیسرا مرتبہ
اس سے بھی نیچے ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ نفوس کو ان امور کی طرف راغب
کیا جائے۔ جو انکے مقاصد سے تعلق رکھتے ہیں۔ تب وہ نفوس اس وحی کے
سبب سے عجیب و غریب صنائع نکالتے ہیں۔ جو انکی وسعت میں ہوتی ہیں
جیسے ریشم کے کیڑے کا ریشم بنانا۔ اور شہد کی مکھی کا اپنے گھروں کی بنیاد رکھنا
چنانچہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔ وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ
مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا۔ اب مکھی کی طرف کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوا۔
اور نہ اُس کو خداوند تعالٰے کی طرف سے کوئی خطاب ہوا۔ بلکہ محض اس نفس
کو ہی خداوند تعالٰے نے اس کام کے لئے مستعد بنا دیا۔ اور ایسے عجیب و
غریب گھر بنانے کی اسے تلقین کی۔ اور سکھا دیا۔ کہ لطیف غذا کھاؤ۔ اور
موم اور شہد کو جمع کرو۔ مگر اللہ تعالٰے نے اشارہ کیا ہے۔ کہ اس کام کے
کرنے کی قوت وحی سے مستفاد ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بقدر طاقت نفوس نبویہ
کے ساتھ بہت مشابہ ہے کیونکہ نفس ناطقہ کاملہ جب طبیعت کی کدورت
سے پاک وصاف ہوجاتا ہے۔ اور اس کی ذات میں کامل استعداد پیدا
ہوجاتی ہے۔ اور قوت اس کے جوہر میں درجۂ انتہا تک جا پہنچتی ہے۔
تو پھر وہ قیود و خواہشات اور مواد طبیعت سے علیحدہ ہوجاتا ہے۔ اور آسمان
کی طرف ترقی کرتا ہے۔ عالم ملکوت کے حریم میں داخل ہوتا ہے۔ اور جمال
ملائکہ کا مشاہدہ کرتا ہے۔ حتٰی کہ جبرائیل علیہ السلام کی مجالست اس کو
نصیب ہوتی ہے۔ اور اس کی ہمنشینی سے اُسے راحت پہنچتی ہے۔
اور اسی کے ذریعے کلام الٰہی سُنتا ہے۔ اور غیب کے پھولوں کو وحی کی شاخوں
اور عالم قدس کے پتوں سے چنتا ہے۔ پھر وہاں سے سیر ہوکر عالم حس کی طرف
رجوع کرتا ہے۔ اور جو کچھ عالم غیب سے حاصل کرتا ہے۔ اُسے ظاہر
کرتا ہے۔ پس اللہ تعالٰے نے ضعیف مکھی کی طرف یہ الہام کیا۔ کہ وہ کیڑوں [illegible]
[illegible] جیسے کام کرے۔ جیسے انسان [illegible] کرتے ہیں۔ کیونکہ مکھی کی
قوت اس کے نفس [illegible] اور [illegible] جیسے نفس نبوی کی قوت
[illegible] اور قوت [illegible] ہوا کرتی ہے۔ [illegible] مکھی کی طرف
[illegible] فرمایا ہے

اسپر چلتی ہے - اور حضرت جبرئیل بُواسطہ نبی کو کُھلا دیتے ہیں - پس نبی کی ہمت بمثل ایک آئینہ کے ہو جاتی ہے - اور وحی غیبی ایک دوسرے آئینہ کی شکل اختیار کرتی ہے - اور اللہ تعالے اپنے علم غیب اور نور علم اور لطف کلام کو وحی کے آئینہ سے ظاہر فرماتا ہے - پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام دونوں آئینوں کے درمیان سے پردہ اُٹھا دیتے ہیں جس سے آئینہ وحی کے نقوش آئینہ سماعت میں دکھائی دینے لگتے ہیں - اور نفس نقوش ملکوت کو ان دونوں آئینوں کی وساطت سے دیکھتا ہے - جیسے وہ شخص جس کی پیٹھ پر زخم ہو - اُس کو دو آئینوں کی ضرورت پڑتی ہے - تاکہ اس زخم کو دیکھے - پس صاحب رسالت کو دو آئینوں کی ضرورت پڑتی ہے - ایک آئینہ ربانی یعنے وحی - اور دوسرا آئینہ سماعت - اور علاوہ ازیں ایک واسطے کی بھی ضرورت پڑتی ہے - جو ان دونوں آئینوں کے درمیان سے حجاب اُٹھا دیتا ہے - اور کدورت کو دفع کر دیتا ہے - اور وہ واسطہ جبرئیل علیہ السلام ہیں - بعض انبیاء علیہم السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ہے - اور بعض نے بیداری میں دیکھا ہے - مگر اصلی صورت میں نہیں - الگ اور صورتوں میں - مگر ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام انبیاء کے سردار ہیں - فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں صرف دو دفعہ ہی دیکھا ہے - اور باقی مرتبوں میں مختلف صورتوں میں دیکھا ہے - کیونکہ اُنکی ذات اتنی عظیم الشان ہے - کہ یہ دُنیا اسے سما نہیں سکتی - چنانچہ حدیث میں وارد ہُوا ہے - کہ جبرائیل علیہ السلام کے چھ لاکھ پر ہیں - اور ہر ایک پر میں اتنا فاصلہ ہے - کہ اگر اسے پھیلائیں - تو مشرق سے مغرب تک چھپ جائے - پس ایسی عظیم الشان صورت کو کون دیکھ سکتا ہے - لیکن عقل اوّل ان ہیولی کی ذات کو عقول جزویہ انسانیہ میں مجرد کر کے دکھاتی ہے - یہاں تک کہ وہ انہیں کما حقہا معلوم کر لیتی ہیں - ورنہ حواس اپنی خوردگی اور تنگی کے باعث اتنی گنجائش نہیں رکھتے - کہ اُنہیں دیکھ سکیں - مگر خیال میں اتنی وسعت ہے - کہ اس میں ایسی چیزیں سما سکتی ہیں - جن کی وہ سما نہیں کی گنجائش نہیں - اور عقل خیال اور اس کے تمام تخیلات کو حاصل کر سکتی ہے - پس جبرائیل علیہ السلام اور اس کے پروں کا خیال عقل اوّل سے ہی پیدا ہوتا ہے - پھر عقل انسانی

قوت نبوت کے ساتھ اسکی گرویدہ ہوئی - اور اس نے اسکی کیفیت و کمیت کا اندازہ کیا - چنانچہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے - کہ میں نے ایک دفعہ جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا - اور انہوں نے اپنے پروں میں سے ایک پر کو پھیلایا - تو اس نے مشرق سے مغرب تک کو ڈھانک لیا - میں نے کہا - اے جبرائیل تمہارے پر بہت بڑے ہیں - انہوں نے عرض کیا - حضور ایسے ایسے چھ سو پر ہیں - اور ایک روایت میں ہے کہ چھ لاکھ ہیں - آپ فرماتے ہیں - کہ پھر میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دحیہ کلبی کی صورت میں دیکھا - اس حدیث کے حقائق کی تفصیل بیان کرنے سے کتاب بہت طویل ہو جائیگی - اس لئے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں - کیونکہ عقلمند کے لئے اتنا ہی کافی ہے +

اے طالب حق تمہیں واضح رہے - کہ وحی علم غیب ہے - اور اسکا حامل ایک مقرب فرشتہ ہے - جو تمام فرشتوں سے قدر و منزلت اور جسم و صورت میں بڑا ہے - پھر وحی کی ایک صورت ہے - اور ایک صفت - صفت وحی تو نبوت ہے - اور وہی نور کلمہ ہے - اور صورت وحی رسالت ہے - اور وہ کلمات کی ترکیب کا نام ہے - وحی کی صفت کو الٹ پلٹ کرنے کا شیطان کو اختیار نہیں ہے - البتہ کبھی صورت وحی میں وسوسہ ڈال دیتا ہے - چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :- وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ - مگر پھر اللہ تعالےٰ اس شیطانی وسوسہ کو دور کر کے اپنی آیات کو مستحکم کر دیتا ہے - اور اس سے بہتر چیز کے ساتھ حقیقت وحی کی حفاظت کرتا ہے - اور صفت نبوت کو صورت رسالت پر غالب کرتا ہے - اور جب کوئی شے حقیقت وحی پر چڑھتی ہے - تو رسول اس کے منکرین کی اصلاح کیطرف رجوع کرتے ہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس شخص کے حق میں فرمایا جس نے آپ کے دندان مبارک شہید کئے تھے - اور آپ کے چہرہ مبارک کو خون آلود کیا تھا - کہ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ +

جب رسول وحی کے پیالہ سے شراب نبوت پیتے ہیں - تو وہ اس کے

پینے سے قبول نہیں ہوتے - اوران کی آتش شوق منطفی نہیں ہوتی - اور اگر وہ آگ ساکن ہو جائے - اور اسی پر قناعت کر لیں - تو اللہ تعالےٰ انہیں اس بات سے منع فرماتا ہے - چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا ہے - وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰی اِلَیْکَ وَحْیُہٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ٥

فصلِ دُوم

وحی اور اُس کے مراتب کے بیان میں

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :- وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ٥ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ +

واضح رہے - کہ وحی کی حقیقت یہ ہے - کہ معلوم الٰہی عقل پر منکشف ہو کر اس کے نفس میں اس طرح منتقش ہو جائے - کہ وہ اسکو اپنے دل میں یاد رکھ سکے - اور دُوسروں کو بتا سکے تاکہ اس کے ذریعے انکو ہدایت وسعادت کی طرف کھینچ سکے - اور یہی وحی خدا تعالےٰ کی کتاب اور اُسکی گفتگو ہے - کہ اپنے بندوں سے جس کو چاہتا ہے اُسے اس نعمت کے ساتھ مشرف کرتا ہے +

چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے - اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ لَہُ التَّوْرٰیۃَ بِیَدِہٖ - اور ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ وَعَلَّمَنِیْ عِلْمَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ +

اس انکشاف کے تین مراتب ہیں - ایک تو صریح وحی ہے - اور وہ یہ ہے - کہ اللہ تعالےٰ بلا واسطہ کلام کرے - چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے - وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا - دوسری جگہ حضور علیہ

السلام کے حق میں فرمایا ہے۔ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى۔
دوسرا مرتبہ یہ ہے۔ کہ خواب میں بوسیلہ نیند نفس نبی میں علم ڈالا جائے۔
یا حجاب فکر کے پیچھے سے الہام کیا جائے۔ جیسے اللہ تعالےٰ حضرت خضر علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے۔ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔
اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرماتا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْۤ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔

اور تیسرا مرتبہ یہ ہے۔ کہ ایک مقرب فرشتہ عبادات مقررہ اور کلمات مقدرہ میں اس کا مضمون لیکر نازل ہو۔ جیسے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ پس وحی کا درجہ الہام سے بلند ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے مکالمہ کا درجہ وحی سے بالاتر ہے۔ اور ان تینوں طریقوں کے علاوہ علم غیب کے انکشاف کا اور کوئی طریقہ نہیں۔ کیونکہ علم غیب ایک ایسا طریقہ ہے۔ جو نفوس ناقصہ میں منقوش نہیں ہے۔

جب نفوس جزویہ میں سے کوئی نفس ایسی استعداد حاصل کر لیتا ہے۔ جس سے وہ نفوس کلیہ کی مشابہت کے درجہ تک پہنچ جائے۔ تو اس وقت وہ نفس مثل آئینہ کے ہو جاتا ہے۔ اور علم غیب کے آثار اسمیں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اور وہ غیب سے علم حاصل کرتا ہے۔ اس علم کو حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو ظاہری طریقہ ہے۔ یعنی طلب علم کرنا۔ اور دوسرا طریقہ باطنی ہے۔ یعنی مراقبہ سے علم حاصل کیا جائے۔ اور مراقبہ کے معنے یہ ہیں کہ صواب اور حدس صادق میں فکر کیا جائے۔ اور فکر سے یہ مطلب ہے۔ کہ نفس علوم غیبیہ کو مدت اور آلہ اور حیلہ کے ساتھ تلاش کرے۔
اور حدس یہ ہے۔ کہ علم قوت غیب سے مراتب غیب میں یکبارگی بہت ہی قلیل مدت میں بغیر آلہ اور حیلہ کے واقع ہو۔ پس حدس نفوس عامہ سے نسبت فکر کی زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اور فراست حدس سے پیدا ہوتی ہے۔

اور کیا ست فکر سے متولد ہوتی ہے۔ پھر یہ اکتساب ظاہری کئی اشیاء کو چاہتا ہے۔ جیسے استاد حاذق۔ عمر طویل۔ فراغ قلب۔ ذہن صافی۔ مشقت طول شغل۔ زیادتی حرص۔ اور بعض اوقات مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے۔ مگر وہ اکتساب جو باطن سے صادر ہوتا ہے۔ جسے فکر بھی کہتے ہیں۔ وہ صرف نفس طاہرہ اور قلب سلیم اور کامل حذاقت کو چاہتا ہے۔ اس کی مثال تجارت کی سی ہے۔ یعنی جیسے تجارت کے لئے راس المال کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ نفع حاصل ہو۔ اسی طرح فکر کے لئے علوم مکتسبہ کا راس المال ہونا ضروری ہے۔ تاکہ اس سے علم غیب کا نفع حاصل کیا جائے ؛

حدس کے معنے یہ ہیں۔ کہ نفس یکبارگی غیب کی طرف مائل ہو جائے۔ اور علم غیب اسپر بغیر عرصہ و مدت کے دفعتہً منکشف ہو جائے۔ طالب خیر کے لئے اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی کو خزانہ مل گیا۔ یہ حدس الہام کا زینہ ہے۔ اور نبوت وحی کی سیڑھی ہے۔ پھر جب نفس انسانی آفات اور آلائیش بشریہ سے سالم ہوتا ہے۔ تو صفائی جوہر کے باعث اپنے عنصر اور نفس کلی کی طرف سیلان کرتا ہے۔ تو غیب کے راستے اسپر کھل جاتے ہیں اور ان میں علوم غیبیہ کے انوار مقادیر معلومہ سے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ مگر مگر رموز و پوشیدگی کے پردے پھر بھی اسپر پڑے رہتے ہیں۔ پھر اگر نفس حالت بیداری میں یہ تصفیہ حاصل نہیں کر سکتا۔ تو عالم خواب میں یہہ مناظر اسے دکھائی دیتے ہیں۔ اور وہ حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ اور غیب کی صورتیں مثالوں اور شکلوں کے حجابوں میں پوشیدہ کر کے اسکو دکھائی جاتی ہیں چنانچہ ہم عنقریب ہی اسکا بیان کرینگے۔ یہ مرتبہ الہام سے بہت کمزور ہے اور الہام کا مرتبہ ملک مقرب کے نزول یعنی وحی سے بہت ضعیف ہے۔ اور مرتبہ وحی صریح مکالمہ سے کمزور ہے۔ پس یہ سب تین مرتبے ہیں۔ ایک وحی یعنی علم خداوندی کا جبرائیل علیہ السلام کے وسیلہ سے قلب نبوی تک پہنچنا۔ اور جبرائیل سے مراد روح القدس ہے۔ جو تمام ملائکہ کے باپ اور ان کے مقابل میں بمنزلہ نفس کلی کے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ؕ اب اس آیت میں روح سے مراد روح القدس ہے۔ یعنے روح اقدس کے سامنے سب فرشتے صف باندھ کر

کثرت ہونگے ۔

دوسرا مرتبہ الہام ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سوا کوئی اور روح سماوی کسی نفس انسانی میں القا کرے۔ یہ مرتبہ اولیائے مومنین کو حاصل ہوتا ہے۔ مگر وحی صرف انبیاء کو ہی حاصل ہوتی ہے اور وہ اس کے ذریعہ کلام صریح بآواز و حروف سنتے ہیں۔ اور قوت وحی سے ملائکہ کی صورتیں دیکھتے ہیں۔ الغرض انبیاء وہ اشیاء دیکھ سکتے ہیں جنکو اولیاء قوت الہامیہ سے معلوم نہیں کرسکتے۔ کیونکہ الہام سوائے ان معانی کے جو مخفی اور محجوب ہیں۔ اور کچھ ظاہر نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی اسمیں ان اشیاء کے منکشف کرنے کی قوت ہے۔ جنکو وحی ظاہر کرتی ہے۔ جیسے اجسام ملائکہ کا نظر آنا۔ اور کلمات و آیات خداوندی کا سننا۔ مگر اللہ تعالے کے کلام صریح کے سننے سے مشرف ہونا وحی اور الہام دونوں سے برتر ہے۔ اور یہ مرتبہ صرف انہی نفوس کو حاصل ہوا ہے۔ جو اولوالعزم رسول تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالے نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرکے کلام کیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس بلا لیا۔ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے شب معراج میں کلام کیا۔ اور اس مرتبہ کی صداقت کی خبر بھی دی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۔ پس مکالمہ صریح اولوالعزم رسولوں کے لئے ہے۔ اور وحی رسولوں کے لئے اور وحی فی المنام انبیاء کے لئے اور الہام مومنوں اور متقیوں کے لئے مخصوص ہے۔ فَاِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۔

وہ نفوس طاہرہ جو اولیاء اللہ کے قلوب میں ہیں۔ اور جنہوں نے الہام کی قابلیت پیدا کرلی ہے۔ تو جس وقت وہ قالب انسانی کی قید سے رہائی پاکر آسمان مکاشفہ کی طرف پرواز کرتے ہیں۔ تو اسوقت منجملہ سعادت کے اللہ تعالے ان سے صریح خطاب کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ مَا مِنْ عَبْدٍ اِلَّا وَ سَیُکَلِّمُهٗ رَبُّهٗ لَیْسَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَ الرَّبِّ تَرْجُمَانٌ وَّلَا وَاسِطَةٌ ۔ اللہ تعالے نے آپ جواب مومن بندہ سے کلام فرمائیگا۔ اور اسوقت اللہ تعالے اور اس بندہ

کے درمیان کوئی ترجمہ اور واسطہ نہ ہوگا) +

الہام طریق ظاہر میں کسب کے ساتھ - اور طریق باطن میں مرتبہ کیساتھ حاصل ہوتا ہے - مگر وحی ایسی چیز نہیں - جو کسب سے حاصل ہو سکے - اور یہی حال خدا تعالےٰ کے ساتھ ہمکلام ہونیکا ہے - کہ وہ بھی سلوکِ طریق اور تحصیلِ علل سے حاصل نہیں ہوتا! پس الہام کے معنے یہ ہیں - کہ غیر تخصہ فیض دے - مگر جبکہ دوسرے کا نفس بھی پوری استعداد کے ساتھ متوجہ ہو - اور وحی کے معنے یہ ہیں - کہ بغیر طلب کے جو نفس بشریہ سے صادر ہو - انکشاف معانی پر احاطہ کر لیا جائے - پس الہام تو اس علم غیب کو پیدا کرتا ہے - جو لطائف معانی پر مشتمل ہے - اور وحی لطائف معانی اور کشائف تنزیلات اور جبرائیل یعنی روح القدس پر مشتمل ہے - اور روح القدس ایک جوہر لطیف ہے - جو بندوں سے مفارق اور اضداد سے منزہ ہے - مگر جس وقت وہ مخلوقیت کے حجاب میں آتا ہے - تو اسوقت اُسے جبرئیل کہتے ہیں - اور یہ ایک صورت ملکیہ ہے - جو ایک جرم لطیف میں ہے - اور جسمیت کے تغیر اور ترکیب کی کدورت سے منزہ ہے - الغرض جبرئیل تو روح القدس کی صورت ہے - اور روح کلمۃ اللہ کا نام ہے - اور کلمۃ اللہ اس کے علم کی قرات کا نام ہے +

وحی جب اللہ تعالےٰ سے منکشف ہوتی ہے - تو جبرائیل اس نبی کے معانی اٹھا کر نبی کے کان میں پہنچا دیتے ہیں - اور پھر روح القدس ان معانی کو قلب نبوی میں ڈالتا ہے - روح القدس اور جبرائیل کے نام تو دو ہیں - مگر انکی ذات ایک ہی ہے - مگر انسانوں کے لئے اس بات کا سمجھنا بہت مشکل ہے - اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ - دوسری جگہ فرمایا ہے - وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ - دوسری جگہ فرماتا ہے - وَكُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ - ایک اور جگہ فرماتا ہے - وَكُلُّ صَغِیْرٍ وَّكَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ؎

حضرت جبرائیل علیہ السلام جب نہایت لطیف ہیئت میں ہوتے ہیں - تو انہیں روح اللہ اور روح القدس کہا جاتا ہے - اور جب ظاہر ہوتے ہیں - تو اس وقت انہیں جبرائیل کہتے ہیں - اور وحی اللہ تعالےٰ کیطرف سے انہی کے واسطے سے نازل ہوتی ہے - اور الہام کے معنے یہ ہیں - کہ بلا واسطہ جبرائیل کوئی بات اللہ تعالےٰ کی جانب سے منکشف ہو جائے - پھر جب روح معانی دی

لیکر قلب نبوی پر اترتا ہے۔ تو جبرائیل علیہ السلام ان کے معانی اور عبارات کو نبی کے
کانوں میں ڈالتا ہے۔ اور اس وقت دونوں معقول و منقول آتے اور قلب میں جمع ہوجاتے
ہیں۔ اور رسول کی زبان ان دونوں کو تعبیر کرتی ہے۔ اور جو کچھ دل میں ہوتا ہے
وہی زبان سے نکلتا ہے۔ قرآن مجید نے اس امر کو اچھی طرح واضح کیا ہے چنانچہ
فرماتا ہے۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ
بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ؀

الہام جب مومن کے دل میں مضبوط و مستحکم ہوجاتا ہے۔ اور اسکا نور اسکی
روح پر چمکتا ہے۔ تو وہ دل نفس رسول کے قریب ہوجاتا ہے۔ اور اس وقت
اسکی وہ حالت ہوتی ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمائی ہے۔ کہ
لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ يَقِينًا ۔ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا
ہے۔ إِنَّ لِلَّهِ فِي كُلِّ أُمَّةٍ عِبَادًا مُحَدَّثِينَ وَإِنَّ فِي أُمَّتِي عِبَادًا مُحَدَّثُونَ (ہر
امت میں اللہ تعالےٰ کے ایسے بندے ہوتے ہیں جن سے وہ ہمکلام ہوتا ہے۔
اور میری امت میں بھی ایسے بندے ہیں جن سے وہ ہمکلام ہوتا ہے) اور آپ نے اس
سے بعض اصحاب کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور وحی وہ کلام ہے۔ جو کہ ملہم رسول کے
ساتھ جبرائیل کے واسطے سے ہو۔ اور اسے اللہ تعالےٰ جس رسول پر چاہتا ہے
نازل کرتا ہے۔ چنانچہ بعض حکماء تابعین نے اس آیت شریفہ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ
أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس
دنیا میں کوئی انسان اللہ تعالےٰ کے ساتھ بغیر ان تین طریقوں کے ہمکلام نہیں ہوسکتا
یعنی یا تو وحی کے ذریعہ سے ہمکلام ہوگا۔ جیسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے
ہوا۔ اور یا پردے کے پیچھے سے ہوگا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا۔
اور یا بذریعہ جبرائیل علیہ السلام کے ہوگا۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام
سے ہوا۔ الغرض ہر ایک ادراک حسی و عقلی کے اوپر ایک ادراک حسی و عقلی ہوتا ہے
جو زیادہ کامل ہوتا ہے۔ جیسے دنیا میں بعض شخص بہت دور سے [illegible]
سے چیز دیکھ لیتے ہیں۔ مگر بعض اپنے بچے بہت کم [illegible] ہیں۔ جو دور فرسنگ کے فاصلہ سے
دیکھ سکیں۔ اور اسکا مرتبہ پہلے سے زیادہ ہوگا۔ اسی طرح جو شخص عالم غیب کو [illegible]
و لطیف پردے میں [illegible]
اور جو شخص بواسطہ جبرائیل علیہ السلام [illegible]

سب سے بڑھکر ہے۔ اور نہایت قرب کے درجے میں ہے۔ اور اس ہستی بجز بیت۔ جو نزول ملک کا منتظر رہتا ہے۔ پہلی قسم کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی شخص بحر نجف میں مستغرق ہو۔ اور سعادت کا انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ رتبہ سب سے بڑھکر ہے۔ کبھی تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ۔ اور کبھی فرماتا ہے۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ۔ اور کبھی فرماتا ہے۔ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا اور کبھی فرماتا ہے۔ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ اور کبھی فرماتا ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ اور کبھی فرماتا ہے۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ان مراتب کا فرق ظاہر ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک مرتبہ کو کوئی نہ کوئی اہل ہوتا ہے یہ سب مرتبے جبرئیل علیہ السلام اور حکمت خداوندی اور اس کے علم جلیل پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ اور کبھی فرماتا ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ اور کبھی فرماتا ہے۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

خداوند تعالےٰ کے علم کے مدارج سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا اُس نے بعض کو تو اپنے علم کا اثر عطا کیا ہے۔ اور بعض کو اپنے علم سے ایک حصہ دیا ہے۔ اور بعض سے تمام پردے اُٹھا دیئے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ دیکھتا۔ سنتا۔ جانتا اور کلام کرتا ہے۔ اور زمین و آسمان کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ کے بندۂ صادق حضرت یوسف علیہ السلام نے خدا تعالےٰ کی اس نعمت پر شکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب وحی تھے۔ اور حضرت اسمٰعیل و اسحاق صاحب مرتبہ تھے۔ یعنی انہیں دراء جذب کا مرتبہ بھی حاصل تھا۔ اور رسول کا بھی ۔

پس اے طالب صادق تمہیں واضح رہے۔ کہ حقیقت وحی غیب کا معاینہ کرنا اور فرشتہ کا نازل ہونا ہے۔ اور اسی کا نام اسرارِ غیب کا ظہور ہے۔ اور الہام کے معنی یہ ہیں۔ کہ غیب آئینہ دل میں حجاب کے پیچھے سے منکشف ہو۔ اور وہ نور آلہی جسے اللہ تعالےٰ بندے کے دل میں ڈالتا ہے۔ اُسے اللہ تعالےٰ نے یوں بیان کیا ہے۔ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ کلمہ آلہی تذہب انسانی کو نہتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی نور کو اپنی خلوات میں جستجو فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔ اے اللہ مجھے ایسا ایمان عطا فرما۔ جو میرے دل سے جا ملے۔ پس اے طالب! تم احکام نبوت کو مضبوط پکڑلو۔ اور دیانت وجھگڑا کرنیوالوں سے نہ ہو +

تیسرا باب

معجزہ و کرامت کے بیان میں

فصل اوّل۔

مُعجزہ اور اُس کی حقیقت کے بیان میں

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ٥

دُوسری جگہ فرماتا ہے۔ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى۔ اور فرماتا ہے اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ٥

اور حضرت عیسٰے علیہ السلام سے حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ٥

اور حضرت مُوسٰے علیہ السلام کے دریائے نیل کو شق کرنے کی نسبت فرماتا ہے

فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۝
اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے۔ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝
اور حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں فرماتا ہے۔ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ ۝
اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ ط

واضح رہے۔ کہ معجزہ اللہ تعالےٰ کی قدرت اور حکمت سے رسول کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور باقی لوگ اس جیسا کام کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر اوقات انکی عقلیں اس کے ادراک سے عاجز ہو جاتی ہیں۔ معجزہ دلائل نبوت سے ایک دلیل ہے اور اسی سے احکام رسالت صحیح ہوتے ہیں۔ اگر معجزہ نہ ہوتا۔ تو ہر شخص مدعی نبوت بنجاتا۔ کیونکہ نبوت ایسا شرف جس میں دنیا اور دین دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے معجزہ کو عنوانِ نبوت قرار دیا ہے۔ تاکہ مدعیوں کے خیال دعوےٰ نبوت سے منقطع ہو جائیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے معجزہ کو خوارق اور سحر سے کمال قوت ربانی کے ساتھ تمیز دی ہے۔ کیونکہ سحر اور خوارق بعض نفوس سے اجتماع رذائل اور شیاطین کے وسیلے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور معجزہ کمال النفس اور اجتماع محامد سے بذریعہ ملائکہ ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ نفس جب نہایت ناقص ہو جاتا ہے۔ تو شیطان اس میں اثر کرتا ہے۔ اور جب وہ اعلےٰ درجہ کا کامل ہو جاتا ہے۔ تو پھر ملائکہ اس میں اثر کرتے ہیں۔ یعنی سحر شیطانی مدد سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور معجزہ فرشتہ کی مدد سے پیدا ہوتا ہے +

معجزہ کوئی کسبی یا ایسا کام نہیں ہے۔ جو کسی حیلہ سے کیا جاتا ہے۔ اور نہ ہی وہ طبیعت کی قوت سے ہو سکتا ہے۔ اور نہ اوہام و خیالات کی تاثیر و تحریک سے پیدا ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ قدرتِ الٰہی کے آثار سے ایک اثر ہے۔ کیونکہ نفوس ناطقہ ملکوت سے استفادہ کرتے ہیں۔ اور ملکوت کا یہ حال ہے۔ کہ تمام علوم اور اعمال و صنائع ان میں پوشیدہ و مضمر ہیں۔ اور نفس کُلی کے جوہر بیا حجابِ غیب کے ورے رکھی ہوئی ہیں۔ پس جب نفوس طاہرہ میں سے کوئی نفس اپنے صفاءِ جوہر کے باعث نفسِ کُلی کے قریب ہوتا ہے۔ اور اپنے عنصر

سے تقرب حاصل کرتا ہے۔ اور کمال مشابہت کے باعث اس کی نسبت اس سے قوی ہو جاتی ہے۔ تو اس وقت فرع اور اصل کے درمیان سے حجاب اُٹھ جاتا ہے۔ وکُل کا رنگ جُز پر پڑتا ہے۔ اور ان فوائد غیبیہ سے کوئی فائدہ اس نفس جزدیہ کی ذات پر بھی فائض ہوتا ہے۔ جو یا تو بطریق علم ہوتا ہے۔ اور یا بطریق عمل۔ اور یہ دونوں معجزات میں سے ہیں۔ اور جب رسول اس علم اور عمل سے کوئی چیز ظاہر کرتا ہے۔ تو اس کے ہمعصر اس کے کرنے سے عاجز رہ جاتے ہیں۔ اور بسا اوقات اس کے قبول کرنے سے بھی عاجز ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی طبیعتیں اس سے بہت دُور ہوتی ہیں۔ اسلئے اس کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور اسے اباطیل کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جیسے کہ کفار عرب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیا تھا۔ اور آپ کے دندان مبارک شہید کر دیئے تھے۔ اور چہرہ مبارک کو خون آلود کیا تھا۔ اور کہا تھا۔ هُوَ سَاحِرٌ كَذَّابٌ ہ اور آپ کے کلام کی نسبت کہا۔ اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ہ پھر انہوں نے آپ کے شرف کا بھی انکار کیا۔ اور کہا۔ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ حتی کہ اللہ تعالے نے ان کے اس قول کی مذمت فرمائی۔ اور فرمایا۔ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ◆

پھر جب قوتِ دعوت سے نور ہدایت مومن کے دل میں جگہ پکڑتا ہے۔ تو وہ معجزہ کو قبول کر لیتا ہے۔ اور حرم متابعت میں داخل ہو جاتا ہے۔ الغرض معجزہ برہان نبوت ہے۔ اور برہان ہر وقت نبی کے تفاوت سے مختلف ہوا کرتی ہے۔ اور درحقیقت امور شرعیہ کی تصدیق امور شرعیہ سے ہی ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ جو شخص طبیعت کی آنکھ سے شریعت کی طرف نظر کرے گا۔ اس پر اُس کا قبول کرنا دشوار ہو جائیگا۔ اور اس کا منکر ہونا اس پر گراں گذرے گا۔ اور اس کا قدم جادہ مستقیم سے لڑکھڑا جائیگا۔ کیونکہ طبیعت کی آنکھ احول ہے۔ اور اکثر اوقات اندھی ہو جاتی ہے۔ اور اکثر بے ہوش بھی ہو جاتی ہے۔ اور امور شرعیہ کا منکر کافر مطلق ہے۔ اس لئے عقلمند کے لئے ضروری ہے۔ کہ شرعی امور کی دلیل بھی شرعی سے

تک طلب کرے - چنانچہ معجزات کی تصحیح معجزات سے ہی ہوا کرتی ہے - پس
چاہیئے کہ اس دنیا میں آفتاب سے بڑھکر کوئی روشن چیز موجود نہیں
ہے - جس سے آفتاب کو معلوم کیا جائے - اس لیئے بالضرورت آفتاب
کے نور سے ہی آفتاب کو معلوم کیا جاتا ہے - اسی طرح شریعت بھی
اپنے نور سے ہی دیکھی جاتی ہے - اور اس کا نور ہی اس کے وجود کی دلیل
ہے - کوئی چیز اس سے زیادہ روشن نہیں - جو اس کی تاکید کرے - اسی
طرح اللہ تعالے سے بھی کوئی چیز زیادہ ظاہر اور روشن نہیں ہے جس سے
خداوند تعالے معلوم ہو سکے - کیونکہ خدائیتعالے کی معرفت خدائیتعالے
سے ہی ہوتی ہے - اور شرع بھی شرع سے ہی پہچانی جاتی ہے - اور
باقی سب چیزیں بھی شرع سے پہچانی جاتی ہیں - پس معجزہ کی تحقیق و تصحیح
عقل سے کرنا نہایت خطا ہے - اس سے عقلیں ہلاکت میں جا پڑتی ہیں -
معجزہ کی حقیقت عقل سے معلوم بھی کیسے ہو سکتی ہے - کیونکہ عقل اس
کے ادراک سے عاجز آگئی ہے - اور جس چیز سے عقل عاجز نہ ہو - وہ
معجزہ ہی نہیں ہے - الغرض معجزہ کا قبول کرنا شرع سے ہوتا ہے -
نہ عقل سے - کیونکہ عقل کا مرتبہ شریعت سے پست ہے - پس اعلے چیز
کی تحقیق ادنے سے کس طرح ہو سکتی ہے - اور نہ ہی اشرف کیواسطے
ادنے چیز سے دلیل طلب کی جاتی ہے - اللہ تعالے نے انوار معجزات کو
نبوت کی شرائع میں محض عقول جزئیہ کی شکست اور باطل اور سچے دعووں
میں فیصلہ کرنے کے لیئے وضع کیا ہے - کیونکہ عقول جزئیہ جب ذرائے
شیطانی اور فضول ابلیسیہ کے ساتھ نور نبوت کا استقبال کرتی ہیں -
اور رسالت ان تک پہنچتی ہے - تو وہ اسمیں تصرف کرتی ہیں - اور نظر
دنیا اس کے ترازو میں اسکو جانچتی ہیں - اور اس میں توقف کر کے قبول
سے انکار کرتی ہیں - اور اپنے خیالات فاسدہ سے شریعت کی صحت
پہ دلیل طلب کرتی ہیں - پس اللہ تعالے نبوت کے اندر معجزہ کا نور تمام
کرتا ہے - تاکہ ان عقول پر غالب آجائے - اور ان کے فضولیات کو
دور کر دے - اور نفوس خبیثہ کو ادب سکھائے - اور تاکہ لوگوں کو
معلوم ہو جائے - کہ انہوں نے خدا تعالے کی وہ قدر نہیں کی - جو کرنی

چاہئے نفس۔ اور نہ ہی انہوں نے شریعت کو جیسا کہ پہچاننا ہے پہچانا ہے۔ بلکہ محض طوعًا و کرہًا اس کے اوامر و نواہی کے مطیع ہوئے ہیں۔ پس گویا کہ اللہ تعالےٰ نے معجزہ کے آئینہ سے عقلوں کا عاجز ہونا اور نفوس کا ضعف دکھلایا ہے۔ تاکہ انسان پر عبودیت کے احکام عائد ہوں۔ اور وہ بخوبی جان لیں۔ کہ ان پر اللہ تعالےٰ کے رسول کی متابعت واجب ہے +

جس نبی کے لئے معجزہ اور شرع جدید ہو۔ وہ نبی مرسل کہلاتا ہے۔ جیسے کہ ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ انہوں نے جب لوگوں کو اپنی دعوت اور رسالت کی طرف بلایا۔ تو انہوں نے آپ سے اس دعوےٰ پر دلیل طلب کی۔ تو آپ نے معجزہ قولی ظاہر کیا۔ اور وہ قول کلام اللہ ہے۔ مگر انہوں نے اس کے انکار کا ارادہ کیا۔ اور اس سے اعراض کرنے لگے۔ تو ان سے کہا گیا۔ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ۔ پھر اس سے بھی تخفیف کی۔ اور فرمایا۔ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ تو میری اطاعت کرو۔ کیونکہ میں تمہارے واسطے ظاہر رسول ہوں +

معجزہ رسول کا فعل اختیاری نہیں ہے۔ کہ جب چاہے استعمال کر سکے۔ بلکہ وہ ایک ایسا امر ہے۔ جو خدائے تعالےٰ کے پاس سے اس کی مشیت اور ارادے اور قوت و قدرت کے ا سکے رسول کو مدد دینے اور نیز اس کے دین کو عزت دینے کے لئے صادر ہوتا ہے۔ معجزہ کا اثر سب سے پہلے صاحب معجزہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ کہ جب انہوں نے خدائے تعالےٰ کے حکم سے عصا پھینکا۔ تو امر الٰہی عصا کے لئے بمنزلہ روح کے بن گیا۔ اور اس نے اس کو حرکت دی۔ حتّٰی کہ وہ اژدہا بن گیا۔ تو حضرت موسےٰ علیہ السلام اس سے ڈر گئے۔ تو پھر اللہ تبارک وتعالےٰ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ (ڈر نہیں۔ تو امن والوں سے ہے) پس حضرت موسےٰ علیہ السلام کے خوف نے اس بات کو ظاہر کردیا۔ کہ معجزے میں نبی کا کچھ اختیار نہیں ہوتا۔ کیونکہ عاقل اپنے کام سے

خوف نہیں کھایا کرتا۔ اور نہ ہی عالم کو اپنے علم سے اندیشہ ہوتا ہے۔ بلکہ معجزہ قدرت خداوندی سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس جب نبی کی عقل معجزہ سے عاجز آجاتی ہے۔ تو عوام کی عقلیں تو بطریق اولے عاجز آئینگی۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی عقلیں زیادہ قوی اور ان کے نفوس زیادہ صاف ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہی حالت حضرت عزیر علیہ السلام کو پیش آئی تھی۔ کہ اُن کی عقل اس معجزہ کے ادراک سے جو اللہ تعالے نے ان پر ظاہر کیا تھا۔ عاجز آ گئی تھی۔ جیسے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيِي هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا (یا اسکی مثال دیکھو حضرت عزیر کی کہ ایک ایسے گاؤں سے انکا گذر ہوا۔ جو اپنی چھتوں پر گرا ہوا تھا۔ کہا کہ اللہ تعالے اسے کیسے زندہ کریگا اس کے مرنے کے بعد۔ تو اللہ تعالے نے انہیں مار دیا پورے سو سال کے لیے پھر انہیں زندہ کر دیا۔ اور پوچھا تم کتنی مُدت تک رہے۔ جواب دیا کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ کہا تم تو سو سال رہے ہو۔ اپنے کھانے اور پینے کی چیز کو دیکھو۔ کہ بُو دار نہیں ہوئے۔ اور اپنے گدھے کو دیکھو ہم تمہیں جہان والوں کے لئے ایک نشانی بناتے ہیں اور اپنے گدھے کیطرف خیال کرو۔ کہ ہم اس کی ہڈیوں پر کیسے گوشت پوست چڑھاتے ہیں)

جب حضرت عزیر نے یہ معجزہ دیکھا۔ تو انہوں نے خدا تعالے کی قدرت و ربوبیت کا اقرار کیا۔ تو یہ بات اس امر کی دلیل ہے۔ کہ رسول معجزہ کے اظہار سے عاجز ہوتا ہے۔ اور درحقیقت معجزہ اللہ تعالے کا ہوتا ہے۔ جو اپنے مقدورات میں سے ایک ایسے مقدور کو ظاہر کر دیتا ہے۔ جس کے دیکھنے یا جاننے یا سُننے یا اس جیسا کرنے سے عقول و نفوس بشریہ عاجز ہوتے ہیں۔ مگر یہ بات ضروری نہیں۔ کہ معجزہ بالضرور عملی ہی ہونا چاہئے۔ بلکہ علمی معجزہ زیادہ قوی اور نافع ہوتا ہے۔ لیکن معجزہ کا ظہور ہر زمانہ اور ہر قوم کی طبائع کے موافق ہُوا کرتا ہے۔ جیسے کہ ہم عنقریب اُسے بیان کرینگے +

الغرض اللہ تعالےٰ جب عقول منکرہ اور نفوس متبنہ کو اپنے کسی عمل غریب اور فعل عجیب سے عاجز کرتا ہے۔ تو وہ معجزہ اس رسول کی طرف منسوب ہوتا ہے جس کے ہاتھ پر اللہ تعالےٰ نے اسے ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ خوشی اور رنج سے مبرا اور پاک ہے۔ پس عاقل کو چاہئے۔ کہ وہ رسولوں کے معجزے پر ایمان لائے۔ اور عقل اور طبیعت کی متابعت نہ کرے۔ بلکہ اسکی دلیل شریعت سے ہی طلب کرے۔ اور اس کا مطیع و منقاد ہو جائے۔ کیونکہ جو شخص معجزات میں اپنی عقل سے کام لیتا ہے۔ وہ خدا تعالےٰ سے بہت دور جا پڑتا ہے +

پس اے طالب صدق تمہیں لازم ہے۔ کہ انبیاء کے معجزات پر ایمان لاؤ۔ اور اس امر کو یقینی طور سے جان لو۔ کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالےٰ کے ہاں سب لوگوں سے زیادہ عزیز ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو سب سے زیادہ بزرگ اور افضل بنایا ہے۔ اور ان کے ہاتھ پر اپنی قدرت کے ایسے کرشمے ظاہر کئے ہیں۔ جو کسی دوسرے شخص کے ہاتھ پر ظاہر نہیں کئے۔ اور بالفرض اگر تم کو معجزات پر دلیل کی ضرورت ہو تو قرآن مجید اور سنت نبویہ سے تلاش کرو۔ کیونکہ قرآن مجید معجزات انبیاء کو بتاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بابت جب وہ نمرود کی نصیحت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور نمرود نے آپ سے جھگڑا کیا۔ اور کوئی دلیل دریافت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ (میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے) اس پر نمرود ملعون نے کہا۔ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ (میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں) تب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ (خدا مشرق سے سورج نکالکر مغرب کیطرف لے جاتا ہے تو آفتاب کو مغرب کیطرف سے نکال۔ تو اسپر کافر پشیمان اور نادم ہوا) پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے فرمایا۔ کہ بھلا تو کس طرح زندہ کرتا ہے۔ اور مارتا ہے۔ تو اس نے دو شخصوں کو منگوایا۔ اور پھر ایک کو قتل کر دیا۔ اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔ اور کہا میرا زندہ کرنا اور مارنا تو یہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ امر تو درست نہیں۔ کیونکہ میرا پروردگار تو ایک ہی شخص میں یہ دونوں فعل کرتا

ہے ۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ اور عرض کی ۔ کہ موت اور زندگی دکھلانا میرا کام نہیں ۔ اگر تو یہ بات مجھ پر ظاہر فرما دے ۔ تو مجھے اس پر فخر ہو ۔ اور تو جانتا ہے ۔ کہ مجھے تُو نے اپنی بارگاہ میں مرتبہ بخشا ہُوا ہے ۔ چنانچہ آپ نے عرض کیا ۔ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ الآیۃ +

اسی قسم کے معجزے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے ۔ چنانچہ مُردوں کو زندہ کرتے ۔ اور مادر زی اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتے تھے +

اور اسی طرح موجودات خارجیہ کو دوسرے سانچے میں ڈھالنا حضرت موسٰے علیہ السلام کے سپرد کیا تھا ۔ چنانچہ انہوں نے جب اپنے عصا کو زمین پر ڈالا ۔ تو وہ ایک اژدہا بن گیا تھا ۔ اور اُس نے تمام وہ سانپ نگل لئے تھے ۔ جو جادوگروں نے بنائے تھے ۔ اور خود حضرت موسٰے علیہ السلام بھی اس اژدہا سے ڈر گئے تھے ۔ حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا ۔ کہ تم تو صاحبِ معجزہ ہو ۔ تم کو یہ نقصان نہیں پہنچائیگا +

اور اسی طرح داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں میں لوہے کو موم بنا دیا ۔ جو کچھ چاہتے تھے ۔ اُس سے بناتے تھے +

معجزات کی دو قسمیں ہیں بعض تو دائمی ہوتے ہیں ۔ اور بعض زائل ہو جاتے ہیں ۔ اور بعض معجزے تو عملی ہوتے ہیں ۔ یعنی کسی چیز کی صُورت یا مادے یا دونوں میں اثر کرتے ہیں ۔ اور اسے بدل دیتے ہیں ۔ یا متحرک کر دیتے ہیں ۔ یا ساکن بنا دیتے ہیں ۔ یا کسی دوسری جگہ نقل کر دیتے ہیں +

اور بعض علمی ہوتے ہیں ۔ یعنی ایسا کلام بیان کرنا جس سے دُوسرے کہنے والے عاجز ہو جائیں + بعض پیغمبروں کو علمی معجزے عطا ہوئے ہیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام وادریس علیہ السلام وشیث علیہ السلام ویوسف علیہ السلام کو عطا ہوئے +

اور بعض کو عملی معجزات عطا ہوئے ہیں ۔ جیسے کہ حضرت ابراہیم و موسٰے و عیسے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دیئے گئے +

مگر ہمارے پیغمبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ دونوں معجزے عطا ہوئے
یعنی آپ کو عملی معجزے بھی عطا ہوئے۔ حتیٰ کہ آپ نے قمر کو شق کیا۔ اور انگلیوں سے
پانی بہا دیا۔ اور مٹی کی مٹھی سے دس ہزار کفار کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ اور علمی
معجزات بھی آپ کو دیئے گئے۔ حتیٰ کہ آپ سے سوسمار نے کلام کیا۔ اور قرآن
مجید آپ کو عطا ہوا۔ جو سب سے بڑا معجزہ ہے۔ کیونکہ ہر معجزہ میں مختلف طریقوں
سے صرف ایک ہی طریقہ پایا جاتا ہے۔ مگر قرآن مجید ایک بحر محیط ہے۔ وَلَا
رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۔ قرآن مجید کے برابر کوئی معجزہ نہیں
ہے۔ کیونکہ اس میں عقلمندوں کی عقلیں حیران ہیں۔ اور متفکرین کے ذہن حیرت
میں ہیں۔ اور عارفوں کے ہوش و حواس اس کی کنہ میں متحیر و سرگرداں ہیں۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ قرآن نبأ عظیم میں سے ایک کتاب
ہے۔ اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اور اسی میں ماضی اور مستقبل اور حال کی خبر ہے
الغرض یہ معجزہ سب معجزوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اور یہ معجزۂ علم ہمارے
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی مخصوص تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے
اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ ۔

معجزہ نہ تو زمین سے اُگتا ہے۔ اور نہ طبیعت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور
نہ قوتِ بشریہ سے متعلق ہوتا ہے۔ بلکہ یہ ایک پرندہ ہے۔ جو آسمانِ عنایت
سے اترتا ہے۔ اس کے دونو بازو توفیق اور تائید ہیں۔ جب کہ یہ آسمان
بشریں نازل ہوتا ہے۔ تو عادات و طبائع کے پردوں کو جلا دیتا ہے۔
اور اس کی کیفیت میں عقول و اوہام عاجز ہو جاتے ہیں۔ اور سوائے
اس کے وجود پر ایمان لانے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔
اسی سے امر نبوت پیدا ہوتا ہے۔ اور فرد رسالت
کا ظہور ہوتا ہے۔ اور اسی سے عہد شریعت
متاکد ہوتا ہے۔ اور یہ ایک مقدور غیر
معتاد و غیر متعارف کے ظاہر کرنے
میں اللہ تبارک وتعالےٰ
کا ایک راز ہے

فقط

فصلِ دُوم

مراتبِ معجزات اور ہر معجزہ کے ایک خاص وقت میں ظاہر ہونے کی حکمت کے بیان میں

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝ واضح ہو۔ کہ معجزہ ایک راز ہے۔ جو اللہ تعالےٰ کے ارادے سے بواسطہ کلمۂ علیا ایک کامل شخص یعنی نبی مرسل کے نفس یا عقل پر ظاہر ہوتا ہے۔ پھر جو اس کے نفس پر ظاہر ہوتا ہے۔ اسے عملی کہتے ہیں۔ اور جو اس کی عقل پر ظاہر ہوتا ہے۔ اسے علمی کہتے ہیں۔ اور نبی ایک روحانی طبیب ہوتا ہے۔ جو نفس جزوی کے امراض شرک و شک و نقص وغیرہ کا علاج کرتا ہے۔ اور وہ اپنی طب میں اللہ تعالےٰ کے علم کا شاگرد ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اسے اپنے بندوں میں انکی بیماریاں دُور کرنے اور صحت و تندرستی قائم رکھنے کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اور اس بات میں شک نہیں۔ کہ طبائع اور امزجہ کے اختلاف سے امراض بھی مختلف ہوا کرتے ہیں۔ ہر زمانے میں لوگوں پر ایک خاص قسم کا مرض غالب ہو جاتا ہے۔ اور ان مریضوں کے دوا کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو اس مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور ضرورت بھی کسی نئی دوا کی ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر دوا ایک خاص مرض کے لئے مخصوص ہے۔ انبیاء علیہم السلام اپنے زمانہ میں طبیب نفوس ہوتے ہیں۔ اور معجزات روحانی معالجات ہیں۔ جو شک اور سوءِ ظن اور افکار و اوہام کو لوگوں کے نفوس سے دُور کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ الغرض ہر زمانہ میں جو نسی عادت یا خُلق خواہ وہ عملی ہو۔ یا علمی لوگوں پر غالب ہوتا ہے اللہ تعالےٰ اسی قسم کا معجزہ اس وقت کے پیغمبر کو عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ کسی زمانہ میں سحر کا غلبہ رہا ہے۔ اور کسی میں طب کا۔ اور کسی میں نجوم کا۔ اور کبھی عالم شعر اور کلام منظوم و منثور کا۔ چنانچہ حضرت موسےٰ کلیم اللہ کے عہد میں سحر کا غلبہ تھا۔ اور ان کا بادشاہ اسوقت فرعون لعین تھا۔ جو بڑا جادوگر اور کذاب

تھا۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اُسکی طرف بھیجا
تو فرمایا۔ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ وَقُلْ لَهٗ اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ
فَتَخْشٰى ۝ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝ پس حضرت موسٰے
علیہ السلام فرعون کے پاس آئے۔ اور پہلے انہوں نے اُس کے ہاں ہی پرورش
پائی تھی۔ اور پھر یہاں سے بھاگ کر حضرت شعیب کے پاس گئے۔ تو اُن کی بیٹی
سے شادی کرلی۔ اور اس کے مہر میں آٹھ سال تک اُنکی بکریاں چرائیں۔ اور پھر
وہاں سے فرعون کو راہِ حق کی طرف بلانے کے لئے آئے۔ تو فرعون نے کہا۔
کہ تو وہی ہے جس کو ہم نے پرورش کیا۔ اور اب ہمارے پاس یہ تجھ سے دعویٰ
لیکر آگیا ہے۔ پھر اُس نے تمام جادوگروں کو جمع کیا۔ کیونکہ اسوقت ان پر سحر غالب
تھا۔ اور ان ساحروں سے کہا۔ کہ اپنی اپنی کاریگریاں ظاہر کرو۔ اور پھر ایک مجمع
میں انکو جمع کرکے حضرت موسٰے علیہ السلام سے کہا۔ کہ ان کا مقابلہ کرو۔
اس پر حضرت موسٰے علیہ السلام نے پروردگار سے عرض کیا۔ کہ میں تو تنہا ہوں
اور یہ بہت سے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی۔ کہ تم مت ڈرو۔ کیونکہ یہ
لوگ تو ہمیشہ بادشاہ فرعون کی عزت کے بھروسہ پر کرینگے۔ اور تم میری عزت
پر بھروسہ کرکے مقابلہ کروگے۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ غالب تم ہی ہوگے
چنانچہ حضرت موسٰے علیہ السلام نے فرمایا۔ اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ
فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ وَسَحَرُوْا اَعْيُنَ
النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ فَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُوْنَ ۝ اللہ
تعالیٰ چونکہ یہ معلوم تھا۔ کہ یہ لوگ اپنے سحر پر مغرور ہیں۔ اور اس سے
بڑھکر کوئی کمال اُنکی نظر میں نہیں ہے۔ اسلئے حضرت موسٰے علیہ السلام کو
معجزہ ظاہر کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا۔ اَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ ۝ فَاَلْقٰى عَصَاهُ
فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝
جب جادوگروں نے یہ دیکھا۔ کہ حضرت موسٰے علیہ السلام کا عصا سانپ
بن گیا ہے۔ اور اُس نے اُنکی تمام لکڑیوں اور رسیوں کو چٹ کرلیا ہے۔ تو انہوں
نے نہایت غور سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ یہ بات ہمارے جادو سے خارج ہے۔
کیونکہ ہم تو صرف لوگوں کی نظروں میں بعض اشیاء غیر متحرک کو متحرک دکھا سکتے
ہیں۔ مگر اس بات پر قدرت نہیں رکھتے۔ کہ ایک موجود چیز کو معدوم کردیں۔

پس جب اُنکی عقلیں اس معجزے کے ادراک سے عاجز ہو گئیں۔ تو انہوں نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا۔ اور کہنے لگے۔ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رَبِّ مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ ۝

الغرض معجزہ کی حقیقت یہی ہے۔ کہ قدرت الٰہی سے ایک ایسی چیز کا ظہور ہو۔ کہ اس زمانہ میں اس قسم کی چیزوں کا چرچا ہو۔ اور اس معجزے کو دیکھ کر سب عاجز ہو جائیں۔ اور عجز کے باعث اُسے قبول کرنے کی طرف مائل ہوں جیسے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا بہت زور تھا۔ مگر طبیب کی قدرت میں یہی کچھ تھا۔ کہ سر درد اور بخار وغیرہ بیماریوں کو دُور کرے۔ کوئی طبیب، مُردہ کو زندہ نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ ہی اس کی طاقت میں یہ بات تھی۔ کہ مادر زاد اندھے یا کوڑھی کو تندرست کرے۔ پس جب حضرت عیسےٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ اے طبیبو! مجھ پر ایمان لاؤ۔ انہوں نے اس سے انکار کیا۔ اور کہنے لگے۔ کہ ہم طبیب لوگ ہیں جسم سے امراض کو زائل کر کے بدن کو تندرست کرتے ہیں۔ اور تم تو دوسرے لوگوں میں سے ایک شخص ہو۔ ہم تمہاری اطاعت کس طرح کریں۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ میں اُس بات پر قادر ہوں جس پر تم قادر نہیں۔ تم تو اپنی قوت طبعی اور علم طب کے ذریعے علاج کرتے ہو۔ مگر میرا علاج وحی الٰہی اور نبوت کے باعث ہوتا ہے۔ اس پر وہ طبیب آپ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ اپنا کمال طبی ہمیں دکھلائیے۔ تو حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے مُردہ کو زندہ کیا۔ اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دکھلایا۔ تو جب انہوں نے اس امر کو دیکھا۔ تو انصاف پر آگئے۔ اور کہنے لگے۔ واقعی یہ بات حدِ طب سے خارج ہے۔ اور پھر سب آپ پر ایمان لے آئے۔ اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ میں علم نجوم نہایت عروج پر تھا۔ تو حضرت ادریس علیہ السلام نے علم حساب وغیرہ کے معجزے ظاہر کیئے۔ اور علم ہندسہ اور اعداد کی کتابیں تصنیف کر کے اُنہیں عاجز کر دیا۔ ایسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں لوگ تسخیر جنات کے درپے تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے تمام روئے زمین کے جنات اور ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر کے لوگوں کو عاجز کر دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں فصاحت و قوت کا چرچا تھا۔ تو اللہ تعالےٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے

کو موم بنا دیا۔ اور انہوں نے اپنی قوم سے کہا۔ کہ اے لوگو! اگر تمہیں زعم شجاعت ہے۔ تو لوہے کو ہاتھ سے اس طرح موڑو و توڑو جس طرح موم کو موڑ توڑ لیتے ہو تو وہ اس سے عاجز آ گئے +

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں لوگ لکڑی اور پتھر کے بت تراشنے میں بڑے ماہر تھے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ کو ایسی ہیئت مخصوصہ پر بنایا جس کے بنانے سے وہ عاجز آ گئے۔ پھر ان میں سے بعض ستارہ پرستی کی طرف مائل تھے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے ایسے سوالات کئے جن سے وہ عاجز آ گئے۔ نیز آپ نے سورج اور چاند کے رنگ کو متغیر کر کے دکھا دیا۔ تو وہ اس بات سے عاجز آ گئے۔ اور اس بات کا اقرار کر لیا۔ کہ واقعی آپ اپنی دعوت میں صادق و سچے ہیں +

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ قوت بیانیہ اور استخراج معانی پر بہت مغرور تھے۔ تو اللہ تعالےٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تعبیر خواب کا علم عطا فرمایا۔ جس کے سامنے سب عاجز آ گئے +

یہی حالت حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی تھی یعنے حضرت آدم علیہ السلام کا معجزہ کلام تھا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کا معجزہ کشتی تھی +

اور حضرت خلیل اللہ کے زمانہ میں لوگ یہ شعبدہ دکھایا کرتے تھے۔ کہ آگ میں داخل ہو کر فوراً باہر آ جایا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام چند روز آگ میں رہے اور جب اس سے نکلے۔ تو آگ نے انکا ایک بال بھی نہیں جلایا تھا۔ تو لوگ اس کو دیکھ کر عاجز آ گئے +

اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا۔ کہ چالیس روز کے بعد مچھلی کے پیٹ سے صحیح و سالم باہر تشریف لائے۔ اسی طرح ہر نبی کا وہ معجزہ ہوا کرتا تھا۔ جس امر میں ان کے عہد کے لوگ نہایت ماہر اور حاذق ہوا کرتے تھے۔ جب سید البشر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور آیا۔ تو اس وقت کے لوگ علم و فصاحت پر مغرور تھے۔ اور مسجع و مقفٰے عبارت پسند کرتے تھے۔ اور شعر گوئی پر نازاں تھے۔ اور ایجاز و بلاغت میں اپنے الفاظ و اقوال پر فخر کرتے

تھے۔ انہوں نے آپ سے نہ تو سفینہ نوح کو طلب کیا۔ اور نہ عصائے موسوی کو۔ اور نہ بطنِ حوت اور نہ تعبیر رویا کو۔ بلکہ انہوں نے کہا۔ کہ ہمارے نزدیک کلام کے صرف دو طریقے ہی ہو سکتے ہیں۔ یعنے نظم و نثر۔ تیسرا طریقہ کوئی نہیں ہو سکتا اسلئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایسی کتاب کریم عطا فرمائی۔ جو ان دونوں طریقوں سے خارج ہے۔ یعنے اس کے لئے طراوت نظم اور کمال نثر موجود ہے۔ نہ تو وہ بالکل نثر ہے جس کے معانی متفرق ہوں۔ اور نہ بالکل نظم ہے۔ جس کے معانی کی حدود محصور ہوں۔ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل عرب کو قرآن سنایا۔ اور وہ عاجز آ گئے۔ تو ابلیس لعین پھر دلیر ہوا۔ تو اسے سُنکر بھاگا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے عَبَسَ وَبَسَرَ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ تب اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ط ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝ وَجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا اِلٰی سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت پر آمادہ ہو کر گھر سے چلے۔ تو راستے میں جب اپنی بہن کے مکان کے پاس گذرے۔ تو وہاں سے سورۂ طٰہٰ کے پڑھنے کی آواز سنائی دی۔ تو اسکو سنتے ہی اُن کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ اور گھر میں جاکر اپنی بہن اور بہنوئی سے دریافت کیا۔ کہ تم دونوں کیا پڑھ رہے تھے۔ کیونکہ میں نے ایسا کلام سُنا ہے۔ جو کبھی نہیں سُنا تھا۔ نہ تو وہ شعرِ منظوم ہے۔ اور نہ کلامِ منثور ہے۔ اور نہ ہی طٰہٰ کے معنی مجھے سمجھ آتے ہیں۔ اس کلام کو ذرا پھر پڑھنا۔ اُن کی بہن نے سُنانے سے انکار کر دیا۔ اور کہا۔ تم بے وضو ہو۔ پھر اللہ تعالےٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی چشمِ قلب کو کھول دیا۔ حتیٰ کہ وہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئے۔ اور پھر اپنی بہن کے پاس آکر کہا۔ کہ اس کلمہ کے سُننے سے مجھے وہ لذت عطا ہوئی ہے۔ جس نے مجھے یہاں تک پہنچا دیا ہے

الغرض اہل عرب قرآن جیسی ایک آیت بھی بنا کر لانے سے عاجز ہو گئے۔ اور انہوں نے اسبات کا اقرار کر لیا۔ کہ بلاشبہ قرآن مجید اللہ کی جانب سے ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کو نازل فرما کر تمام معجزات کا خاتمہ کر دیا۔ کیونکہ وہ سب معجزات سے اکمل اور سب آیات سے اتم ہے۔ اور چونکہ قرآن مجید نہایت ہی بلند مرتبے اور عالی پایہ پر پہنچ گیا ہے۔ اسلئے معجزوں کی اسی پر انتہا ہوئی۔ دُنیا میں کوئی ایسا معجزہ نہیں۔ جو اس سے ٹکّر کھا سکے۔ نہ ہی گذشتہ زمانے میں۔ اور نہ ہی آئندہ ہو سکتا ہے ✦

قرآن مجید ایسا معجزہ ہے۔ جو تمام برکات پر مشتمل ہے۔ اور تمام معجزات پر محیط ہے۔ اس نے تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے مجمل و مفصل طور پر خبر دی ہے۔ اور اولین و آخرین کی رموز کو سمجھایا ہے۔ اور عاجل و آجل کو بتلایا ہے۔ اسی میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ الغرض قرآن مجید ام المعجزات اور اصل الآیات ہے۔ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ جاہلوں کو اس نے اپنے اس قول سے عاجز کیا ہے۔ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۝ اور قائلین کو اس طرح عاجز کیا ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ اور سطیعین اور بماسین کو اپنے اس فرمان سے عاجز کیا ہے۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝ نیز فرمایا ہے يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝

قرآن مجید نے ہر آیت سے ایک اُمت کی خبر دی ہے۔ اور ہر کلمہ سے ایک عصر کی۔ اور ہر حرف سے ایک قرن کی۔ اور ہر سورت سے ایک دور کی۔ پس باطل نہ اس کے آگے سے گذر سکتا ہے۔ اور نہ پیچھے سے۔ اور یقیناً اس کے حال سے موت کے بعد واقف ہونگے۔ پس کاملترین معجزہ وہ ہے۔ جو محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم لائے۔ کیونکہ یہ خود برہان ہے۔ اس کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں۔ اور یہ خود میزان ہے۔ اس کے لئے اور میزان درکار نہیں۔ جو شخص قرآن کے لئے کوئی اور برہان تلاش کرے۔ تو وہ خدا اور روز آخرت کا منکر ہے۔ کیونکہ نہ زعامت کی ملت میں ہوتی ہے۔ اور نہ روح کی

روح - اور نہ دلیل کی دلیل - اور نہ ہی معجزے کا معجزہ ہوتا ہے - پس اے طالب صادق تمہیں چاہیے - کہ قرآن مجید کی قید میں اپنی عقل کو مقید کر لو - اور اسی کی میزان میں اپنے علم و عمل کو وزن کرو - اور اسے اپنی عقل کے میزان سے وزن نہ کرو - اور معجزے کے دلائل طلب نہ کرو - کیونکہ تم اسرار خداوندی کے جاننے سے بالکل عاجز ہو اور یہ بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو - کہ تم صاحب معجزہ نہیں ہو - بلکہ ایک عاجز شخص ہو - اور اس کے ادراک سے عاجز ہونے کا نام ہی ادراک ہے - خلاصہ کلام یہ ہے - کہ تمام انبیاء سے بہتر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں - اور تمام معجزات سے بہتر قرآن مجید ہے اس لئے تمہیں ان دونوں کے سوائے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے - اور ظاہر رہے پوشیدہ اللہ پر ہی بھروسہ کرو +

فصل سوم

کرامت کے بیان میں -

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (بیشک ہم نے اولاد آدم کو بزرگی دی ہے) دوسری جگہ فرماتا ہے - اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (بے شک اللہ کے ہاں تم سے زیادہ مرتبہ والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے) +

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے - اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ (مومن کی فراست سے بچو - کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کے نور سے دیکھتا ہے +

واضح رہے - کہ کرامت نبوت کی ایک جزء ہے - مگر اس سے مرتبہ میں کم ہے اور ان دونوں میں ویسا ہی فرق ہے - جیسا کہ ولایت اور نبوت میں ہے - کیونکہ کرامت علامات ولایت سے ہے - اور معجزہ دلائل نبوت سے - اور جیسا کہ جہال سمجھتے ہیں - کرامت یہ نہیں ہے - کہ مسافت کثیر کو زمانۂ قلیل میں طے کر لیا جائے

یا ایک زندہ نفس کو مار دیا جائے۔ یا کسی چیز میں قضا وقدر کے موافق عمل کیا جائے بلکہ کرامت نام ہے اس تاثیر کا جو وہ نفوس جنہوں نے رضاع اصطناع سے طاعت کی گود میں پرورش پائی ہے۔ موجودات خارجیہ میں تبدیل اور تحریک سے یا صُورتوں کو عناصر اور اخلاق خبیثہ کو نفوس سے سلب کرنے سے کرتے ہیں۔ بلکہ اخلاق خبیثہ کو نفوس سے سلب کرنا عناصر کی صُورتوں کو سلب کرنے سے زیادہ اشرف ہے۔ کیونکہ تبدیل وتقلیب پر تو بعض کفار بھی قادر ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض ترک سخت گرمی میں ایک خاص پتھر کو حرکت دینے سے مینہ برسا لیتے ہیں۔ مگر ان جیسے امور کو کرامت سے شمار نہیں کرنا چاہئیے۔ کیونکہ کرامت تو نعمائے الٰہی سے ایک نعمت ہے۔ جو وہ اپنے بعض اولیاء کو بزرگی کے واسطے عنایت کرتا ہے +

سب سے بڑی کرامت یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے۔ اور اُس کی وحدانیت اور رسول کی تصدیق کرے۔ کیونکہ جسے اللہ تعالےٰ کرامت ایمان عطا نہ کرے۔ تو اسے ان کرامتوں میں سے جو اولیاء کو نصیب ہوتی ہیں۔ اور کوئی کرامت عطا نہ ہوگی۔ کرامت کے مستحق اولیا اللہ ہی ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں۔ جو اُٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے خدا تعالےٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اس کے اوامر میں سے کسی امر میں سُستی نہیں کرتے اور رات ودن اُس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ اور ذرا بھی ملول نہیں ہوتے۔ پس حقیقت کرامت یہ ہے۔ کہ کلمۃ اللہ سے نفس مطہر اور قلب صافی کو ولایت کی تہذیب اور ہدایت کی تادیب سے نور عنایت نصیب ہو۔ اور وہ نفس اور دِل جہالت اور حرص وشرک ونفاق کی قیود سے پاک وصاف ہوجائے اور اخلاق خبیثہ اور رذائل بشریہ اس سے زائل ہوجائیں۔ اور تلبیس شیطانی اس میں کارگر نہ ہوسکے۔ پس جب نفس ان فضائح اور قبائح سے خلاصی پائیگا تو اسوقت بدن کے علاقے منقطع ہوجائینگے۔ اور وہ نفس لطیف ہونے کے باعث علائق اجسام سے بلند ہوجائیگا۔ اور اس کے اور اس کے اصل کے درمیان سے پردے اُٹھ جائینگے۔ کیونکہ یہ نفس اس جسم میں ایک مسافر کی مانند مہمان تھا۔ اور اجسام سے اس کا اتصال محض تحصیل کمال کے لئے تھا۔ اگر یہ نفس عالم اجسام میں منہمک ہوگیا۔ اور اس نے اپنے اصل کی

طرف رجوع نہ کیا - تو وہ ناقص رہ جائیگا - اور اگر وہ ریاضتِ شدیدہ کے ذریعہ فضول لذات سے علیحدہ رہا - اور شریعتِ غرا کی متابعت اور طریقِ مستقیمہ پر استقامت کرنے سے شہوات کی جڑھوں کو اکھیڑ دیا - تب وہ اپنے اصلی عالم سے قریب ہو جائیگا - اور اپنا خاص کمال حاصل کر لیگا - اور اپنی قوت سے اپنے عالم کے اسرار مکنونہ کو قبول کرنے کے لئے مستعد ہو جائیگا اور چونکہ اللہ تعالٰے کریم ہیں - نیکو کاروں کی محنت ضائع نہیں کرتے - اسلئے وہ اس نفس پر بھی انوارِ ملکوت سے ایک نور جو اس کے قابل و لائق ہوتا ہے - فائض کرتے ہیں - حتٰی کہ وہ اس نور کے ذریعے امور خفیہ اور قضایائے مستورہ پر مطلع ہو جاتا ہے - خواہ وہ گذر گئے ہوں - یا آیندہ آنے والے ہوں - اور یہ مرئیات اُس کے آئینہ خیال میں منتقش ہو جاتی ہیں - اور فکر صافی انہیں ان کے معادن سے نکال لیتا ہے - اور ان کی طرف قولِ صواب سے اشارہ کر کے آئندہ اور گذشتہ واقعات کی خبر دیتا ہے - اور اپنے سے کم مرتبہ نفوس میں تصرف کرتا ہے - کیونکہ وہ نفوس ارادہ صادق اور ہمت صافی کے باعث اس سے استفادہ طلب کرتے ہیں - جیسا کہ مشائخ رحمہم اللہ اپنے ان صادق مریدوں کے ساتھ جو ان کی ادائیگی خدمت پر مداومت کرنے والے ہوتے ہیں - کیا کرتے ہیں *

کرامت کا اصل اصول یہ ہے - کہ صاحب کرامت اپنی کرامت کیطرف متوجہ نہ ہو - اور نہ ہی اسکو بیان کرے - بلکہ اس سے اعراض کرے - اور اس کو اپنے مرتبہ کا کمال نہ سمجھ لے - حالانکہ کرامتیں اس پر سمندر کی موجوں کی طرح لہرا رہی ہوں - اگر یہ ولی ایسے کام کریں - جو انسانوں سے صادر نہیں ہوتے - مثلاً کھانا وغیرہ نہ کھائیں - تو اُنہیں کاذب نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ یہ تمام تصرفات بدنیہ لوازمِ حیات سے ہیں - نفس ان سے منزہ و مبرا ہے - البتہ جب تک یہ نفس ضعیف رہتا ہے - اس وقت تک اس پر روح حیوانی غالب رہتا ہے - مگر جب وہ کامل ہو جاتا ہے - تو وہ روح حیوانی کے پنجہ سے رہائی پا لیتا ہے - اور اس کی قید سے خلاص ہو جاتا ہے - اور پھر وہ اس میں جسطرح چاہتا ہے - تصرف کرتا ہے - چنانچہ بعض وقت چالیس چالیس دن تک اسے کھانا کھانے سے روکتا ہے - اور نفس کا نفسانی

مشقتوں سے بری ہو جانا ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ اور یہ وہ بزرگی ہے جس کی بابت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ (ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا کی) اور اس کے متعلق ایک طول طویل بحث ہے۔ ظاہراً تو یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے۔ کہ یہ کرامت روح اور نطق اور وجود ہے۔ جس میں سب آدمی شریک ہیں۔ اور حقیقت میں اس کرامت سے اس نسبت حقیقی کی تصحیح مراد ہے جس کا نام آدمیت ہے۔ اور جس کے سبب سے آدم آدم تھے۔ اور وہی زمین قالب میں خلیفۃ اللہ تھے۔ پس اس اعتبار سے بھی آدم کا اطلاق تمام آدمیوں پر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسی پر ہو سکتا ہے جس میں نہ آدمیت موجود ہو۔ اور اس سے مراد وہ باتیں ہیں جو حضرت آدم میں تھیں یعنی برگزیدگی۔ خوف۔ ذلت پر رونا۔ اللہ سے ڈرنا۔ اُس کی طرف رجوع کرنا۔ اس سے اُسی کی طرف بھاگنا۔ زبان کو جھوٹ سے بچانا۔ اور حق کو باطل پر ترجیح دینا۔ انہی باتوں سے انسان میں حقائق عقل اور لواحق نفس ناطقہ اور اخلاق نفس مطمئنہ موجود ہوتے ہیں۔ اور جس میں یہ باتیں پائی جائیں۔ وہی حقیقی آدمی ہے۔ اور جس میں ان لطائف میں سے کچھ بھی نہ پایا جائے۔ تو وہ درحقیقت شیطان ہے۔ اگرچہ ظاہر میں انسان دکھائی دیتا ہے۔ انہی کی بابت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۔ دُوسری جگہ فرماتا ہے۔ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ ۔ اللہ تعالےٰ نے ان کلمات میں اس بات کی تصریح کی ہے۔ کہ بعض اشخاص چار پایوں کے شمار میں ہوتے ہیں۔ ان آدم کی اصلی تکریم کا باعث اُنکے ظاہری آنکھ کان کے سوا باطنی آنکھ کان بھی تھے۔ جن سے انہوں نے خدا تعالےٰ کے کلام کو سنا۔ اور اس کے جمال کا مشاہدہ کیا۔ پس ان کی اولاد بھی درحقیقت وہی لوگ ہیں جن میں ان جیسے کان اور آنکھ پائے جائیں۔ یہ دونوں یعنی باطنی آنکھ اور کان نفس مطمئنہ کے جز ہیں۔ جس انسان میں نفس مطمئنہ پایا جائیگا۔ اس کے کان اور آنکھیں کھلی ہونگی۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اسی نسبت سے تکریم کے ساتھ مکرم ہوگا۔ نیز دوسرے اشخاص میں موجود نہ ہوگی۔ اور اس کریم سے بہت سی کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ جیسے بدن کے بوجھ کا ہلکا ہونا۔ جوہر کی خواہش دل کی کدورت سے پاک ہونا موجودات کی غلامی سے آزاد ہونا۔ قدم صدق کے ساتھ خوف اور شریعت کی متابعت

کرنا ۔ اور علم حق وعمل شرعی کے ساتھ آئینہ قلبی کو صاف کرنا ۔
جس وقت قلب وحشت اور جفا کی کدورت سے پاک وصاف ہو جاتا ہے ۔ تو اللہ تعالےٰ اس قلب اور عالم ملکوت کے درمیان سے حجاب اُٹھا دیتا ہے ۔ تاکہ یہ قلب علم غیب کے حقائق کو دیکھ لے ۔ اور نفس کُلّی اور کلمۃ اللہ سے بغیر کتسبیہ علوم حاصل کرے ۔ کیونکہ تمام اشیا لوح محفوظ میں موجود و مکتوب ہیں ۔ دل ان کو پڑھکر بغیر غلطی اور خطا کے بیان کرتا ہے اور یہی حقیقی اور ظاہر کرامت ہے ۔ اور یہی وہ کرامت ہے ۔ کہ جب قوی ہو جاتی ہے ۔ تو ولی اُس کا نُور اپنے تمام حواس میں محسوس کرتا ہے ۔ اور بہت فاصلے سے کلام سُن لیتا ہے ۔ اور دُور دراز کی چیزیں دیکھتا ہے ۔ اور تھوڑی سی مدت میں مسافت بعیدہ طے کر لیتا ہے ۔ اور اللہ تعالےٰ کے اولیائے کاملین سے ہوجاتا ہے ۔ اور نوافل وفرائض کی ادائیگی سے خدا تعالےٰ کا ایسا مقرب بنجاتا ہے ۔ کہ اللہ تعالےٰ اس کے کان ہاتھ اور آنکھیں بن جاتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے ۔ پھر اللہ تعالےٰ اُس کی آنکھ کو رویت کرامت کے باعث عُجب اور خود بینی سے اندھا کر دیتا ہے ۔ تاکہ اس کے اقوال واحوال میں تغیر نہ آجائے ۔ اور باب ولائیت میں ہم اس مسئلہ کو مفصل بیان کرینگے ۔
اے طالب تجھے واضح رہے ۔ کہ کرامت کے معنے یہ ہیں ۔ کہ نفس ناطقہ اس عالم سے عالم غیب کی طرف رجوع کرے ۔ اور نور عنائیت کو قبول کر کے تمام عالم کے حالات گذشتہ اور آئندہ سے واقف ہو جائے ۔ کیونکہ نفس جب تک بدن کے زیر تصرف رہتا ہے ۔ اُسے زیادہ چیزیں دکھائی نہیں دیتیں ۔ مگر جب وہ جسم کی پستی سے بلند ہوتا ہے ۔ تو اللہ تعالےٰ اپنے نور جلال کے سُرمہ سے اُس کی بینائی منور کرتا ہے ۔ جس سے وہ امور خفیہ کو دیکھتا ہے ۔ اور جب دل ناظر و مُبصر ہو جاتا ہے ۔ تو آسمان وزمین کی کوئی چیز بھی اس پر پوشیدہ نہیں رہتی ۔ الغرض صاحب کرامت نام ہے اُس صاحب فراست کا ۔ جس کے تمام قواہی کو اللہ تعالےٰ سلب کر کے اپنے نور سے قوائے غیبیہ عطا فرماتا ہے ۔ حتّٰی کہ وہ بندہ سب کا سب خدا تعالےٰ کے لئے ہوجاتا ہے ۔ غیر کا اس میں کچھ حصہ نہیں رہتا ۔ پس اے طالب! یہ خیال نہ کر نیوالا کہ کرامت مقبولہ اتباع شریعت اور ایمان کے بغیر حاصل ہو سکتی

چنانچہ بعض مشائخ لکھتے ہیں۔ کہ اولیاء اللہ کسی شخص کے ہوا میں اڑنے کو کرامت
قبول نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے معاملے کو دیکھتے ہیں۔ اگر وہ شریعت کے مطابق مستقیم
پر چل رہا ہو۔ تو وہ کرامت اس سے قبول کر لیتے ہیں۔ ورنہ نہیں۔ کیونکہ کرامات
شیطانی بھی ہوا کرتی ہیں۔ اس لئے کہ جب نفس پاک ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ
اُسے کرامت عنایت کرتا ہے۔ اور جب خبیث ہو جاتا ہے۔ تب شیطان اُسے
اپنا کرشمہ عطا کرتا ہے۔ اور وہ اس کے ذریعہ سے جو چاہتا ہے۔ کرتا ہے۔
چنانچہ ہم نے بارہا سُنا ہے۔ کہ عوام کفار اور راہبوں کی اعجوبہ باتوں کو بطور کرامات
نقل کرتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے مشرک اور وہ لوگ دیکھے گئے ہیں جن کے
لئے ان کے پروردگار کے ہاں قدم راستی نہیں ہے۔ کہ وہ جس طرح کہتے ہیں۔
اُسی طرح ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات لوگوں کی دلی باتوں کی بھی خبر دے دیتے ہیں۔
اور ان پر اعتماد ممکن ہے۔ کیونکہ بعض دفعہ تو وہ بات اتفاقیہ ہو جاتی ہے۔ اور
بعض وقت اس کا باعث شیطانی القاء ہوتا ہے۔ کیونکہ شیطانی نفوس بھی عالم میں
اس طرح جاری ہیں۔ جیسے نفوس ملکیہ جاری و ساری ہیں۔ اور وہ آسمان سے
کبھی ملکوت اعلےٰ کی باتیں سُن آتے ہیں۔ مگر وہ اکثر جھوٹ باتیں بھی بتلا دیا کرتے
ہیں۔ پس اگر تم ایسے شخص کو دیکھو جس نے فضولیات سے اعراض کر لیا ہو۔
اور شریعت غرا کے صراطِ مستقیم پر پوری طرح سے قائم ہو۔ اور تصانیف شیطانی
اور فضول کبھی اُس نے کلیتہً ترک کر دیئے ہوں۔ اور ہر وقت دعا اور ذکر میں
مشغول رہتا ہو۔ اور پھر ایسے شخص سے کوئی کرامت ظاہر ہو۔ اور [illegible] اس پر نور
غیب کی روشنی دکھائی دے۔ تو اس کی فوراً تصدیق کرو۔ اور اس کے امر کی اطاعت
کرو۔ اور اگر کسی ایسے مدعی کو دیکھو۔ جو شریعت کے راستے پر نہ چلتا ہو۔ تو اس
سے اعراض کرو۔ اور اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ اور اُسے ترک کر دو۔ اور
سمجھ لو کہ وہ مجسم شیطان ہے۔ مگر خبردار تحقیق کرامت سے کبھی غافل نہ ہونا۔
کیونکہ حقیقت کرامت اُس کے صاحب کے نور سے معلوم ہو جاتی ہے۔
جیسے کہ ہم نے فراست میں بیان کیا ہے۔ اور اہل کرامت کی کرامت کو قبول کرو۔
اہل کرامت کی یہی علامات ہیں۔ جو قابل بیان ہیں۔ سِیمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم
مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ۔ الغرض اہل کرامت وہ ہیں۔ کہ جب تو انہیں دیکھے۔ تو
خدا تعالےٰ یاد آ جائے۔ اور اُن کی صحبت پروردگار کی یاد کو تازہ کرے۔

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ الَّذِينَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○

باب چہارم

رویا کے بیان میں اور اسمیں چار فصلیں ہیں

فصل اوّل

رویا کی ماہیت اور اُس کی حقیقت کے بیان میں

اے طالب صادق! تمہیں یہ بات معلوم ہے۔ کہ نفس ناطقہ اس عالم میں بمنزلہ مسافر کے ہے۔ اور اُس نے حکم الٰہی کے موافق ملکوت سے بدن کے اندر ہجرت کی ہے۔ مگر اس کا میلان اپنے مرکز کی طرف ہی ہے۔ اور ہر وقت اسی کا شائق رہتا ہے۔ اور اسی عالم کی طرف اُس کی زیادہ توجہ ہے۔ مگر کیا کرے حکم الٰہی سے مجبور ہے۔ اور اُس کے احکام کی قید میں مقید ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ اُسکے اِس قید سے رہائی دے۔ تو یہ فوراً اِس مکدر مقام سے عالم بالا کیطرف رجوع کر جائے۔ اور اپنے اس بدن سے ایسا نا آشنا ہو جائے۔ کہ گویا کبھی اس میں آیا ہی نہ تھا۔ پھر یہ نفس اگر اس منزل بدنی میں اپنے جوہر کی ویسی ہی صفائی کے ساتھ رہے۔ جیسے کہ پہلے تھا۔ تو ضرور اسے اپنے اصلی مقام کی ہوا لگتی رہتی ہے۔ اور بیداری یا خواب میں وہاں کی خبروں کے ورود کا منتظر رہتا ہے۔ جیسے کہ وہ مسافر جو اپنے اہل و وطن سے دُور پڑا ہو۔ اپنے وطن کی خبروں کے سُننے کا شائق رہتا ہے۔ اور مسافروں سے اپنے وطن کی خبریں دریافت کرتا ہے۔ اگر اچھی خبر سُنتا ہے۔ تو خوش ہوتا ہے۔ اور اگر بُری خبر سُن پاتا ہے۔ تو غمگین ہو جاتا ہے۔ اور اپنے عزیزوں کی خبر سے بڑھکر اور کوئی خبر اُسے خوش کرنے والی نہیں ہوتی۔ اِسی طرح یہ نفس بھی اس تنگ و تار قید خانہ میں پڑا ہر وقت اپنے وطن کی طرف دیکھتا رہتا ہے۔ اور اپنے

شہر کی خبر سننے کے لئے دروازوں پر جاتا ہے۔ اور یہ دروازے بیداری میں تو حواس ہیں۔ اور خواب میں وہم وخیال۔ اگر اس کی قوت صاف اور کامل ہوتی ہے۔ تب تو اسے مصرِ غیب سے اپنے حبیب یوسف کی خوشبو پہنچ جاتی ہے۔ پیشتر اس کے کہ کاروانِ خیال اس کے دماغ تک قمیص کی خوشبو پہنچائے۔ جیسے کہ یعقوب علیہ السلام کا حال تھا۔ کہ انکی محبت نہائیت درست اور نفس حاضر اور ہمت مجتمع تھی۔ اسلئے ابھی قمیص زیادہ دُور نہیں آئی تھی۔ کہ انہوں نے اُس کی خوشبو سونگھ لی تھی۔ اور فرمایا تھا۔ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ ۔ مگر چونکہ نکے اقارب اپنے احوال میں مشغول اور بدنی بلاؤں میں پھنسے ہوئے تھے۔ اسلئے انہوں نے اس کی خوشبو نہ سونگھی +

الغرض نفس جب درست ہوتا ہے۔ اور اس کی صفائی کامل ہوتی ہے۔ اور ذات تام ہوتی ہے۔ تو اس وقت ادراک غیب میں اسے نیند کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بلکہ بیداری میں ہی اپنے مرکز کی طرف ملتفت ہوتا ہے۔ اور جو کچھ طلب کرتا ہے۔ پالیتا ہے۔ اور یہ کاملترین حالات سے ہے۔ اور اگر قوت وکمال میں اس سے کم ہوتا ہے۔ تو بیداری میں حرکات حواس اسے مشغول رکھتے ہیں۔ مگر جب سوتا ہے۔ تو اسوقت فضول وزوائد سے نجات پالیتا ہے۔ اور صفائی جوہر کے باعث اپنے اصل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور وہاں سے لطائف اخبار اور معانی اسرار حاصل کرتا ہے۔ پھر اگر وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرح ہوتا ہے۔ تو اس پر احوالِ غیب پوشیدہ نہیں ہوتے۔ بلکہ انہیں نہائیت صحت اور درستی کے ساتھ دیکھتا ہے۔ مگر اگر اس کی حالت ان کے اقارب کی طرح ہوتی ہے۔ اور اس کا ادراک ضعیف وکمزور ہوتا ہے۔ تو عالم قدس کی اشیاء حجاب طبیعت سے مستور ہو جاتی ہیں۔ مگر ان دونوں حالتوں کا نام رویا ہے +

مذکورہ بالا بیان سے یہ واضح ہو گیا۔ کہ رویا کی حقیقت یہ ہے۔ کہ نفس انسانی نیند کی حالت میں جب کہ اشغال حواس سے فراغت حاصل ہو۔ کسی بات کا مشاہدہ کرے۔ خواب بیداری کی ضد ہے۔ اور خواب یہ ہے۔ کہ تھوڑی سی دیر کے لئے حواس وحرکات ساکن ہو جائیں۔ یا یوں سمجھو۔ کہ خواب چھوٹی موت کا نام ہے۔ اور موت ایک لمبی اور طویل خواب ہے۔ نفس کو جو کچھ خواب میں نظر آتا ہے۔ وہ اس کے خلاف ہوتا ہے۔ جو اسے بیداری میں نظر آتا

ہے۔ کیونکہ بیداری میں رویتِ حواس ہوتی ہے۔ جو رویتِ نفس سے گھٹیا ہے۔ کیونکہ حس تو صرف اشکال والوں کو ہی دیکھتی ہے۔ مگر نفس اشیاء کی حقائق کو دیکھتا ہے۔ مگر جب اسپر خیال غالب ہو تب رویتِ نفس میں ضعف آجاتا ہے۔ البتہ نفس سلیمہ ان آفات سے محفوظ رہتا ہے۔ بہرحال خواب ایک شریف حالت ہے۔ کیونکہ عالم کی نیند جاہل کی بیداری سے بہتر ہے۔ جیسے کہ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا +

فصل دوم

مراتبِ رؤیا کے بیان میں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ "رویا تین قسم کے ہیں ایک رویا خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ اور ایک نفس کی طرف سے۔ اور ایک شیطان کی طرف سے"۔

یہ بھی معلوم رہے۔ کہ کلماتِ نبوت معانی کے خزانے اور حکمت کے سرچشمے ہیں۔ اور حکمائے متقدمین کی تمام بحثیں شارع علیہ السلام نے اِن تینوں کلمات میں جو زبان پر ہلکے۔ اور میزان میں ثقیل ہیں۔ ختم کر دی ہیں۔ کیونکہ انسان نام ہے نفسِ ناطقہ۔ نفسِ لوامہ اور نفسِ امارہ کے مجموعہ کا۔ اور شیطان نفسِ امارہ میں تصرف کرتا ہے۔ اور وہ اس کا شاگرد ہے۔ اور نفسِ لوامہ امور طبعیہ میں تصرف کرتا ہے۔ اور خیال منجملہ اس کے وکلاء کے ہے۔ اور نفسِ ناطقہ یہی نفسِ مطمئنہ ہی ہے۔ جو بدن اور اس کے تمام قوائے کا مدبر ہے۔ اور عقلِ صافی اس کی امیر اور استاد ہے۔ اور پھر یہ سب پروردگار کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے۔ ان میں تصرف کرتا ہے۔ پس سب کا اصل نفسِ ناطقہ ہی ہے۔ اور باقی دونوں اس سے کم رتبہ ہیں۔ اور بقاء و ادراک میں بھی اس سے کم ہیں۔ اور یہ دونوں نفس یعنی لوامہ و امارہ اس سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں پھر اگر اس کشتی میں نفسِ مطمئنہ غالب آ جاتا ہے۔ تو وہ خیال اور طبیعت کے حجابات کو پھاڑ کر اپنے عالمِ انوار سے جا ملتا ہے۔ اور اگر اس کی کمزوری کے

باعث وہ دونوں اس پر غالب آجاتے ہیں ۔ تو پھر نفس لوامہ اور نفس امارہ میں جنگ شروع ہو جاتی ہے ۔ اور اسمیں اگر نفس لوامہ غالب ہو جاتا ہے ۔ تب تو وہ رویا کو خیالات کے ساتھ ملا ہوا دیکھتا ہے ۔ اور اسوقت کسی ایسے عقلمند اور حاذق کی ضرورت پڑتی ہے ۔ جو اس تخیل کے حجاب کو اٹھا دے ۔ اور تفکر کی طرف سے بھی ایک وکیل کی ضرورت پڑتی ہے ۔ جو اچھے بُرے اور سچے جھوٹے میں فرق کر دے ۔ اور بعد ازاں ایک ایسے مدبّر کی ضرورت ہوتی ہے ۔ جو اسے نفس ناطقہ تک پہنچا دے ۔ اور یہ قوت ذہنی ہے ۔ جو اس سے اسباب کو قبول کر لیتی ہے جو قبول کرنے کے لائق ہوتا ہے ۔ اور باقی کو عقل کے سامنے پیش کرتا ہے ۔ مگر وہ اس کے سمجھنے سے قاصر رہتی ہے ۔ اور اس کا باعث یہ ہے ۔ کہ جو چیز خیال کے آئینہ میں نظر آئی ۔ وہ عقل کے ادراک سے بہت دور تھی ۔ اسلئے عقل اس کو حواس کے سپرد کرتی ہے ۔ مگر جب حواس اسپر متوجہ ہوتے ہیں ۔ تو ایسے بہت سے اشکال والوان میں مستور پاتے ہیں ۔ جن سے بعض اچھے ہوتے ہیں ۔ اور بعض ردی ۔ پس اسوقت تجربہ کار معبّر کی ضرورت پڑتی ہے ۔ جو اس بات کی طاقت رکھتا ہو ۔ کہ اس چیز کی تولیف میں جسپر خیال کا غلبہ ہے ۔ ایک اچھے اور عمدہ طریقہ سے گھٹا بڑھا کر وقت اور شہر اور زمانہ و مزاج کی رعائت رکھکر تعبیر بیان کرے ۔ اس کے علاوہ اور باتیں بھی ہیں ۔ جو کتب طب میں مفصلاً مذکور ہیں +

اور اگر نفس لوامہ پر نفس امارہ غالب ہو گیا ۔ تو اس صورت میں کوئی رویا حاصل نہ ہو گا ۔ کیونکہ شیطان مردود اسپر قابض ہو گیا ہے ۔ اور اسمیں ایسا تصرف کر رہا ہے جیسے امیر اپنے خزانہ میں کیا کرتا ہے ۔ ایسے وقت میں بدخوابی کے سوا اور کوئی خواب دکھائی نہیں دیتا ۔ جو کام دن میں کرتا ہے ۔ وہی رات کو خواب میں دکھائی دیتے ہیں اور بالیسی باتیں دکھائی دیتی ہیں ۔ جنکا اعیان اور اذہان صافیہ میں وجود تک بھی نہیں ۔ بلکہ شیطان اسے عجیب غریب اور جھوٹے خواب دکھلا کر اس سے تمسخر کرتا ہے ۔ ایسے خوابوں کے لئے تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ کیونکہ وہ بالکل لغو اور بعید از حق خواب ہوتے ہیں ۔ اور یہ اس خواب کے مقابل ہیں ۔ جو نفس طاہرہ سے صادر ہوتا ہے ۔ یعنی وہ انتہائے کمال میں ہے ۔ اور یہ انتہائے نقص میں +

الغرض خواب کی تین اقسام ہیں ۔ ایک تو خواب شیطانی جو خواہش کے غلبہ اور اخلاق خبیثہ کے مزاج پر غالب ہونے اور سونے والے کے عبادت و طہارت

پابند نہ ہونے سے پیدا ہوتا ہے +

اور دوسرا انسانی نفس کا خواب ہے۔ اس میں زیادہ حصہ خیال کا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی عقل کی کم التفاتی اور قلب کی کمزوری سے یعنی خرافات اور محسوسات میں مشغول رہنے سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی اس کو دیکھنے والا اس بات کی قدرت نہیں رکھتا۔ کہ وہ اپنے دیکھے ہوئے کو بجنسہ بیان کرے۔ بلکہ اکثر واقعات اور الفاظ کو بدل دیتا ہے۔ اور اس تبدیلی کا باعث اس کے عقل اور قلب کی کمزوری ہے +

تیسرا خواب نفس ناطقہ کا ہے۔ اس میں خیال کی طرف سے کوئی ملاوٹ نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی شیطان کی طرف سے کوئی اختلاط ہوتا ہے۔ اسلئے اس میں جو بات نظر آتی ہے۔ وہ بالکل درست ہوتی ہے۔ اور یہ گویا غیب کی خبر ہے۔ جو بواسطہ نیند ظاہر ہوئی ہے۔ اور یہ خواب کا سب سے اعلےٰ رُتبہ ہے +

مذکورہ بالا تینوں قسموں میں سے صرف وہ خواب قابلِ تعبیر ہوتی ہے۔ جسمیں خیال نے تصرف کیا ہوتا ہے۔ اور جو خواب شیطانی ہوتی ہے۔ وہ اپنے کذب کے باعث مقبول نہیں ہوتی۔ بلکہ محض لغو اور جھوٹی ہوتی ہے۔ مگر جو خواب سچا ہوتا ہے۔ وہ اپنے صدق کے باعث مقبول ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اُس کی مدح فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (مومنوں کے لئے دُنیا کی زندگی اور آخرت میں بشارت ہے) تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔ کہ دُنیاوی بشارت سے مراد سچا خواب ہے۔ اور آخرت کی بشارت سے مراد رؤیت حق ہے۔ الغرض تمام خواب جنکا ہم نے بیان کیا ہے۔ تین قسم کے ہی ہیں۔ ایک تو وہ جو حضرتِ حق کی تائید سے پیدا ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو تخیل نفس سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور تیسرا وہ پراگندہ خواب جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ ان میں سے پہلی قسم کی بنہائیت ظاہر و واضح ہونے کے باعث۔ اور تیسری قسم کی بالکل لغو اور بیہودہ ہونے کے باعث تعبیر کی ضرورت نہیں پڑتی۔ مگر جو تخیل نفس سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ چونکہ عقلی اور خیال سے مرکب ہوتی ہے۔ اسلئے اس میں معبّر کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو تصرف خیال کو دُور کر کے اصلی اور حقیقی بات کو ظاہر کر دے +

لغو اور بیہودہ خواب اکثر جنون اور نشہ کے باعث دکھائی دیتے ہیں۔ اور

مثل فرمنہ اور امراض فاسدہ اور امراض حادّہ مثل سرسام ۔ خناق اور خفقان
وغیرہ کے غلبہ سے بھی پیدا ہوتے ہیں ۔ اور وہ خواب جو تخییل نفس سے
پیدا ہوتا ہے ۔ وہ اکثر خوف و رجا اور غلبۂ عشق اور بعض اوقات خوشی کی
اور سختی مشقت کے وقت دکھائی دیتا ہے ۔ اس قسم کے خوابوں میں اکثر
اچھے مقامات اور عمدہ رنگ اور اچھی شکلیں اور پاکیزہ جگہیں دکھائی دیتی
ہیں ۔ اور شیطانی خوابوں میں عفونات و قاذورات اور سانپ بچھو وغیرہ
موذی اشیا نظر آتی ہیں ۔ اور بعض اوقات فاسد مزاج والی اشیا جیسے شیاطین
جنات اور گدھ وغیرہ نظر آتی ہیں ۔ ایسے خوابوں کا علاج فصد اور مسہل سے
کرنا چاہیئے ۔ اور دماغ کو روغن بادام وغیرہ مقوی روغنوں سے تر رکھنا چاہیئے
اور فضول مادے کو دور کرنا چاہیئے ۔ تاکہ ان آفات سے نجات ہو ۔ اور
وہ خواب جو جانب الٰہی سے پیدا ہوتا ہے ۔ وہ ایسے نفوس کو دکھائی دیتا ہے
جو اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ سے مزین ہو کر معرفت الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں
اور تقویٰ سے [illegible] عمل کر کے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ [illegible] کی طرف متوجہ ہوتے
ہیں ۔ اور باطہارت ہو کے اور خواب کے غلبہ تک ذکر الٰہی میں مشغول رہتے
ہیں ۔ پس جب وہ ایسی حالت میں سو جاتے ہیں ۔ تو طرق اثیر تربیت سے [illegible]
ہو کر ملکوت تک جا پہنچتے ہیں ۔ اور نیک خواب دیکھتے ہیں ۔ اور اکثر اوقات [illegible]
نہروں اور جنات کو دیکھتے ہیں ۔ اور بعض اوقات وہ اس سے بھی ترقی کر جاتے
ہیں ۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے اور ان سے ہمکلام ہوتے ہیں ۔
اور بعض اوقات یہاں تک ترقی کر جاتے ہیں ۔ کہ اللہ تعالیٰ کو بلا مثال [illegible]
دیکھتے ہیں ۔ یہ خواب دنیا و ما فیہا سب سے بہتر ہے ۔ اور میں نے بھی یہ خواب
دیکھا ہے ۔ اور اس خواب کی تین قسمیں ہیں ۔ سب سے اعلیٰ تو وہ خواب ہوتا
ہے ۔ جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا دیدار ہوتا ہے ۔ جیسا میں نے بھی دیکھا
ہے ۔ اور اس کے بعد کا مرتبہ یہ ہے کہ نبی یا مرسل کو دیکھے ۔ میں نے
نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کئی بار دیکھا ہے ۔ اور اس سے کم مرتبہ یہ ہے ۔ کہ اولیاء
اور صالحین کو دیکھے ۔ اور اس کا تو مجھے بارہا اتفاق ہوا ہے ۔

جب کسی شخص کا مزاج فاسد ہو جاتا ہے ۔ تو اس کو [illegible]
دیتے ہیں ۔ اور ایسا اتفاق اکثر ہر شخص کو ہوتا ہے ۔ اور جب [illegible] کا غلبہ

ہوتا ہے - تو اسوقت یہ بدخوابیاں زیادہ ہوجاتی ہیں - اور بعض وقت یہ بدخوابی دیکھنے والے کی روح کے لئے ایک طرح کا عذاب ہوجاتی ہے جبکہ اُس کی رُوح گناہوں میں مستغرق ہوکر اللہ تعالےٰ سے اعراض کرلیتی ہے - اور بعض کھانے پینے کے فساد سے بھی یہ بدخوابی پیدا ہوتی ہے - اور بعض اوقات گناہوں کے مُرتکب ہونے سے پیدا ہوتی ہے - کیونکہ گناہوں سے قساوت قلبی پیدا ہوتی ہے - اور سیاہ دل خدائے تبارک وتعالےٰ سے دُور اور شیطان سے قریب ہوتا ہے ۔

نیک خواب کے بہت سے اسباب ہیں - (جو شخص ان کو بجا لائے - اس کو نیک خواب دکھائی دیتے ہیں) منجملہ ازیں غذا کم کھانا - اچھی غذا کھانا - مزاج کو اعتدال پر قائم رکھنا - اور عبادت پر مواظبت کرنا ہے - کیونکہ ہمیشگی عبادت دل کو نرم کرتی ہے - اور نرم دل شیطان سے دُور اور خدا تعالےٰ کے نزدیک ہوتا ہے - نیک خواب اجزاءِ نبوت میں سے ایک جُز ہیں - چنانچہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے " کہ نیک خواب نبوّت کے چھیالیس حصّوں میں سے ایک حِصّہ ہے "۔

یہ حدیث بڑی صحیح اور درست اسنادوں کے ساتھ بڑے بڑے مشاہیر نے روایت کی ہے - اور مجھے اِس حدیث کی حقیقت اور نبوّت کو چھیالیس حِصّوں پر منقسم کرنے کی ماہیت کئی وجوہ سے معلوم ہے - مگر یہاں صرف ایک وجہ بیان کرتا ہوں - اور وہ یہ ہے - کہ نبوت ایک ایسی قوتِ الٰہیہ ہے جو بہت سے اخلاقِ حسنہ اور حالاتِ مقدسہ پر مشتمل ہے - اور درحقیقت یہ اخلاق اور احوال آسمانی تاثیر سے حاصل ہوتے ہیں - اور نبی اگر عالم کا ایک جزو دکھائی دیتا ہے - مگر درحقیقت وہ کُل عالم ہے - کیونکہ تمام عالم کی مصلحتیں نورِ نبوّت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں - پس شارع علیہ السّلام نے جو نبوت کے چھیالیس حصّے فرمائے ہیں - تو اس کا سبب یہ ہے - کہ یہ عدد کلیاتِ عالم سے مناسبت رکھتا ہے - چنانچہ آفتاب کے بارہ بُرج ہیں - اور چاند کی اٹھائیس منزلیں ہیں - اور دنیا کی چھ جہات ہیں - تو گویا عالم اعلےٰ و اسفل کی تمام جہات اجزاءِ نبوت میں موضوع ہیں - اور اگر بطریق تحقیق لیا جائے - تو اس میں شک نہیں - کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سب سے بڑھکر فیق تھے

اور مجمل طور پر اخلاق کی چالیس اقسام ہیں۔ اور سب اخلاق ہیں سے اعلیٰ اور چیدہ چھ اخلاق ہیں۔ پس یہ سب نبوت کے چھیالیس حصے ہوئے۔ یہ نبوت کے اجزاء انہی چھیالیس میں منحصر نہیں۔ بلکہ اس کے اور بھی اجزاء ہیں۔ کیونکہ یہ چھیالیس حصے تو طبعی ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور بھی اجزاء ہیں۔ جن سے بعض قدسی ہیں اور بعض ربانی۔ جنکی شرح اس مختصر میں نہیں سما سکتی۔ البتہ ہم نے ارادہ کیا ہے۔ کہ نبوت کے متعلق ایک مستقل رسالہ لکھیں۔ اس میں ان کو شرح و بسط سے بیان کرینگے۔ انشاء اللہ تعالےٰ ✦

وہ رویاء جو مومنوں کے لئے دنیا میں بشارت ہے۔ وہ ہے جو بعض انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل تھی۔ کیونکہ بعض انبیاء ایسے گذرے ہیں۔ کہ اُن کے نفوس حالتِ بیداری میں قبولِ وحی کی پوری قابلیت نہ رکھتے تھے۔ اور ہمارے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدائے وحی بھی خواب سے ہی ہوئی ہے۔ چنانچہ پہلا خواب جس میں حضور پر لطفِ غیبی کا ظہور ہوا تھا۔ وہ تھا جو آپ نے طفولیت میں خدیجہ بنت خویلد کے مکان میں دیکھا تھا جس کی بابت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ ٥ اس میں نفسِ مطمئنہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ایک جگہ نفسِ امارہ سے جو بدخوابی کا محرک ہوتا ہے۔ خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ٥ اور جو خواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا تھا۔ اور خدا تعالےٰ سے اپنے وطن یعنی مکہ شریف میں جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ اُس کو اللہ تعالےٰ نے سچ کیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ٥

اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے بیٹے کے حق میں ایسا ہی سچا خواب دیکھا تھا۔ جس کی نسبت ارشاد فرماتا ہے۔ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ٥

بعض احادیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ جو شخص قاضی بنایا گیا۔ گویا بغیر چھری ذبح کیا گیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ

مِنْ نَفْسِ يَقِيْنٍ ۔ اور یہ کہ حضرت خلیل علیہ السلام کو بیداری میں بتاتا ۔ تو اس میں تبدیلی نہ ہوتی ۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ ۔ اس لئے اللہ تعالے نے انہیں خواب میں حکم فرمایا ۔ تاکہ یہ رؤیا ہو جائے ۔ اور تعبیر کی ضرورت پڑے ۔ اس کے بعد اللہ تعالے فرماتا ہے فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ فَنَادَاهُ اللّٰهُ أَنْ يَّا إِبْرَاهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ۔ چنانچہ پھر اس فعل کی تاویل کی ضرورت ہوئی ۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے ایک دنبہ لے آئے ۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِيْنُ ۔ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۔

پس اے طالب صادق اس بات کو اچھی طرح سے جان لو ۔ کہ تم اس قالب میں سوئے ہوئے ہو ۔ اور تمہاری تمام عمر اس دنیا میں ہی گذرتی ہے ۔ اور تو وہی خوابیں دیکھ رہا ہے ۔ جو نفس جزوی اپنی نیند میں دیکھا کرتا ہے ۔ اور دنیا میں جو کچھ تو دیکھتا ہے ۔ وہ بھی خواب کی طرح تین اقسام پر منقسم ہے ۔ ایک تو تائید الٰہی سے ہوتا ہے ۔ اور وہ علم اور عمل صالح ہے اور دوسرا تخیل نفس سے پیدا ہوتا ہے ۔ اور اس سے مراد وہ تصورات و تصنیفات ہیں ۔ جو خورد ونوش اور عمارات و عیش کے متعلق تیرے دل میں پیدا ہوتے ہیں ۔ اور تیسرا شیطانی علم سے حاصل ہوتا ہے ۔ اور اس سے مراد حرص و امل و لہو ولعب کی باتیں ہیں ۔ پس رویائے صادقہ تو معرفت خداوندی کا نام ہے جس میں قیامت کے دن ذرا بھی تغیر نہ ہوگا ۔ اللہ تعالےٰ اس کی نسبت فرماتا ہے ۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ فَإِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ لَآتٍ ۔

اور وہ خواب جو نفس کی طرف سے پیدا ہوتے ہیں ۔ وہ عبادات اور مصالح دنیوی ہیں ۔ دار آخرت میں انکی تعبیر کی ضرورت پڑے گی ۔ یعنی ان کا بدلہ اور ثواب ملیگا ۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ۔ فَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُوْرًا كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۔

اور وہ خواب جو شیطان کی طرف سے پیدا ہوتا ہے ۔ وہ دنیا کی محبت اور دنیا میں مستغرق ہونا ہے ۔ جس کی آخرت میں کوئی تعبیر نہیں ۔ اور یہ خرافات

اعلام کی طرح ہے ۔ جو آخرت میں اس کے سامنے آئیگی ۔ مطلب
تو اس دنیا میں سوتا ہے ۔ اگرچہ تو جانتا ہے کہ میں جاگتا ہوں ۔ مگر اُخروی
زندگی کے لحاظ سے تو سویا ہوا ہے ۔ اور بیداری وہ حقیقت دل ہے ۔ اور
اس دنیا میں جو کچھ تو دیکھ رہا ہے ۔ وہ سب بمنزلہ خواب ہے جس کے لئے
بقا نہیں ۔ اور تمہیں تنبیہ ہوتی ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بیان کر دیا ۔ اسلئے تو اس پر
مغرور نہ ہو جا ۔ کیونکہ مغرور کا آخرت میں کوئی عذر نہیں سنا جائیگا ۔ جب تو بیدار
ہوگا ۔ خواب کا حال تجھے معلوم ہو جائیگا ۔ اگر اچھا خواب دیکھا تھا ۔
تو پھر وہاں سرور اور خوشی حاصل ہوگی ۔ اور اگر وہ خواب شیطانی تھا ۔ تو وہاں
غم والم نصیب ہوگا ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا
أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۔ پس سب سے اچھا خواب جو اس دنیا میں تو دیکھے
یہ ہے کہ اپنے دل کی آنکھ سے حقیقت الٰہی کا مشاہدہ کرے ۔ اور نور نبوت حاصل
کرے ۔ اور دولت خلافت کو دیکھے ۔ کیونکہ تو جب اس دنیا کے خواب سے بیدار ہوگا
تو اسوقت تمہیں اس خواب کی لذت و سعادت معلوم ہوگی ۔ اور تیرا وہ خواب سچا
ثابت ہوگا ۔ اور تیرا حال ایسا ہوگا ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے ۔ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ
الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا
لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۔

باب پنجم

شریعت کے بیان میں اور اس میں فصلیں ہیں

فصل اول

شریعت اور اسکی حقیقت کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا

ابراهیمرہ

واضح ہو۔ کہ شریعت کے لغوی معنی وسیع اور کشادہ راستے کے ہیں جس میں چلنے والوں سے کسی کو بھی شک نہ ہو۔ اور وہ طریقہ اسلام کا ہے۔ اور یہی وہ ملتِ بیضا ہے۔ جس پر تمام انبیا و مرسلین چلے ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ اور اُس کے بندوں کا درمیانی راستہ ہے جس نے اسے اختیار کیا۔ وہ خدا تک پہنچ گیا۔ اور اُس نے سعادتِ ابدیہ کو حاصل کر لیا۔ اور جو اس سے بھٹک گیا۔ وہ گمراہ ہوا۔ جو رستہ کشادہ اور وسیع ہو۔ اور لوگ اس پر کثرت سے چلیں۔ شارع کہتے ہیں۔ لفظ شریعت اسی شارع سے ہی نکلا ہے۔ اور دونوں کے معنے ایک ہیں۔ مگر فرق اس قدر ہے۔ کہ شارع تو اس وسیع و کشادہ راستے کو کہتے ہیں۔ جو ایک موضع سے دوسرے موضع تک پہنچا دے۔ اور شریعت اس راستے کا نام ہے۔ جو مؤمنین کو اللہ تعالےٰ کی طرف پہنچاتا ہے۔ اور اگر اسے دو مقاموں کے درمیان رکھا جائے۔ تو یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ یہ دُنیا سے آخرت کی طرف لے جانیوالا رستہ ہے۔ اور یا دوزخ و جنت کی درمیانی راہ ہے۔ شریعت سب راستوں سے وسیع رستہ ہے۔ اسمیں صراطِ مستقیم، طریقت، حقیقت، خطِ مستقیم، خطِ استواء، اور تمام خطوط و طرق واقع ہیں۔ اور وہ ان سب پر محیط ہے۔ کیونکہ ہر ایک محدث و مخترع رستہ شریعت سے ہی متفرع ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اصل اور باقی اس کی فروع ہیں +

اس اجمال کی تفصیل اس طرح ہے۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے انہیں تمام مخلوقات سے برگزیدہ کیا۔ اور خلافت و نبوت عطا کی۔ اور حوا سے شادی کر دی۔ تو آپ کے ہاں اولاد ہونی شروع ہوئی۔ اور ان کی بہت کثرت ہو گئی۔ تو ان میں سے ہر ایک نے چاہا۔ کہ اپنی رائے کے مطابق جداگانہ رستہ بنا لے۔ اور اس طرح سے کثرتِ مخالفت پیدا ہو گئی حتیٰ کہ ہابیل نے قابیل کو قتل کر دیا۔ تب اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اُن کی متابعت سے منع فرمایا۔ اور ارشاد کیا۔ کہ اے آدم! تم زمین میں میرے خلیفہ ہو۔ میں اپنے اور تمہارے درمیان ایک راستہ مقرر کرتا ہوں۔ جس کا نام دینِ حق ہے۔ اور شریعت کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے اوامر اور احکام کا مطیع و فرمانبردار ہو جائے۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی اور رب نہیں۔ اور نہ ہی اس کے

سوا کسی اور کا حکم ہے - جب حضرت آدم علیہ السلام نے معلوم کیا - کہ اللہ تعالٰے نے اُنکے واسطے شریعت مقرر کی ہے - اور انہوں نے عرش پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامِ نامی لکھا ہوا دیکھا - تو عرض کیا - کہ الٰہی یہ کس برگزیدہ بندے کا نام ہے - تو ارشاد ہُوا کہ یہ تیری اولاد میں سے ایک شخص ہیں - میں نے اُنہیں سب لوگوں پر شرف و بزرگی عطا کی ہے - اور اپنے کام و رسالت کے ساتھ بزرگی دیکر برگزیدہ کیا ہے - اور یہ آخری دور میں ہونگے - اور نبوت انپر ختم ہو جائے گی - جو شریعت میں نے تمہیں عطا کی ہے - اُنکی بھی یہی شریعت ہوگی - تاکہ دینِ حق میں اول و آخر ہونے کے لحاظ سے کبھی تم کا اختلاف پیدا نہ ہو - پس اسلام کے معنے یہ ہیں - کہ اللہ تعالٰے کے اوامر کی اطاعت کی جائے - اس کی دو طریقیں ہیں - ایک تو ربوبیت کا اقرار اور دوسرے عبودیت پر اصرار - یہی وہ راستہ ہے - جس پر چلنے سے انسان درگاہِ خداوندی تک جا پہنچتا ہے - اور زمین و آسمان کی تمام مصلحتیں اسمیں شامل ہیں - اور اسی میں رحمت کے خزانے اور نجات کی کنجیاں ہیں - اس راہِ شریعت کی حقیقت کسی زمانہ میں مختلف نہیں ہوتی - اور کسی اُمت نے اسکا انکار نہیں کیا - کیونکہ ہر ایک قوم ایسے طریقہ کو چاہتی ہے جس سے اسکی جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت ہو - اور اپنے خونوں اور شرمگاہوں کو وہ اس کے ذریعہ محفوظ رکھیں یہ طریقہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جاری ہے - اور اس میں کسی قسم کا جھگڑا نہیں - لوگوں کی یہی درمیانی موافقت اصلِ شریعت میں موجود ہے - اور شریعت صحیحہ کے یہ معنے ہیں - کہ صانع کا اقرار کیا جائے - اور عبودیت پر قیام کر کے اللہ تعالےٰ کے تمام اوامر و نواہی کی اطاعت کی جائے پس یہ شریعت ایسی ہے - کہ اسمیں کسی کو اختلاف نہیں - اور یہ وہی شریعت ہے - جو اللہ تعالٰے نے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے مقرر کی تھی - جبکہ وہ پیدا کئے گئے - یہی وہ شریعت ہے جس کے سبب قاتل اپنے قتل کرنے پر افسوس کرتا ہے - اور ظالم اپنے ظلم سے پشیمان ہوتا ہے - اسی شریعت سے ملائکہ نے معلوم کیا تھا - کہ اطاعتِ خداوندی تکبر سے بہتر ہے - چونکہ شریعت میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں - یعنی اطاعت کے واسطے رحمت - اور تکبر کے واسطے لعنت - اور بعض اشیاء کی بھلائی اور بعض کی بُرائی بھی اس سے معلوم ہوتی ہے - اس لئے شریعت لوگوں کو انکے بیجا دعووں اور بیہودہ آرزوؤں سے الخ

ہوتی ہے +

جب یہ شریعت اللہ کی جانب سے ظاہر ہوئی۔ تو حضرت شیث بن آدم علیہ السلام باقی اولاد کو اس کی طرف بلانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ پس جس نے ان کی اطاعت کی۔ اس نے نجات پائی۔ اور جس نے نافرمانی کی۔ وہ گمراہ ہوا۔ اسی طرح اللہ تعالے نے حضرت آدم علیہ السلام کو بھی شریعت کا پابند کیا تھا۔ اور فرمایا تھا۔ اگر تمہارا قدم اس سے پھسل گیا۔ تو تم شیطان کے ساتھ زمین سے نیچے ہوگے۔ پس اس حکم کے سننے سے حضرت آدم علیہ السلام نہائیت مطیع و منقاد بن گئے۔ حالانکہ پہلے بالکل آزاد خلیفہ تھے۔ مگر ایک دن جنت میں سیر کر رہے تھے۔ کہ گیہوں کا درخت نظر آیا۔ اسے دیکھکر دل للچایا۔ اور اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور خیال کیا۔ کہ اب بھی پہلی طرح آزاد ہوں۔ مگر اب شریعت نے اس سے منع کیا۔ اور کہا۔ لَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا۔ کہ کیا میں خلیفہ مطلق نہیں ہوں۔ اس پر آواز آئی۔ کہ ہاں۔ بیشک خلیفہ ہو۔ مگر ساتھ ہی بندہ فرمانبردار بھی ہو۔ مگر آخر جب حضرت آدم علیہ السلام نے کچھ ال کر کھول ہی لیا۔ تو شریعت نے ان پر تنبیہ کی حد جاری کی۔ اور کہا۔ یہ مقتضی اقدم رتبہ ذکفوتی ہے۔ تب حضرت آدم علیہ السلام نے جانا۔ کہ شریعت خدا تعالٰی کا کوڑا ہے۔ اور عقلمندوں کی باگ ہے۔ اور آدمیوں پر خدا تعالے کی طرف سے ایک نگہبان ہے۔ جو ان کو مفرت کی باتوں سے منع کرتا ہے۔ پس شریعت نے طبیعتوں پر غلبہ پایا۔ اور لوگوں میں اس کے قوانین قیامت تک جاری ہو گئے۔ پھر جب اللہ تعالے نے انبیاء اور مرسلین کو مبعوث فرمایا۔ تو انکو شریعت حق کی حفاظت کا حکم دیا۔ اور فرمایا۔ کہ لوگوں کو اس کی طرف بلاؤ۔ اور اسپر استقامت کرنے کی ہدائیت کرو۔ چنانچہ تمام انبیاء علیہم السلام اس شریعت حقہ پر متفق ہوئے۔ اور حضرت نوح۔ ہود۔ شعیب۔ ابراہیم۔ اسحاق۔ موسٰی۔ عیسٰی۔ یونس داؤد۔ یوسف۔ صالح۔ ہود۔ اور حضرت محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بالاجماع واتفاق فرمایا۔ کہ اللہ تعالے سے ڈرو۔ اور ہماری اطاعت کرو +

پس اے طالب حقیقت تمہیں واضح رہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ہر ایک نبی نے اپنی امت کو اس شریعت حقہ کی طرف بلایا ہے۔ اور

اصل شریعت دو باتوں سے مرکب ہے۔ ایک تقوئے خدا تعالٰے۔ اور دوسرے اطاعت رسول۔ ان کے سوا اس کی کوئی اور جزو نہیں۔ ہر رسول نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعثت کے وقت یہ فرمایا تھا۔ کہ یہی وہ دین ہے جس پر حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کاربند رہتے ہیں۔ کیونکہ مراد اصل شریعت سے دین ہے۔ اور دین تقوئے خدا اور اطاعت رسول کا نام ہے۔ الغرض یہ دین ملل و شرائع کے اختلاف سے کبھی بھی مختلف نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ اصل شریعت ہے۔ جسے اللہ تعالٰے نے خود وضع کیا ہے۔

پس اے طالب صادق تمہیں لازم ہے۔ کہ اس شریعت متفقہ کی معرفت کرو۔ جس پر تمام انبیاء علیہم السلام کاربند رہے ہیں۔ اور اس بات کو اچھی طرح سے جان لو۔ کہ یہ شریعت نام ہے اس بات کا کہ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا جائے۔ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کی جائے۔ اور یہ شریعت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک اسی طرح رہیگی۔ اس میں تبدیلی نہ ہوگی۔

فصل دوم

اُن شرائع کی تفصیل کے بیان میں جو اس شریعت کی فروع ہیں

اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا۔ (ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک طریقہ اور رستہ بنایا ہے۔)

واضح رہے۔ کہ شرائع بہت سی ہیں۔ اور زمانوں کے اختلاف اور مزاجوں کے تباین کے باعث ان میں اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے يُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ وَيُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ۔

شریعت کے دو معنی ہیں۔ ایک تو کلی جس میں کبھی بھی تغیر نہیں آتا۔ اور انہیں ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اور دوسرے معنی جزوی ہیں۔ جو بلحاظ طبائع

اور زمانہ کے بدلتے رہتے ہیں ۔ اور اس سے مراد ہر ایک اُمت کا دین متداول ہے سنی کُلّی کی مثال تو ایسی ہے ۔ جیسے عبادت کرنا ۔ اور معنے جزوی کی مثال کیفیت عبادت کی سی ہے ۔ کیونکہ کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گذرا جس میں اللہ تعالےٰ کی عبادت نہ کی گئی ہو ۔ اور کوئی صانع اور مرجع و ملجاء قرار نہ دیا گیا ہو ۔ البتہ اس عبادت کی کیفیت اور احکام میں اختلاف رہا ہے ۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے لئے چند عبادات مقرر تھیں ۔ مگر حضرت نوح علیہ السلام کے وقت کی عبادات ان سے مختلف تھیں ۔ اسی طرح پہلے لوگوں نے معین مقامات کو دعاؤں کی قبولیت کا مقام سمجھا ہوا تھا ۔ اور ستاروں کی تصاویر و اشکال وہاں رکھی ہوئی تھیں ۔ مگر بعد ازاں اسپر اور رنگ چڑھا ۔ اور ان تصاویر کی پرستش ہونے لگی ۔ اور ان کو صانع تک پہنچنے کے وسائل شمار کرنے لگے ۔ اور پھر یہاں تک ترقی ہوئی ۔ کہ ان تصاویر کو صانع سمجھنے لگے ۔ یہ سب باتیں انہوں نے اپنی راؤں سے اختراع کی تھیں ۔ مگر اس بات پر سب متفق تھے ۔ کہ ایک صانع ضرور ہے ۔ جو مستحق عبادت ہے ۔ اور یہی وہ شریعت تھی ۔ جسے اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سکھلائی ۔ اور پھر ان کے ذریعے ان کی اولاد تک پہنچی ۔ پھر اللہ تعالےٰ نے انبیاء مبعوث فرمائے ۔ تاکہ امم و کیفیات کے مطابق اس شریعت حقہ کی کیفیات کو وضع کریں ۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے ایک شریعت مقرر کی ۔ جسپر کار بند رہے ۔ بعد ازاں حضرت نوح علیہ السلام نے اس کی تجدید کی ۔ اور اس کی بعض کیفیات کو بدل دیا ۔ کیونکہ اس قوم اور زمانہ کی ضروریات اس امر کی متقاضی تھیں ۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کے لئے ایک شریعت وضع کی ۔ اور پہلی شریعت کی بعض کیفیات و کمیات کو بدل دیا ۔ اسی طرح حضرت موسےٰ علیہ السلام نے شریعت کو عبادات کی صورت میں بدل دیا ۔ اور پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اپنے عہد میں اس میں کچھ زیادتی کی ۔ اور کچھ کمی کی ۔ مگر یہ تغیر و تبدل محض حرکات عبادت کی کیفیات میں ہوا ۔ مگر وہ عقیدہ جو عقائد شریعت میں واقع تھا ۔ یعنے توحید و تصدیق اسمیں ذرا بھی تغیر نہیں ہوا ۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اُمت کو اُسی خدا کی طرف بُلایا ۔ جسکی طرف حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی قوم کو بُلایا تھا ۔ اور اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

اپنی اُمّت کو اُسی نماز کا حکم دیا جس کا حضرت آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنی قوم کو دیا تھا۔ اور اسی طرح حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنی اُمّت کو اسی روزے کا حکم فرمایا تھا جس کا حکم حضرت موسےٰ علیہ السّلام نے اور حضرت عیسےٰ علیہ السّلام نے اپنی اپنی اُمّت کو فرمایا تھا۔ اور ہمارے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنی اُمّت کو بیت اللہ کے حج کا حکم فرمایا جسکو حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بنایا تھا۔ مگر حضرت آدم علیہ السّلام نے نماز کی کیفیت اور کمیت اور طرح مقرر کی تھی۔ اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اسکی کیفیت اور کمیت اور طرح فرمائی۔ اسی طرح انکی نماز کسی اور جانب ہوتی تھی۔ اور ہماری نماز کسی اور طرف ہوتی ہے۔۔ ان کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ اور ہمارا قبلہ کعبہ ہے۔

الغرض یہ اختلاف جو نظر آ رہا ہے محض کیفیات و کمیات میں ہے۔ حقیقت عبادت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اب یہود و نصارٰے اور مسلمانوں کو دیکھو۔ کہ وہ نماز تو سب پڑھتے ہیں۔ مگر مختلف کیفیات اور کمیات سے تو حقیقت نمازیں تو سب مختلف ہیں۔ مگر کیفیات و اوقات وغیرہ احکام میں فرق ہے۔ جن سے بعض باطل ہیں۔ اور بعض حق ہیں۔ ان سے بعض نماز میں باتیں کرتے اور کھاتے پیتے ہیں۔ اور بعض اس میں چلتے پھرتے ہیں۔ اور بعض نہ گفتگو کرتے ہیں۔ نہ کھاتے پیتے ہیں۔ اور نہ چلتے ہیں۔ بلکہ ظاہر و باطن نماز میں مشغول رہتے ہیں۔ اور فرض و سنت سب ادا کرتے ہیں۔ اور یہی ہماری شریعت ہے۔ جسے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اللہ تعالےٰ کے اذن سے وضع کیا ہے۔ یہ سب شریعتوں سے پسندیدہ اور اکمل واتم ہے۔ اور تمام شریعتیں اسمیں جمع ہیں۔ اور عبادات میں اس شریعت کی کیفیات و کمیات سب سے اچھی اور عمدہ و آسان ہیں۔ اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بھی تمام رسولوں سے بہتر اور بزرگ ہیں۔ اس لئے آپ کی شریعت بھی سب سے اعلےٰ اور افضل ہے۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے لوگوں کو اُسی خدا تعالےٰ کی طرف بلایا جسکی طرف اور رسول بلاتے تھے۔ مگر آپ کو درگاہِ خداوندی میں وہ اختصاص حاصل تھا جو کسی اور رسول کو حاصل نہیں تھا۔ پس آپ نے ملّتِ ابراہیمی کے موافق

شریعت کی بنیاد قائم کی - جو ملتِ حنیفیہ ہے - چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے - مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا ۔ اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی ہمارا نام مسلمان رکھا ہے - یہ مذہب اُمت کے لئے بمنزلہ ایک قلعہ کے ہے - اور اُمت کے لئے متابعت لازم ہے - اور متابعت یہ ہے - کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہم اقتدار کریں - اور ان کے قدم بقدم چلیں ۔

اللہ تعالیٰ نے اِس شریعت کو عطا کرنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام اور آپ کی اُمت پر احسان جتلایا ہے - چنانچہ فرماتا ہے - اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔

الغرض دین اسلام سے بڑھکر افضل اور کوئی دین نہیں - کیونکہ اللہ تعالیٰ اِس سے راضی ہوا ہے - اور اس کی رضا سے بڑھکر کوئی مقام نہیں ہے ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ اس دین کی تعریف میں فرماتا ہے - اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۔ اس ارشاد کی رُو سے سوائے دینِ اسلام کے تمام ادیان منسوخ ہو گئے ہیں - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کو اتم واکمل بنایا ہے - اور کمال اور تمام کے بعد کوئی مرتبہ نہیں ہوا کرتا - اور کلمہ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کا مطلب یہ ہے - کہ اس دین سے پہلے جو دین تھے - وہ کامل نہیں تھے - اور اللہ تعالیٰ نے اس دین کو کامل بنایا - اور اپنی نعمت کو پورا کیا - اللہ تعالیٰ نے اس دین کی عبادات کی کیفیات وکمیات کو نہایت عمدہ انتظام اور ترتیب سے مقرر کیا ہے ۔

چنانچہ اگر تم نماز اور روزے کی کیفیات وہیئات وکمیات کو غور سے دیکھو - تو تمہیں اُن کے ورے اسرار ملکوت نظر آ جائینگے - اور تم ان دونوں کے ذریعے دارین میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرو گے - مگر یہ بھی یاد رکھو - کہ عقل وہدایت کا کمال شریعت سے ہی حاصل ہوتا ہے - اس لئے کہیں شریعت کا امتحان عقل سے نہ کرنا - کیونکہ جو شخص شریعت کو میزانِ عقل سے تولتا ہو وہ کتاب الٰہی پر نہیں چلتا - اور ایسے اشخاص کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔

باب ششم

انبیاء کی دعوت اور اُس کی کیفیت کے بیان میں - اور

اس میں تین فصلیں ہیں

فصل اوّل

رسولوں کی دعوت کی ماہیت اور اسکی کیفیت میں

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ہ

اور دوسری جگہ فرماتا ہے - قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا ہ

حضرت ابرہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُعا کی ہے - کہ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ہ

واضح ہو - کہ دعوت نام ہے اس بات کا کہ بندوں کو باطل اور ظلمت سے کھینچکر حق اور نور کی طرف لایا جائے - اور یہ جذب دو طرح سے ہوتا ہے - ایک تو بلا واسطہ خاص خداوند تعالےٰ کی طرف سے - اور اسے ہدایت کہتے ہیں - اور اسکا نام تفتیح القلوب اور شرح الصدور بھی ہے - اور دوسرا جذب بواسطہ انبیاء ہوتا ہے - اور اسی کا نام دعوت الی الدین - اور واحدانیت کا اقرار اور امور شرعیہ کی تکلیف اور اوامر و نواہی کا بجالانا ہے - یہ دونو دعوتیں بندوں کو سعادت اخروی اور خدا تک پہنچاتی ہیں - اور دراصل خدا تعالےٰ ہی بلانیوالا ہے - اور دُنیا اور آخرت میں اسی کے واسطے دعوت حق ہے - اصل معرفت میں

دعوت اسی سے صادر ہوتی ہے۔ اور وہی اپنی مشیت سے ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے۔ اور اس کی یہ تائید انبیاء علیہم السلام کی وساطت کے بغیر ہی بندوں کو پہنچتی ہے۔ کیونکہ دلوں کے پھیرنے پر اس کے سوا کسی کو قدرت نہیں۔ وہی مقلب القلوب ہے۔ جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ پھر جب وہ اپنے بندوں کے سینوں کو اپنے نور سے منور کر دیتا ہے۔ تو پھر دوبارہ انہیں رسولوں اور انہی کتابوں کی وساطت سے اپنی طرف بلاتا ہے۔

الغرض معرفت دعوت الٰہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے صفات الٰہی میں سے ایک صفت تھی۔ پس جب اللہ تعالےٰ نے دلوں کو پیدا کیا۔ اور روحوں کو بنایا۔ تو ان کو اس دعوت کے ذریعے اپنی وحدانیت کی طرف بلایا۔ اور انہیں معرفت اور شریعت اسلامیہ کی طرف جو معرفت رسل سے پیدا ہوتی ہے۔ ہدائیت کی۔ اور جب روحوں نے بدنوں میں حلول کیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ اور عقل، بلاغت اور صحت کامل ہونے کے بعد ان سے دعوت کرائی۔

رسولوں کی دعوت کو وہی شخص سنتا ہے جس نے دعوتِ الٰہی کو ازل سے سنا ہو۔ اور دعوتِ الٰہی سے مراد یہی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام قدیم سے دل کی بصائر کو کھول دیا۔ چنانچہ اپنے کلام پاک میں اس نے اس کی بابت یوں ارشاد فرمایا ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى ۔ اللہ تبارک وتعالےٰ نے جو اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ فرمایا تھا۔ تو اس کے ساتھ تلفظ نہیں کیا تھا۔ بلکہ محض انہام و تحفظ کے طور پر فرمایا تھا جس پر سب نے اس کی وحدانیت کا اقرار کر لیا۔ پس ان میں سے جس نے عہد کو پورا کیا۔ اور اپنے اقرار پر قائم رہا۔ تو وہ ہدائیت پر قائم رہا۔ اور اسی عہد کی تاکید کے لئے اللہ تبارک وتعالےٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا۔ پس رسولوں نے آکر لوگوں کو اللہ تعالےٰ کے دروازے یعنی معرفت کی طرف بلایا۔ پس جس کے دل میں دعوتِ الٰہی کا نور تھا۔ اس نے تو رسولوں کی دعوت

کو سُن لیا - اور کہدیا - سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُہ اور جس شخص کے دِل میں یہ نُور نہ تھا - وہ شرک کے حجاب میں مستور و پوشیدہ ہوگیا - اور نفاق نے اس کو سب طرف سے گھیر لیا - اور انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کی دعوت سے اُس نے تکبّر اور نخوت ظاہر کی - وَمَا دُعَآءُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ٭

جب اللہ تبارک وتعالےٰ نے رسولوں کو دعوت کے لئے مبعوث فرمایا - تو ہدایت کو اپنے نفس کی طرف مضاف ومنسوب کیا ہے رسولوں کی دعوت کی طرف منسوب نہیں کیا - تاکہ نفوس صادقہ رسائل اور وسائط کے زینے سے اس واحد تک پہنچ جائیں جس سے توحید ہے - کیونکہ اس نے اس بات کو گوارہ نہیں کیا - کہ موحدین توحید میں اس کے سوا کسی دُوسرے پر قانع ہو جائیں - یا تحصیل علم میں کسی غیر کی طرف ملتفت ہوں - اور یہ اہلِ توحید پر اس کی خاص عنائیت اور رحمت ہے ٭

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں - کہ اگر خدا تعالےٰ نہ ہوتا - تو میں خدا تعالےٰ کو نہ پہچانتا - اور بے شک میں نے خدا تعالےٰ کو اُس کے نُور سے پہچانا ہے - اور باقی اشیاد کو اسی کے نُور سے معلوم کیا ہے" - اور یہ بھی دعوتِ الٰہی کا ہی اثر ہے - پھر اللہ تعالےٰ نے رسولوں کے مقابل میں شیطان کو کھڑا کر دیا - جو ظلمت اور فحش کی طرف بلاتا ہے - وَلَیْسَ لَہٗ دَعْوَۃٌ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْاٰخِرَۃِ ٭

اور اللہ تعالےٰ دعوتِ شیطان اور دعوتِ شرک کی مذمت فرمائی ہے - چنانچہ فرماتا ہے - اِنَّ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ وَاِنْ یَّسْلُبْھُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ ٭

الغرض اہل دعوت خدائے تعالےٰ کے رسول ہیں - اور وہ اُس کے بندوں کو اُس کے اذن سے اُس کی طرف بلاتے ہیں - پس جس نے دعوتِ الٰہی کو سُنا - اور اس کے رسولوں کی دعوت کی اطاعت کی - وہ اہلِ دعاء اور اہل اجابت ہیں - خدائے تعالےٰ انہیں دُعا کرنے کی اجازت دیتا ہے - اور اُن پر اجابت کے دروازے کھول دیتا ہے - چنانچہ ارشاد فرماتا ہے -

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۝

نیز اللہ تعالٰے نے قابلِ دعوت کو دعا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝

سب رسولوں کی دعوت ایک ہی ہے۔ کیونکہ سب نے بندوں کو ایک ہی کلمہ کی طرف بلایا ہے۔ اور وہ کلمہ یہ ہے۔ کہ اغیار کی نفی کی جائے۔ اور خداوند جبار کا اثبات کیا جائے۔ اگرچہ ان رسولوں کی عبارات واشارات مختلف ہیں۔ مگر ان کی دعوت کا خلاصہ اور ماحصل یہی کلمہ ہے۔ جو نفی و اثبات پر مشتمل ہے۔ ان میں سے کسی کی دعوت ان دونوں طرفوں یعنی نفی باطل اور اثباتِ حق سے باہر نہیں نکلی۔ چنانچہ اللہ تعالٰی سے حضرت نوح علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝

اس آیت میں اہلِ کفر کے لئے تو خذلان ابدی ثابت کیا گیا ہے۔ اور اہلِ ایمان کے لئے ایمان و غفران کا اثبات ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور حضرت عیسٰے علیہ السلام فرماتے ہیں۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۝

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۝ اور مومنین نے جو اس کی عبادت کرتے ہیں کہا ہے۔ کہ نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝

نیز اللہ تعالٰے نے اپنی کتاب فرمایا ہے۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۝ اور اس بات میں ذرا بھی شک نہیں۔ کہ جب معبود ایک ٹھیرا۔ تو دعوت بھی ایک ہی ہوگی۔ اگرچہ بُلانے والے بہت سے ہوں۔ کیونکہ ایک شخص کی عمر اتنی نہیں

بزرگتی - کہ وہ ابتدائے دنیا سے انتہائے دنیا تک دعوت کر سکے - اسی لئے دعاۃ کثیرہ کی ضرورت ہوئی - مگر چونکہ ان کا مدعو الیہ ایک ہی ہے - اس لئے یہ دعوت بھی ایک ہی کہلاتی ہے - اور وہ مدعو الیہ خدائے واحد ہے - جس کی ابتدا و انتہا نہیں ہے - پس دعاۃ اس واسطے کثیر ہیں - کہ وہ خلق سے ہیں - اور دعوت واحد ہے - کیونکہ وہ حق سے ہے - اور حق ایک ہے - اور مخلوق کثیر ہے - اور واحد کثیر پر غالب ہے - وہ اسے بلاتے ہیں - اور اس کی دعوت مومنوں کو جنت اور اس کی رضا کی طرف بلاتی ہے - اور کافروں کو اس کے غضب و عذاب الیم کی طرف بلاتی ہے - اور خود رسل دعوت سے نہیں ہیں - البتہ وہ دعوت کی صورت ہیں - اور دعوت کا فائدہ ہدایت ہے - مگر وہ رسولوں سے مستفاد نہیں ہوتی - کیونکہ رسول خدا تعالےٰ کے معرف نہیں ہیں بلکہ وہ تو خدا کی مدد سے معرف ہیں - اور جس شخص کو اس کے سوا کوئی اور اعتقاد ہے وہ اللہ تعالےٰ سے بہت دور پڑا ہے - اور اس نے اللہ تعالےٰ کو پہچانا نہیں وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ

فصلِ دُوم -

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت اور اس کی کیفیت کے بیان میں

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ ؕ

ایک اور جگہ فرماتا ہے - اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ

اے طالب تمہیں واضح رہے - کہ اللہ تعالےٰ نے جب انبیا و مرسلین کو مبشر و نذیر بنا کر بھیجا - اور انہیں حکم دیا - کہ بندوں کو سبیل نجات معاد کی طرف بلائیں - تو ان کے سلسلے کو ایک اپنے رسول سے تمام کیا - جو سب سے زیادہ تمام و اکمل تھے - اور ان کا نام نامی و اسم گرامی حضرت محمد بن عبد اللہ صلے اللہ

نبیہ وسلم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام مخلوقات اور اہل ارضین وسماوات سے ممتاز اور برگزیدہ کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات آپ کے سامنے اپیش کی جسکو دیکھکر آپ ایمان لے آئے۔ اس لئے آپ کا ایمان عیانی ہے بُرہانی نہیں ہے۔ اِسی کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ ۰ اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا۔ کہ تم میرے وہ رسول ہو جسکو میں نے اپنے تمام بندوں سے برگزیدہ کیا ہے۔ اور اب میرے بندوں کو خبر دیدو۔ کہ میں بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور بے شک میرا عذاب بھی دردناک ہے +

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم الٰہی سے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ اور اس کی رضامندی سے ذرا بھی باہر نہ ہوئے۔ اور آپ کی دعوت ہدایت الٰہی کی سرادق ہے۔ نہ اس کی علت۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدائیت اور نورِ معرفت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرادق دعوت میں جاری کیا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کی اقسام کے موافق دعوت کی تین قسمیں کی ہیں۔ کیونکہ اس وقت کے لوگ تین قسم کے تھے۔ سالبقوں۔ ظالموں اور مقتصدوں اور ان کی حقیقت ارکانِ دین کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ چار ہیں۔ ایمان۔ احسان۔ تقویٰ۔ اور یقین۔ اور تمہیں یہ تو معلوم ہی ہے۔ کہ جو چیزیں ارکان سے متولد ہوتی ہیں۔ وہ تین ہیں۔ پس اس طرح ارکانِ دین کے متولدات بھی تین قسم ہیں۔ ایک تو کامل سابق جنہوں نے حق کو اس کی معرفت کے ساتھ پہچانا۔ اور اس کی عبادت کو اچھی طرح سے ادا کیا۔ اور ظالم وہ لوگ ہیں۔ جو راہِ راست سے پھر گئے۔ اور طریقِ مستقیم سے منحرف ہو گئے۔ اور اس کے نور رحمت کو دیکھ نہ سکے۔ اور مقتصد وہ ہیں۔ جو نفس ظلم سے سبقت کر کے اوج کی طرف ترقی کر رہے ہیں۔ مگر ابھی کمال کو نہیں پہنچے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ کہ لوگ صرف دو قسم کے ہی ہیں۔ ایک عالم اور دوسرے متعلم اور باقی ہمج ولا یعقل ہیں۔ جن میں کچھ بھی بھلائی نہیں۔ پس ہمج سے مراد ظالم و منافق ہے۔ اور متعلم سے مراد وہ شخص ہے۔ جو موعظت اور موعظۂ حسنہ کے قابل ہو۔ اور عالم سے مراد عارف سابق ہے۔ جو درجہ کمال پر پہنچ گیا ہو۔ الغرض شارع علیہ السلام نے اپنی دعوت کو ان اقسام ثلثہ میں

منقسم کیا۔ اور اس تقسیم کو اپنے دل سے ایجاد نہیں کیا۔ بلکہ یہ تقسیم آپ کو اللہ تعالےٰ نے تعلیم کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ الخ یعنی اپنے پروردگار کے راستے کی طرف ان تین مرتبوں کے ذریعے بلاؤ۔ تاکہ دعوت کی ہر ایک قسم لوگوں کی ہر قسم کے ساتھ مخصوص ہو جائے۔ اور اسی سبب سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت تین قسم کی ہوئی۔ ایک حکمت بالغہ۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ کلام کو تحقیق تنقیح سے نہایت ایجاز و اعجاز کے ساتھ کمال فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کیا جائے +

اور دوسری موعظہ حسنہ ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے۔ کہ اچھی بات کو اچھا کر کے اور بری کو برا کر کے دکھایا جائے۔ اور قائل اپنی طاقت کے موافق کلام کو ایسے طریقہ سے رکھے۔ جس سے سننے والے متنبہ ہو جائیں۔ اور گنہگاروں کو توبہ کی طرف رغبت ہو۔ اور مومنین کی رجا قائم رہے۔ اور یہ بات کمال علم اور حسن خلق اور نفوس و ہمتوں کے انداز سے پہچاننے سے حاصل ہوتی ہے +

تیسری قسم مجادلہ ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے۔ کہ جاہل کو جھڑکا جائے۔ اور اور غافل کی غفلت کو توڑا جائے۔ اور مدعی کو دفع کیا جائے۔ یا تو باتوں میں۔ اور یا حدود کو قائم کرنے سے کہ ان نقیض کی ہو گی۔ اپنے ہاتھ میں لے لی جائے۔ اور ان میں کمال سیاست اور شجاعت سے تصرف کیا جائے۔ اور پھر اس کے کئی مرتبے ہیں۔ پہلا مرتبہ تو کلام ہے اور دوسرا مرتبہ مارپیٹ اور جلاد دکھانا مرتبہ ہے۔ اور تیسرا مرتبہ خون بہانا۔ اور اال بھین بنا ہے۔ اور یہ سب تین مجادلہ کے واقعات سے ہیں +

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت انہی تین اقسام پر مشتمل تھی۔ مجادلہ طبقہ ظالمین کے لئے اور نصیحت متقدمین کے لئے۔ اور حکمت سابقین کے واسطے اور یہ سب کلمہ توحید میں داخل ہیں۔ یعنی کلمہ پڑھنے کا حکم دینا تو مجادلہ ہے اور اس کی تفصیل موعظت کے دروازے ہیں۔ اور اس کے اسرار اور معانی اور حروف کے اسرار اشارات حکمت کے سرچشمے ہیں۔ جو شخص کلمہ توحید کے ظاہر و باطن سے مطلع ہوا۔ اور اس کی نفی و اثبات کو اس نے پہچان لیا۔ ... خدمت اور ... مجادلہ ... کلمہ ... ایک چھوٹا سا جملہ ... بات ... اور مرا خطر میں بہت بڑا ہے۔ اور خدا تعالےٰ جسے ہدایت کرنا چاہتا ہے۔ اس کا سینہ اسلام کے واسطے کھول دیتا ہے۔ اور اسلام

سے مراد یہی کلمہ ہے جسکا قبول کرلینا اسلام ہے ۔ اور اسکا ادراک ایمان ہے ۔ اور اس کے معانی احسان ہیں ۔ اور اس کی دونوں اطراف میزان کے دو پلڑے ہیں ۔ اور یہ کلمہ قرآن کی کنجی اور معرفت الٰہی کا عنوان اور جنت کا رضوان ہے ۔ اور جسے اللہ تعالےٰ گمراہ کرنا چاہتا ہے ۔ اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے ۔ یہانتک کہ وہ شخص اس کلمہ کو نہیں پہچانتا ۔ اور نہ اسکو دیکھتا ہے ۔ بلکہ وہ شخص فرعون وہامان کے ساتھ محرومی اور رسوائی کے گڑھے میں جا پڑتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے اس کے ساتھ اہل طغیان کو دھمکی دی ہے ۔ اور فرمایا ہے ۔ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلٰنِ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ٥

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجمل دعوت کلمہ توحید ہے ۔ اور مفصل دعوتیا حکمت اور موعظت اور مجادلہ ہے ۔ اور یہ تینوں دین کے چار ارکان سے پیدا ہوئی ہیں ۔ اور ہدائیت الٰہی ان میں ہی پوشیدہ ہے ۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم داعی تھے ۔ ہادی نہیں تھے ۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا ہے ۔ کہ میں محض داعی ہوں ۔ ہدائت دنیا میرے اختیار میں نہیں ہے ۔ اور ابلیس محض بہکانے والا بنایا گیا ہے ۔ گمراہی اس کے اختیار میں نہیں ہے ۔"

پس اے طالب تمہیں معلوم ہے ۔ کہ ہدائیت خدا کی جانب سے ہی ہوتی ہے ۔ رسولوں کی دعوت سے حاصل نہیں ہوتی ۔ مگر اللہ تعالےٰ نے رسولوں کو مبعوث فرماکر دعوت کا حکم نہایت تاکید سے فرمایا ہے ۔ تاکہ خدا تعالےٰ کی حجت بندوں پر قائم ہوجائے ۔ اور ان کا کوئی عذر باقی نہ رہے ؛

اور یہ بھی یاد رہے ۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہیں دنیا اور تفاخر اور سوء الخلق اور بغض و فواحش کی طرف نہیں بلایا ۔ بلکہ توحید الٰہی اور اس کی کتاب کی تصدیق اور اس کے اوامر کو ماننے اور نواہی سے باز رہنے کا حکم دیا ۔ اور سیدھے رستے پر قائم رہنے کی طرف بلایا ہے ۔ اور الحاد و نفاق اور کفر و ارتداد وغیرہ سے منع فرمایا ہے ۔ پس آپ کی دعوت میں غور کرو ۔ اِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ ۔ پس اللہ تعالےٰ سے اپنا نصیبہ تلاش کرو ۔ اور داعی الٰہی کی پیروی کرو ۔ اور اس کے کلمہ کو سنو ۔ اور اس کی امانت اس کے سپرد کرو ۔ فَاِنَّ اللّٰهَ سَيَجْعَلُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ٥ اور جب تم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم

کی دعوت کو سن لوگے۔ اور اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ گے تو اللہ تعالےٰ تمہیں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کریگا۔ اور دار السلام کی طرف بلائیگا۔ اور اُسکی دعوت تیری دعا کی طرف منتہی ہوگی۔ اور تیری دُعا ان لوگوں کے ساتھ ہوگی۔ جنکی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

فصلِ سوم۔

فرقہ ناجیہ کے بیان میں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ کہ عنقریب ہی میری اُمت کے تہتر فرقے ہو جائینگے۔ جن میں سے ایک نجات پانے والا ہے۔ اور باقی سب ہلاک ہونیوالے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے عرض کیا۔ حضور! وہ فرقہ ناجیہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اہلِ سنت والجماعت کا فرقہ۔ پھر عرض کیا گیا۔ کہ اہل سنت والجماعت کونسا فرقہ ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس پر اب میں اور میرے اصحاب ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۝

واضح رہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس سُنت کا بیان فرمایا ہے وہ فرائضِ الٰہی سے نکلتی ہے۔ گویا کہ وہ شاخیں اور ٹہنیاں ہیں۔ جو اوامرِ الٰہی کی غرض سے پیدا ہوئی ہیں۔ درحقیقت تو ان میں کچھ فرق نہیں۔ البتہ وجوب و امکان میں فرق ہے۔ یعنی فرض تو واجب ہے۔ اور سُنت ممکن ہے۔ مگر حقیقت میں یہ دونوں بندگی اور عبادت ہیں۔ فرض تو وہ ہے۔ جو اللہ تعالےٰ نے مقرر کی ہو۔ اور سُنت اس خدمت کا نام ہے۔ جو ایک پاک نفس یعنی رسول سے فرض کی نعمت کے ادا ہونے پر بطور شکریہ صادر ہوئی ہو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جو فرائض اپنے رسول پر مقرر کئے ہیں۔ انہیں رسول علیہ السلام نے نعمتیں شمار کیا ہے۔ اور ان کا شکریہ سنتوں سے ادا کیا ہے۔ سُنت خلافِ بدعت ہے۔ کیونکہ بدعت وہ چیز ہے

جو غافلوں کی طبیعت اور اُنکی ناپاک رائے سے نفسِ اَمّارہ کی مدد سے پیدا ہوتی ہے اور اس کی اصل پیدائش اسطرح ہوتی ہے۔ کہ انسان ارکان شریعت میں اپنی عقل و خیال دوڑاتا ہے۔ اور کسی امر کو غیر تام خیال کر کے اسمیں کمی بیشی کر دیتا ہے۔ پس اس فعل کا نام بدعت ہے۔ مگر سُنت انبیاء کے نفس سے وحی الٰہی کی استمداد سے پیدا ہوتی ہے۔ اور تلب مصداقی اسے فرائض کے مقابل میں بمنزلہ اعضاء کے رکھتا ہے۔ لیکن بدعت بمنزلہ اعضائے زائدہ کے ہے۔ اگر بدن کے اعضائے ضروریہ میں سے کوئی عضو کم ہو جائے۔ تو بدن میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی عضو زائد ہو جاوے۔ تو اس کی زیادتی بھی باعث نقص ہے۔ پس جو آفت ارتکاب بدعت سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ بہ نسبت ترک سُنت کے بدتر ہے۔ کیونکہ مثلاً جس شخص کے تین ہاتھ ہیں۔ وہ ایک ہاتھ والے شخص سے اقبح ہوتا ہے۔ الغرض سُنت وہ چیز ہے جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم الٰہی سے حقوق خداوندی ادا کرنے کے لئے مقرر کیا۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علمیہ دوسری عملیہ۔

علمیہ۔ سے تو یہ مراد ہے۔ کہ اخلاق حسنہ اور علوم فاضلہ شرعیہ کو حاصل کیا جائے۔ اور عملیہ یہ ہے۔ کہ اپنی تمام عمر کو طلب محامد میں صرف کر دیا جائے۔ چنانچہ علم توحید کا حاصل کرنا فرض ہے۔ اور قوانین شرعیہ کا علم حاصل کرنا سُنت ہے۔ اسی طرح وضو میں اعضائے اربعہ کا ایک ایک دفعہ دھونا تو فرض ہے۔ اور تین تین بار دھونا سُنت ہے۔ پھر سنتوں میں سے بعض مؤکدہ ہیں۔ جیسے فرائض سے پہلے اور پیچھے پڑھنے کی رکعتیں۔ اور بعض غیر مؤکدہ ہیں۔ جنہیں مستحب کہتے ہیں جیسے نماز اشراق و چاشت وغیرہ۔ اور بعض مؤکدات سے بھی زیادہ مؤکد ہیں جیسے نماز عید۔ اور بعض مستحب سے بھی درجہ میں کم ہیں۔ جیسے زندگی کی تحسین میں بعض مقادیر اور مراتب کی حفاظت کرنا۔

سُنت نبوی کے مقابل میں ایک بدعت شیطانی بھی ہے۔ جو اس سُنت کی مخالفت کرتی ہے۔ جو شخص بدعت کا مرتکب ہوتا ہے اس کا دین اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص سُنت کا مرتکب ہوتا ہے اس کا دین مجتمع ہوتا ہے۔ بدعت کا مرتکب شخص اپنی رائے کا مقید ہوتا ہے۔ اور جو شخص اپنی رائے کا مقید ہوتا ہے۔ وہ پراگندہ دین ہوتا ہے۔ کیونکہ رائیں کبھی بھی ایک طریقہ پر قائم نہیں

رہ سکتیں۔ اس لئے کہ وہ ظن سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور ظن فی نفسہٖ غیر مستقیم ہے۔ پس جو چیز اس سے پیدا ہوگی۔ وہ بھی اس کی طرح غیر مستقیم ہوگی۔ اور جب ظن اور رائے فی نفسہا غیر مستقیم ہیں۔ تو ان کی اتباع کرنے والا کیسے مستقیم ہو سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ صاحب الرائے غیر مستقیم ہوتا ہے۔ مگر جو شخص سنت پر عمل کرنیوالا ہوتا ہے۔ وہ اسکا مقید ہوتا ہے۔ اور وہ سنت فی نفسہا مستقیم ہے اسلئے اس کا متبع بھی اپنے دین پر مستقیم ہوتا ہے۔ الغرض سنت کا متبع مجتمع ہوتا ہے۔ اور مبتدع متفرق ہوتا ہے۔ کیونکہ مبتدع تو رائے کا اتباع کرتا ہے۔ اور رائیں چونکہ بہت ہیں۔ اسلئے رائے والے بھی متفرق ہوتے ہیں۔ مگر جو سنت کا متبع ہو۔ وہ مجتمع ہوتا ہے۔ کیونکہ سنت ایک ہے۔ اور اس کے اہل مجتمع ہوتے ہیں۔ اور اگرچہ وہ کثرت سے ہوں۔ مگر وہ نفس واحدہ کی طرح ہیں۔ اور اہل بدعت اگرچہ ایک شخص ہی ہو۔ مگر کثرت رائے کے باعث وہ کثیر ہیں +

سنت کو شارع علیہ السلام نے حکم الٰہی سے وضع کیا ہے۔ اور جماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو سنت کے واضع کی متابعت پر قولاً و فعلاً و عزماً مجتمع ہوں۔ جیسے کہ مقتدی امام کے پیچھے بلا تقدیم و تاخیر اس کے عمل کے موافق عمل کرتے ہیں۔ مگر امام کی اقتدار کے بغیر فرداً فرداً ہر ایک شخص جماعت نہیں کہلا سکتا۔ الغرض جماعت اس قوم کا نام ہے۔ جو سنت واحدہ پر مجتمع ہوں۔ اور وہ سنت شارع ناطق بالحق نے وضع کی ہو۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس فرمان کے ساتھ کہ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ يَقُوْمُوْنَ عَلٰى مَا قُمْتُ اَنَا وَاَصْحَابِىْ۔ اس بات کی تصریح فرما دی ہے۔ آپ کے تمام اصحاب آپ کے متبع ہیں۔ انہوں نے آپ کے احکام سنے ہیں۔ اور انکو قبول کیا ہے اور حضور کے کسی قول و فعل کا انہوں نے انکار نہیں کیا۔ اور نہ کسی پر اعتراض کیا ہے۔ اور نہ ہی کسی حکم کی تعمیل میں سستی ظاہر کی ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی انہیں کسی ایسے امر کیطرف نہیں بلایا۔ جو پہلے انبیاء کے خدا کے علاوہ اور غیر ہو۔ اور نہ آپ نے محض اپنی رائے سے پہلے رسولوں کے خلاف کوئی طریقہ مقرر کیا ہے۔ بلکہ آپ نے اسی کلمہ کی تائید کی جسکی وہ تائید کرتے چلے آئے ہیں۔ الغرض انبیاء نے اس کلمہ واحدہ کے ادا کرنے میں ایک دوسرے کی اقتدا کی ہے۔ مگر اس کلمہ کو سب نے اللہ سے ہی سیکھا ہے۔ اور صحابہ نے

اس کلمہ کو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہے۔ سب صحابہ میں سے سردار حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں صحابہ نے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی کبھی کسی قول و فعل میں مخالفت نہیں کی۔ آنحضور فداہ روحی صلوٰۃ شریعت میں بمنزلہ امام کے تھے۔ اور صحابہ بمنزلہ مقتدیوں کے تھے پس حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام تو واضع السنتہ اور امیر جماعت ہیں۔ اور صحابہ آپ کے اتباع واقتدا کے باعث اہل سُنّت والجماعت ہیں +

صحابہ کرام کا ہر امر میں کتاب اللہ اور سُنّت رسول پر بھروسہ تھا۔ اور ان کے حال کا عنوان شریعت تھی۔ اور انکے عرفان کی میزان عقول صافیہ تھیں۔ انہوں نے وہ کام کیا۔ جس کا اللہ تعالےٰ نے حکم دیا۔ اور جو کچھ رسول علیہ السلام نے نہیں فرمایا۔ انہوں نے اسے قبول کرلیا۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ وَ هُمْ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ وَحِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ ۝ الغرض نجات رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی حفاظت اور جماعت میں داخل ہونے پر موقوف ہے۔ اور جماعت سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کا اتباع واقتدا کرتے ہیں۔ اور آپ کے اوامر کی توقیر کرتے اور مناہی سے باز رہتے ہیں۔ اور وہی فرقہ ناجیہ میں سے ہیں۔ اور فرقہ ناجیہ صرف ایک ہی فرقہ ہوسکتا ہے۔ یعنی وہ جنہوں نے اپنے امور کی زمام اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے سپرد کی ہے۔ اور اپنے تمام اعمال انہیں کو سونپ دیئے ہیں۔ اور نیز انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول سے تمسک کیا ہے۔ وہ شریعت سے عقل پر نظر کرتے ہیں۔ عقل سے شریعت پر نظر نہیں کرتے۔ اور نہ ہی اپنی رائے کی پیروی کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اللہ تعالےٰ کے بارے میں کسی قسم کا شک کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اس کی ذات میں اختلاف رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی اُس کی مصنوعات کا انکار کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اس کے کلمات میں تحریف و تبدیلی کرتے ہیں۔ اور نہ ہی دین کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے ڈرتے ہیں۔ وہ خدا تعالےٰ کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح کہ پہچاننے کا حق ہے۔ اور اس کے احکام مانتے اور اس کی تمام کتابوں اور رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اسبات کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور نہ ہی اس کے واسطے کم ہے اور نہ کیف۔ نیز اس کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں۔ اور

اللہ تعالےٰ کے رب ہونے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے اور قرآن کے کتاب الٰہی
ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں۔ وہ اپنے عقائد اور دلوں کو شرک سے
بچاتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے جن اشیاء کو حرام کیا ہے۔ وہ انہیں حرام سمجھتے ہیں۔
اور جنکو اس نے حلال کیا ہے۔ انہیں حلال جانتے ہیں۔ اور سبات کو بھی جانتے ہیں
کہ ایمان کے ستر سے کچھ اوپر دروازے ہیں۔ نہ وہ ایک دروازے سے داخل
ہوتے ہیں۔ اور نہ ایک دروازے پر توقف کرتے ہیں۔ کیونکہ شہر ایمان کو دروازوں
میں انکی موافقت کے اختلاف سے زیادہ فرق پڑا ہے۔ سوا فرقہ ناجیہ کے۔
جو سب دروازوں کے گرد پھرا ہے۔ اور کوئی دروازہ اس پر بند نہیں ہوا۔ ان
لوگوں نے ہی خدا تعالےٰ کو اس طرح پہچانا ہے جیسے کہ اس کے پہچاننے کا حق
ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے دین کو اسطرح قبول کیا ہے۔ جیسے کہ قبول کرنا چاہیئے
الٓمٓ ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ
وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

ہر ایک فرقہ اسبات کا مدعی ہے۔ کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو اہل سنت والجماعت
ہے۔ مگر یہ سب اپنے دعوے میں کاذب ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک فرقہ
ایک ہی دروازے پر ٹھیرا ہوا ہے۔ اور اس نے قرآن مجید کی اسی آیت کو اختیار
کیا ہے۔ جو اسکی رائے کے موافق ہے۔ حالانکہ فرقہ ناجیہ وہ ہے۔ جو اپنی
رائے اور عقل کو میزان قرآن سے تولتا ہے۔ نہ وہ جو قرآن کو رائے اور عقل
کے ترازو میں تولے۔ چنانچہ ایک فرقہ نے یہ خیال کیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ حواس
سے دکھائی نہیں دے سکتا۔ اور اس بارے میں فرقہ اس آیت کو دلیل گردانا ہے
کہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۝ اور باقی آیات کو ترک کر دیا ہے۔ حالانکہ اسی بات
پر اللہ تعالےٰ نے کفار کی مذمت کی ہے۔ جو کہتے تھے۔ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ
نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۝ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۝ اور یہ لوگ
منافق ہیں۔ وَاِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۝
ایک دوسرا فرقہ یہ کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ آنکھوں سے دکھائی دے سکتا ہے
اور انہوں نے بھی قرآن مجید کی ایک آیت سے استدلال کیا ہے۔ جو اُن کے خیال
کے موافق ہے۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ اس فرقہ
نے بھی آیات باقیہ کو ترک کر دیا ہے۔ الغرض اسی طرح ہر ایک فرقہ اپنے خیال کے

مطابق ایک ایک آیت کو لے لیتا ہے۔ اور باقی آیات کو ترک کر دیتا ہے۔ اور انہی آفتوں سے دین میں یہ اختلاف پیدا ہوئے ہیں۔ اور تمام دنیا میں فساد پیدا ہو گیا ہے۔ حالانکہ ان پر واجب یہ تھا۔ کہ انکے تصورات وظنون سے جو کچھ قرآن مجید کے موافق ہوتا۔ وہ لے لیتے اختیار کر لیتے۔ اور باقی کو ترک کر دیتے۔ مگر انہوں نے اس کے برعکس کام کیا ہے۔ یعنی قرآن مجید سے جو کچھ انکے ظنون وتصورات کے موافق ہے۔ اسے تو لے لیا ہے۔ اور باقی کو ترک کر دیا ہے۔ اسی طرح ایک فرقہ تشبیہ کا قائل ہے۔ اور قرآن مجید کی جو آیات اسپر دلالت کرتی ہیں۔ انکی دلیل لاتا ہے۔ اور بعض صفات کی نفی کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اپنے خیال کے مطابق آیات کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ اور ہر ایک فرقہ اسی طرح کرتا ہے۔ مگر فرقہ ناجیہ وہ ہے جو تمام کتاب پر ایمان لاتا ہے۔ نہ کہ بعض پر۔ کیونکہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی اللہ تعالےٰ سے شکایت کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝ اور اللہ تعالےٰ نے یہودیوں کی کتاب الٰہی کو بدلنے پر مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ۔ تمام شرع کا اقرار کرنے والوں کی نشانی یہ ہے۔ کہ وہ کہیں تخصیص وتحدید نہیں کرتے۔ اور یہ امر ہے۔ تو بہت مشکل۔ مگر جسپر اللہ تعالےٰ آسان کر دے۔ اسپر کچھ بھی مشکل نہیں۔ وَاِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۝

پس اے طالب! جان لے کہ فرقہ ناجیہ وہی ہے۔ جو شہر ایمان میں ہر ایک دروازے سے داخل ہوا ہے۔ اور اُس نے اسلام کو بجمیع اجزائہ قبول کیا ہے اور جس طرح شارع علیہ السلام نے حکم دیا۔ اُس نے اُسی طرح اُسے کیا ہے۔ اور عبادت پر مختتم رہا ہے۔ تا کہ اللہ تعالےٰ کو اسی طرح پہچانے۔ جیسے کہ پہچاننے کا حق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ رسول جس بات کا حکم کرے۔ اسے کرو۔ اور جس سے وہ منع کرے۔ اُس سے باز آجاؤ۔ اور نیز وہ فرقہ ایک ہی طریقہ پر قائم رہا ہے۔ جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے۔ کہ آپ نے دائیں بائیں بہت سے خطوط کھینچے۔ اور انکے وسط میں ایک سیدھا خط کھینچا۔ اور فرمایا۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔ اس سے دائیں بائیں منحرف نہ ہونا۔ اور اس وسطی خط پر قائم رہنا۔ کیونکہ خیر الامور اوسطہا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۰

ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۰ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے ہی پہلے تمہارا نام مسلمان رکھا۔ تاکہ رسول تم پر گواہ ہو۔ اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔ اور نماز کو قائم کرو۔ اور زکوٰۃ دو۔ اور جیسے کہ ایمان کا حق ہے۔ اللہ تعالےٰ پر ایمان لاؤ۔ اور اس کی ساری کتاب کو مضبوط پکڑو۔ اور شہر ایمان میں سب دروازوں سے داخل ہو۔ اور رسولِ خدا کی سُنّت کا اتباع کرو۔ اور اس کے سوا کسی اور شریعت کی پیروی نہ کرو۔ ورنہ تمہارا دین تم سے علیحدہ ہو جائیگا۔ اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے صحابہ اور خلفاء سے محبّت رکھو۔ اور اپنے شئون پر کتاب اللہ کو مقدم رکھو۔ اور اللہ کے ساتھ چنگل مارو۔ وہی تمہارا مولےٰ ہے۔ اور وہ اچھا مولےٰ اور مددگار ہے +

اے طالب! تجھے معلوم رہے۔ کہ نبوّت ایک نور ہے۔ جو اللہ تعالےٰ سے اُس کے بندوں میں سے کسی بندے میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس کے تمام قوائے پر غالب آجاتا ہے۔ اور خون کی مانند اسکی رگوں میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور رسالت اس شعاع کا نام ہے۔ جو اس نور سے ارضِ شریعت میں ظاہر ہوتی ہے۔ پس رسالت تو بمنزلہ زمین کے ہے۔ اور نبوّت بمنزلہ آسمان کے ہے۔ اور شریعت کے بہت سے موضوعات ہیں۔ جو شارع علیہ السّلام سے بذریعہ نور ظاہر ہوئے ہیں۔ اور شعاع نبوّت کا ایک اثر ہے۔ اور موضوعات سے مراد اجزاء شرع کا اس کے مراتب میں معیّن کرنا ہے مثل توحید معرفت اور اعمال عبادات وغیرہ کے پس یہ بمنزلہ گاؤں اور شہروں کے ہیں۔ جو زمین میں ہوتے ہیں اور انکے اجزاء امر ونہی ہیں۔ اور وحی اس امداد کا نام ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے قواعد کے بنانے میں نبی کو پہنچتی ہے۔ اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ مہندس کے لئے علم ہندسہ ہوتا ہے جس سے کہ مقادیر کی تعیین ہوتی ہے۔ اور سُنّت وہ طریقہ ہے جسے شارع علیہ السّلام نے اوضاع شریعت میں نبوّت وحی سے اختیار کیا ہو۔ اور یہ ارضِ شریعت میں اسطرح ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے کہ آسمان کے راستہ میں منطقہ معیّن ہے۔ اور جماعت سے مراد دیکھنے والوں کی نظروں کا اس پر مجتمع ہونا ہے۔ اور طالبین کا اس کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اور یہ اسے بمنزلہ کعبہ مقصود قصد کرنا چاہئیے جس کی طرف لوگ ہر طرف

سے چلے آرہے ہیں۔ اہل سنّت والجماعت سے اور وہ لوگ ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی اقتدا کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے ہدایت چاہتے ہیں۔ اور یہ لوگ بمنزلہ ان لوگوں کے ہیں۔ جو اندھیری رات میں ستاروں کی روشنی کے ساتھ ہدایت طلب کرتے ہیں۔ شریعت کی زمین میں اسلام بمنزلہ ایک عمدہ شہر کے ہے۔ اور ایمان اُس کے اندر ایک مضبوط قلعہ کی مانند ہے۔ اور احسان اس قلعہ میں ایک خوشنما گول حجرہ ہے۔ اور نجات سلوک کی انتہا اور مقصود کی نہایت ہے۔ جس کے آگے کوئی دروازہ نہیں۔ اور نہ ہی کوئی ٹھیرنے کی جگہ ہے۔ جس کی طرف لوگ قصد کرتے ہیں۔ تک نہیوں کے اوہام وہیں جا کر منتہی ہو جاتے ہیں۔ اور جب ایمان کی شاخیں کثرت سے پھیلیں۔ جو مثل شجرہ طیبہ کے ہے۔ تب اس کے طالبوں اور اس کے دروازوں میں داخل ہونے والوں کی قسمیں متفرق ہو گئیں۔ اور ہر ایک فرقہ نے اپنے واسطے ایک جہت معینہ صفت مخصوصہ کیساتھ معین کر لی۔ اور کتاب اللہ میں جو کچھ اُنکی سمجھ میں آیا۔ اور اُنکی بینائی نے ادراک کیا۔ انہوں نے اُسے اختیار کر لیا۔ چنانچہ سب فرقے کتاب الٰہی میں مختلف ہیں اور ایک دوسرے پر لعنت کرتے اور کافر کہتے ہیں۔ مگر یہ سب کے سب ہلاک ہونیوالے ہیں۔ سوائے ایک فرقہ کے جس نے نیکی کی گود میں پرورش پائی ہے۔ اور اجتماع سے پیدا ہوا ہے۔ شارع علیہ السلام انہی میں مبعوث ہوئے۔ اور انہی میں انہوں نے پرورش پائی۔ ان لوگوں نے شارع علیہ السلام کے کلام کو قبول کیا۔ اور اس کے سلام کو سُنا۔ اور اُنکی طرف پوری طرح توجہ کی۔ اور آپ کے مقرب بنے۔ اور آپ کی سُنّت پر استقامت کی۔ اور آپ کے طریقہ پر ٹھیرے رہے۔ قرابت نے اُن کو جمع کیا۔ اور مقاربت علویہ نے ان میں اُلفت ڈالی۔ اگرچہ اُنکی طبائع مختلف تھیں۔ مگر شریعت میں انکا کلمہ متفق و مجتمع تھا۔ ان کا کلمہ بھی ایک تھا۔ اور خدا تعالےٰ بھی ایک اور ہمت بھی ایک۔ انہوں نے خدا تعالےٰ سے محض اسکی رضامندی پر قناعت کر لی ہے۔ اور احکام بجا لاتے ہیں۔ اور اس کے کلمہ کی تصدیق کرتے ہیں۔ انہیں ساقی عیان کے ہاتھ سے مجلس ازل میں عرفان کا شراب پلایا گیا ہے۔ اور وہ اس کے پینے سے خوش ہوتے ہیں۔ اور وہ دنیا میں اسطرح داخل ہوئے ہیں۔ کہ وہ تو انہیں چاہتی رہی ہے۔ مگر وہ اس کی طرف ہمیشہ اسی طرح دیکھتے رہے ہیں۔ جیسے کہ کوئی شخص اپنے دشمن کو دیکھتا ہے۔ موت کی تحریک کے منتظر ہیں۔ اور قیدِ صحبت خلاصی پا گئے ہیں۔ وہ ایسے شخص ہیں۔ جنکی شان میں آیا ہے۔ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ

عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَلَا يَمْنَعُهُمْ شَيْءٌ عَنْ إِتْمَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْأَبْصَارُ۔

باب ہفتم۔

خلافت کے بیان میں۔ اور اسمیں تین فصلیں ہیں

فصل اوّل خلافت کے اثبات میں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ یَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ۔ جاننا چاہیے۔ کہ خلافت رسالت سے کم رتبہ ہے۔ کیونکہ خلافت رسالت کی نائب ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے۔ کہ نائب کا مرتبہ منوب عنہ سے کم ہوا کرتا ہے پس خلیفہ شریعت اور عدل و انصاف کی حفاظت میں رسول کا نائب ہے۔ اور رسالت کے لئے خلافت کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ رسول کی عمر تمام زمانوں کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی اُس وقت جبتک کہ لوگوں میں شریعت جاری رہے۔ بعثت رسول کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر جب بعثت کے بعد بہت عرصہ گذر جائے۔ تو لوگوں میں فساد ظاہر ہوجاتا ہے۔ خصوصًا ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نبوت ختم ہونے کے باعث جبکہ قیامت تک کوئی نبی نہیں ہوگا۔ خلافت کی بہت ضرورت ہے۔ جو شریعت کی بغیر کمی بیشی کے حفاظت کرے۔ کیونکہ نہ تو مخترع ہوتا ہے۔ اور نہ واضع اور نہ ہی متمم۔ بلکہ وہ ایک طرح کا محافظ ہوتا ہے۔ اور شارع علیہ السلام کے قول کے مطابق عمل کرنے پر لوگوں کا معاون و ممد ہوتا ہے۔ پس نبی کی مثال ایسی ہے جیسے درخت لگانے والا۔ اور خلیفہ ایسا ہے جیسے کہ اسکا محافظ و نگہبان۔ اگر خلیفہ اس باغ کی حفاظت چھوڑ دے۔ تو یہ باغ بالکل خشک ہوجائے۔ اور کبھی بار آور نہ ہو۔ اسی ضرورت کے باعث عنایت الٰہی نے خلافت کو نبوت کیساتھ ملایا کہ تا کہ اہل خلافت اہل نبوت سے اُنکی زندگی میں مدد حاصل کریں۔ اور بعد از وفات اہل خلافت ان فوائد مکتسبہ کو لوگوں میں جاری کریں۔ اور یہ طریقہ حضرت آدم علیہ السلام سے جاری ہوا۔ اور قیامت تک جاری رہیگا۔ ہر ایک نبی کا ایک خلیفہ ہوا ہے۔ جس نے اس نبی کی وفات کے بعد شریعت کی حفاظت کی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنایا۔

کیونکہ جب دُنیا کو پیدا کیا۔ تو پہلے اُسے فرشتوں کے سپرد کیا۔ اور مگر پھر فرشتوں میں شیاطین پیدا ہو گئے۔ اور انہوں نے فساد پھیلایا۔ تو اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کر کے فرشتوں سے فرمایا۔ کہ یہ میرا خلیفہ ہے۔ تم میں رہ کر میری شریعت کی حفاظت کریگا۔ اور تم سے جنوں کے شر کو دُور کر دیگا۔ ابلیس فرشتوں کا اُستاد تھا۔ اور فرشتے اس سے علم حاصل کرتے تھے۔ مگر اس نے فرشتوں کی خدمت سے تکبر کیا۔ اور شیاطین کو معرفت الٰہی کی طرف بلانے سے باز رہا۔ اور خلافت الٰہی کا اہل نہ بنا۔ تو اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اور اپنے بندوں میں اسکو خلیفہ بنایا۔ پس آدم علیہ السلام نے اُنکے درمیان ایک اچھا طریقہ وضع کیا۔ اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ پناہ مانگنا اور اس سے فریاد چاہنے سے شیاطین کے شر کو ان سے روکا۔ اس سے شیطان لعین ان پر خفا ہوا۔ اور انکی اطاعت سے انکار کیا۔ تب اللہ تعالےٰ نے اسپر لعنت کی۔ اور آدم اور انکی اولاد پر رحمت کی۔ اور شیطان کے حق میں فرمایا۔ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ ○ پھر جب اللہ تعالےٰ نے شیطان کو رسوا کیا۔ اور امر خلافت کو پورا کرنے کے لئے انہیں زمین پر اُتارا۔ (کیونکہ امر خلافت زمین پر رہنے کے سوا پورا نہیں ہو سکتا تھا) تو حضرت آدم برابر شریعت پر قائم رہے۔ اور اپنی اولاد کے گناہوں پر بہت روئے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں برگزیدہ کر لیا۔ اور انکی توبہ قبول کر لی۔ اور لغزش معاف کر دی۔ پھر انکی اولاد بہت بڑھ گئی۔ تو حضرت آدم اسی امر کے طالب ہوئے۔ کہ اپنے بعد اپنی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کریں۔ پھر جب قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا۔ تو اللہ تعالےٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا۔ کہ ہابیل کو غسل دیکر دفن کردو۔ آدم علیہ السلام کو اس سے سخت صدمہ پہنچا۔ کیونکہ ان کا ارادہ ہابیل کو خلیفہ بنانے کا تھا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے انکو ایک فرزند عطا کیا۔ جس کا نام شیث تھا۔ اور اسے خلافت کے لئے متعین کرنے کا حکم دیا۔ شیث کے معنی انکی زبان میں عطیہ خدا ہیں ✦

حضرت آدم علیہ السلام اپنے قالب یا طبع یا طینت کے باعث خدا کے خلیفہ نہ تھے۔ بلکہ اپنے نطق و عقل کے باعث خلیفہ تھے۔ اور ان کا دل انکے قالب کی زمین میں خلیفہ تھا۔ کیونکہ خلافت ایک نور ہے۔ جو نور نبوت سے کمتر رہتا ہے۔ اور یہ رسالت کے ساتھ نبی اور رسول کے قالب میں جاری ہوتا ہے۔ پس جب نطفہ صُلب سے رحم میں منتقل ہوتا ہے۔ تو نور خلافت بھی قلب رسول سے ذات خلیفہ کی طرف انتقال کرتا ہے۔ چنانچہ یہ نور حکم الٰہی سے حضرت آدم علیہ السلام میں جاری ہوا۔ اور

پھر ان سے حضرت شیث علیہ السلام میں آیا۔ پھر جس طرح کہ نور نبوت انبیاء میں جاری ہوا۔ اسی طرح نور خلافت خلفاء میں ساری ہوتا چلا آیا۔ اور انبیاء کے مقابل میں خلفاء کی صفوف قائم ہوگئیں۔ اور جس وقت کوئی نبی پیدا ہوا اسی وقت اس کا خلیفہ بھی پیدا ہوا۔ پس یہ نور نورِ الٰہی سے دیکھا جاتا ہے۔ اور یہ خلیفہ اس نور سے نظر آتا ہے۔ اور جس طرح وضعِ شریعت کے لئے نبوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح شریعت کی حفاظت کے لئے خلافت کی ضرورت ہے۔ نبوت عنایتِ الٰہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور خلافت رحمتِ خدا سے ملتی ہے۔ ہر ایک نبی کا ایک خلیفہ ہوتا چلا آیا ہے۔ یہاں تک کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ آیا۔ تو آپ کی شریعت کی چادر سے قیامت کے دن تک نور رسالت پھیل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہر زمانہ کے خلیفہ کی بابت خبر دی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ

فصلِ دوم

شرائطِ خلافت کے بیان میں۔

واضح رہے کہ نبوت حضرت شیث علیہ السلام سے عبارت ہے۔ اور بہت سی شرائط میں پوشیدہ ہے۔ اور جیسے کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے۔ یہ کسبی چیز نہیں ہے۔ مگر اسے حفظ کی ضرورت ہے۔ اور وہ حفاظت شرائط سے پوری ہوتی ہے جس سے اکثر خلافت میں داخل ہیں۔ کیونکہ خلافت نبوت کا ہی جزو ہے۔ یعنی وہ اس حفاظت کا نام ہے۔ جو نبوت میں سے مذہب کے اندر شریعت کی حفاظت کے واسطے باقی رہ جاتی ہے۔ یہ بھی کسبی اور طلبی چیز نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ جس کو لائق دیکھتا ہے۔ اسے خلیفہ بنا دیتا ہے۔ اسلئے انسان کو اس کی آرزو نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے ہی سپرد کرنا چاہئے۔ کیونکہ وہی جسے چاہتا ہے خلیفہ مقرر کرتا ہے۔ جیسے کہ اس نے حضرت آدمؑ و ہارونؑ و داؤدؑ و غیرہم انبیاء علیہم السلام کو خلیفہ بنایا۔ خلافت کے لئے بھی وہی شرائط ہیں۔ جو نبوت کے لئے ہیں۔ مگر ساری نہیں بلکہ بعض۔ پہلی شرط تو عقل کا کامل ہونا ہے۔ یعنی خلیفہ کا

کامل العقل ہونا ضروری ہے۔ تاکہ دینی و دنیاوی امور اسپر پوشیدہ نہ رہیں۔ کیونکہ خلافت
دین اور مُلک کی جامع ہے۔ اور ان دونوں کی مصلحتیں اور نقصانات بہت ہیں۔
جو ایک دوسرے کے متقابل ہیں۔ اور خلیفہ کو اپنی عقل کے ذریعہ مصلحتوں کو
حاصل کرنا اور مضرتوں کو دفع کرنا پڑیگا۔ اور یہ نُورِ عقل سے ہی معلوم ہو سکتا ہے
خلافت کی دوسری شرط علم ہے۔ کیونکہ خلیفہ سب لوگوں کا ملجأ و ماوا ہوتا ہے
اور لوگ تمام مہمات میں اُس کی طرف رجوع لاتے ہیں۔ اور اپنے دینی دنیاوی امور
اسی سے دریافت کرتے ہیں۔ اِسلئے خلیفہ کا عالم ہونا ضروری ہے۔ تاکہ اپنے اتباع
سے کسی بات کے پوچھنے کا محتاج نہ ہو۔ لیکن میری اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ خلیفہ
کا سب لوگوں سے اعلم ہونا ضروری ہے۔ بلکہ شرطِ خلافت یہ ہے۔ کہ خلیفہ سب سے
زیادہ عالم ہو تاکہ اپنی رعایا سے افضل ہو۔ اور یہ مسلمہ بات ہے۔ کہ کمالات کا
اجتماع بعض کے حاصل کرنے اور بعض کے نہ ہونے سے بہتر ہے۔ خلفائے
راشدین بعض امور دوسرے صحابہ سے دریافت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت
ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کئی ایک مسائل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے
دریافت کئے۔ اور اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس
سے کئی مسائل پوچھے۔ مگر اَولٰے یہی ہے۔ کہ خلیفہ کامل العقل اور اعلم ہو۔ تاکہ
دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ اور خود کسی سے فائدہ حاصل نہ کرے۔ اور اُمت کا
اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ علم جہل سے بہتر ہے۔ پس جسقدر علم زیادہ ہوگا۔ جہل
کا فساد کم ہوگا۔ اگر کوئی شخص تمام علوم ممکنہ کا عالم ہو جائے۔ تو اس سے تاریکی دُور
ہو جائیگی۔ اور فساد کے شر سے اُسے رہائی ملیگی۔ اور یہ شخص ہی مخلوقات الٰہی
میں خلیفہ ہوگا۔ الغرض علمِ کامل خلافت کے لئے شرط ہے۔ تاکہ دینی دنیاوی اُمور
مکنونہ اس پر منکشف ہو جائیں۔ اور جب خلیفہ کا علم و عقل کامل ہوگا۔ تو اسے
دارین کی مصلحتیں سوجھینگی۔ اور ان کے ساتھ وہ اپنی رعایا کی حفاظت کرے گا۔
اور ان میں انہیں رواج دیگا۔ اور کمال علم سے تقویٰ۔ جود۔ یقین اور تمام اخلاق حسنہ
پیدا ہونگے۔ اور کمالِ عقل سے شجاعت۔ سیاست۔ سیادت وغیرہ کمال پیدا
ہونگے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کی خلافت میں کمال علم
کے ساتھ مدح کی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ
عِلْمًا۔ دُوسری جگہ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا، يَاجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَ

وَالطَّيْرَ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۖ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

خلافت کی تیسری شرط شجاعت ہے۔ تاکہ رعیت کے دل اس کے آگے جھکے رہیں شجاعت قوت قلبی کا نام ہے۔ اور یہ تقویٰ اور خوف الٰہی سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان جب خدا تعالےٰ سے ڈرتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ اس سے ہر چیز کو ڈراتا ہے +

مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ پشت کی طرف کچھ نہ تھی۔ بلکہ صرف اتنی ہی تھی جس سے کہ سینہ محفوظ رہ سکے جب آپ سے اسکا سبب پوچھا گیا۔ تو فرمایا یہ اس واسطے ہے کہ اگر میں اپنے دشمن کو پیٹھ دکھاؤنگا۔ تو زرہ میری حفاظت نہ کرسکیگی۔ اور میں ہلاکت و بربادی کا مستوجب ہونگا +

چوتھی شرط جود و سخا ہے۔ یعنی خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ اعلےٰ درجہ کا سخی ہو۔ اور اُس کے نزدیک دُنیا کی وقعت ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہو۔ کیونکہ خلیفہ کے لئے نبی کی اقتدا لازم ہے۔ اور نبی دُنیا کی ذرہ بھر بھی قدر نہیں کرتے + اس لئے خلیفہ اگر دُنیا اور اسکی حفاظت کا حریص ہوگا۔ تو اُسے دیکھکر لوگ بھی اس کی طرف مائل ہوجائینگے +

پانچویں شرط یہ ہے کہ خلیفہ نہایت پرہیزگار ہو۔ تاکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں اس کی بات کو وقعت ہو۔ اور اسپر عمل کیا جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا ہے۔ کہ دو ایسے گروہ ہیں۔ اگر وہ درست ہوجائیں۔ تو ان کے ذریعہ سب لوگ درست ہوجاتے ہیں۔ اور جب وہ خراب ہوجاتے ہیں۔ تو سب لوگ بھی بگڑ جاتے ہیں۔ اور یہ دو گروہ علماء اور امراء ہیں + اور خلیفہ میں چونکہ دونوں باتیں جمع ہوتی ہیں۔ اسلئے اسکا زاہد اور متدین ہونا ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا وہ معصوم ہو۔ کیونکہ عصمت خلفاء کے لئے واجب نہیں۔ اور انبیاء کے سوا وہ دوسروں میں نہیں پائی جاتی۔ اور نہ ہی وہ اجتہاد اور کوشش سے حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ وہ محض عنایت الٰہی سے ملتی ہے۔ کیونکہ عصمت ایک خلعت ہے جسے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے۔ عنایت کرتا ہے۔ نبوت کے لئے عصمت کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ انبیاء جیسے کہ جمہور کا مذہب ہے کبائر سے معصوم ہوتے ہیں۔ اور بعض محققین کے نزدیک وہ صغائر سے بھی محفوظ ہوتے ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے۔ کہ عصمت کسبی امر نہیں۔ اور انسانی طاقت اس کو حاصل نہیں کرسکتی۔ بلکہ اس کی باگ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ بعض کو وہ محفوظ رکھتا

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ خَلِیْفَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ہ
نیز آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے جنت کے دروازے اور عرش پر لکھا دیکھا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَ اَبُوْبَکْرٍ خَلِیْفَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلٰی اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ +

نیز رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر کسی کو صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر فضیلت نہیں دی۔ اور لیلۃ الغار میں ان کو اپنے ساتھ رکھا۔ جنکی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا +

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج کو تشریف لے گئے۔ تو عرض کیا۔ کہ الٰہی! میری اُمت سے میرے بعد کون خلیفہ ہوگا۔ تو اللہ تعالےٰ نے وحی بھیجی۔ کہ حضرت صدیق اکبر آپ کے خلیفہ ہونگے۔ چنانچہ محدثین نے ایسی بہت سی روایات بیان کی ہیں +

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حق میں فرمایا ہے۔ کہ اے عمرؓ! اگر میں مبعوث نہ ہوتا۔ تو تم نبی ہوتے۔ نیز فرمایا ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق بولتا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا ہے۔ کہ جو لوگ میرے بعد ہونگے۔ یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ اُن کی پیروی کرنا +

اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حق میں فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اس بات سے حیا کرتا ہے۔ کہ انہیں عذاب دے +

اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حق میں فرمایا ہے۔ کہ میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اُسکا دروازہ ہیں۔ نیز فرمایا ہے۔ کہ میں علم کی میزان ہوں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس کے دونوں پلڑے ہیں۔ اسی طرح اور بہت سی روایات اُن کی شان میں وارد ہیں +

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مریض ہوئے۔ تو لوگوں کو ایک شخص کی ضرورت ہوئی۔ جو لوگوں کو نماز پڑھائے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو امامت کے لئے مقرر فرمایا۔ پھر جب آنحضور اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ اور حضرت علی اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہم آپ کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے۔ تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ فتنہ کو

فرو کرنے کے لئے باہر نکلے۔ تو لوگوں نے اتفاق کر کے آپ سے بیعت کر لی۔ تو آپ نے اس وقت منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ جو شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا۔ اُسے جان لینا چاہیئے۔ کہ بیشک وہ تو وفات پا گئے ہیں۔ اور جو شخص خدا تعالےٰ کی عبادت کرتا تھا۔ وہ جان لے۔ کہ خدا تعالےٰ زندہ ہے۔ اور کبھی نہیں مریگا"۔ پھر تمام اُمت نے آپ کی خلافت پر اجماع کر لیا۔ کیونکہ آپ سب سے افضل و اکبر تھے۔ پھر ان کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ خلیفہ ہوئے۔ اور اس منصب کو نہایت عمدگی سے نبایا۔ اُن کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ مسند آرائے خلافت ہوئے۔ ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دو صاحبزادیوں کا عقد کیا تھا۔ ان کے بعد پھر حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ خلیفہ ہوئے۔ اور اکثر لوگ ان کے تابع ہو گئے۔ مگر بعد ازاں لوگوں میں خلاف ظاہر ہو گیا۔ اور حرص و ہوا کی آگ اُن کے دلوں میں بھڑک اُٹھی۔ اور ان سے بعض مُلک کے طالب ہوئے۔ اور جنگ و جدل شروع ہو گیا۔ اور آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ملجم ملعون کے ہاتھ سے شہید ہوئے +

ان کے بعد پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلافت کی طرف متوجہ ہوئے۔ مگر جب اس امر میں آپ سے بھی جھگڑا ہوا۔ تو آپ نے امر خلافت حضرت معاویہ رضہ کو سپرد کیا۔ اور مصلحت وقت کو مدنظر رکھکر اُن سے بیعت بھی کر لی۔ ان کے بعد پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ امر خلافت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا یہ اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول کا حق ہے۔ میرے باپ نے مجھے اس کی وصیت کی ہے۔ اسلئے میں اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ مگر اِدھر حضرت معاویہؓ بن سُفیان نے چونکہ حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں ہی نہایت عروج پایا تھا۔ اور لوگ اُن کے نہایت مطیع و منقاد ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا۔ اسلئے جب یزید تخت پر بیٹھا۔ تو حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ اُس کے مزاحم ہوئے۔ اور اپنے بھائی حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے مدینہ سے باہر نکلے۔ اور حدود کوفہ میں آپ کا یزید کے لشکر کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ اور آپ کربلا میں شہید ہوئے۔ اور وہیں آپ کا مدفن ہے۔ رحمۃ اللہ و رضوانہ و سلامہ علیہ۔ آپ کے ساتھ آپ کے اہل بیت سے بھی بہت سے لوگ شہید ہوئے۔ جیسے کہ کتب تاریخ میں یہ بات بالتفصیل مذکور ہے

خدا تعالےٰ آپ کے قاتل اور قتل کا حکم کرنے والے اور اس کے ساتھ راضی ہونیوالے سب پر لعنت کرے۔ کیونکہ انہوں نے سخت ظلم کیا۔ اور سخت شدت کی گرمی میں آپ کو ایک قطرہ پانی نہ پینے دیا۔ اور ظالم ہی کافر ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۝

جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ شہید ہوئے۔ تو اُس وقت امرِ خلافت و سلطنت ان سے منقطع ہو کر یزید بن معاویہ کی طرف لوٹا۔ اور جب یزید مر گیا۔ تو اس کے بعد اس کا بیٹا حکمران ہوا۔ اور اسی طرح مروان بن حکم تک ان کی اولاد میں سلطنت رہی۔ مگر ان کے زمانہ میں لوگوں پر نہایت ظلم ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے۔ تو انہوں نے تمام مظالم کو دُور کر دیا۔ اور نہائیت عدل و انصاف سے کام لیا۔ اور خلافت بنی امیہ میں برابر رہی۔ حتیٰ کہ ابو مسلم مروزی نے خراسان سے خروج کیا۔ اور مروانیوں سے لڑتا ہوا کوفہ میں پہنچا۔ اور وہاں ابو العباس سفاح کو تختِ خلافت پر بٹھایا اور اس کے عہد میں خلافت کا وہی طریقہ قائم ہو گیا۔ جو خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد میں تھا۔ اور خلافت اولاد عباس بن عبد المطلب کی طرف رجوع کر آئی۔ سفاح بڑا زاہد اور متدین شخص تھا۔ اور کوفہ کے اندر ایک حجرہ میں بیٹھکر عبادت میں مشغول تھا۔ کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے اُسے ظالموں پر مسلط کیا ✦

اَے طالبِ صادق! ہم نے اس کتاب میں جو علوم اور اشارات مختلف الفاظ میں کیئے ہیں۔ اُنہیں اچھی طرح سے سمجھ لو۔ کیونکہ یہ وہ باتیں ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے کمال لطف و مہربانی سے مجھ پر فائض کیا ہے۔ میں نے اپنے خزانۂ فکر میں ہر علم و فن کا خلاصہ اور زبدہ جمع کر رکھا ہے۔ کیونکہ ہر ایک کلام ہر ایک امام بلکہ ہر ایک مقام کے واسطے شایان نہیں ہوتا۔ اور ہر ایک کام کے لئے خاص آدمی ہوتے ہیں۔ اگر منصف مزاج اور تجربہ کار اس کا مطالعہ کریگا۔ تو مجھ سے راضی ہوگا۔ اور طعنہ کو مجھ سے رد کریگا۔ مگر جو حاسد ہوگا۔ تو وہ سوائے طعنہ زنی اور بیہری

خوبیوں کے انکار کے اور کچھ نہیں کہیگا۔لیکن مجھے لوگوں کی رضا مندی اور ناراضگی کی کچھ پرواہ نہیں۔کیونکہ تمام لوگوں کی رضا ایک ایسا امر ہے۔جس کا حاصل کرنا ایک نہائت مشکل امر ہے۔میں نے صرف اسی بات پر قناعت کی ہے کہ یہ خدمت اُس شخص کو پسند آجائے۔جو اس کا قدردان اور پہچاننے والا ہے۔اور خدا تعالےٰ نے ہم سے اجر و ثوابِ جزیل کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اس بات میں شک نہیں۔کہ میں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والا ہوں۔چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۔

اے اللہ! تو اس بات سے بزرگ ہے۔کہ تجھ کو یا کبیر کہکر پکارا جائے اور اس بات سے بھی بڑا ہے۔کہ تجھ کو یا بخلی کہا جائے۔کیونکہ تو کریم اور رحیم ہے۔تُو نے اپنے ایک نہائت ہی حقیر بندے کو بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں۔تو جواد غیر معلول اور کریم غیر ملول ہے۔ طالبین کی روحوں پر تیری عنائت ورحمت کے بادل برستے ہیں۔اور عارفین کے دلوں پر تیری رحمت و مہربانی نے پردہ کر لیا ہے۔اور متوحدین کے افکار پر تیری توفیق کے قواعد پے در پے آئے ہیں۔پس تو وہ ذات ہے جو اپنی انیت میں وہی ہے جو اپنی ہویت میں ہے۔کیونکہ تو وہ ہے۔اور وہ تُو ہے۔اور یہ بات صرف اشارۃً ہی کہی جا سکتی ہے۔عبارت اس کو نہیں سما سکتی۔پس اے وہ ذات جسکی جلالیت تمام تخیلات اور تمثیلات سے پاک اور منزہ ہے۔صرف تو ہی نے اس ضعیف و ناتواں بندے کو توفیق عطا کی ہے۔جس نے تیرے مکتوبات علم سے تیرے احسانات ظاہر کئے ہیں۔اور تو ہی نے اس مسکین محروم کو جو اپنے جاہل ہونے کا مقر ہے ہدائت عطا کی ہے۔حتیٰ کہ اُس نے تیرے عجیب و غریب اسرار کو ظاہر کیا ہے۔اور جو کچھ تُو نے اُس کی رُوح کی لوح پر لکھا تھا۔اُس نے اُسے اوراق میں لکھ دیا۔جب تُو نے یہ لطف و مہربانی کی۔اب مجھ سے تمام گناہ معاف کر دے۔اور اس کتاب کو حاسدوں کی دستبرد سے بچا۔اور ہمیں دُنیا اور آخرت کے عذاب سے پناہ میں رکھ۔ ہمیں دُنیا میں تو نشئہ خذلان سے نجات دے۔اور آخرت میں آتشِ حرمان

سے خلاصی بخش۔ اب میں اس کتاب کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ اور اے طالب! تجھے وصیت کرتا ہوں۔ کہ اس نوشتہ کو نااہلوں سے محفوظ رکھنا۔ اور جب اس کتاب کا مطالعہ کرے۔ تو اس عبدِ ضعیف کو ذکرِ خیر اور دعائے خیر سے یاد کرنا۔ شاید کہ اللہ تعالےٰ تیری دعا کی برکت سے انشاء اللہ تعالےٰ اس حقیر پر رحم فرمائے۔ واللہ خیر المستعان و الیہ المشتکی فی نوائب الحدثان

وصلّ یا ربِّ علے عبدك ونبیّك محمد النبی الاُمی

وعلے آلہ وسلّم تسلیماً کثیراہ

اللّٰھم اغفر لکاتبہ ولوالدیہ

تمّت

حسب فرمائش

ملک غلام محمد اینڈ سنز تاجران کتب لاہور

بازار کشمیری

انقلاب سٹیم پریس لاہور